حیات
حضرت مولوی محمد الیاس خاں

مصنفہ

عبدالسلام خاں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرض ناشر

میرے والد محترم عبدالسلام خاں صاحب مرحوم ۱۹۷۶ء میں خاکسار کے پاس انگلستان میں مقیم تھے۔ خاکسار کی بار بار کی تحریک پر والد صاحب نے اپنے والدِ محترم حضرت مولوی محمد الیاس خانصاحب اور خاندان کے حالاتِ زندگی لکھے اور اس پر اُنہوں نے کافی محنت کی۔

والد صاحب کی یہ خواہش تھی کہ یہ قیمتی حالات جماعت کی امانت ہیں اور کتابی صورت میں چھپ کر اس سے جماعت کے اور غیر از جماعت دوست استفادہ کر سکتے ہیں۔

افسوس کہ بعض وجوہات کی بناء پر والد صاحب کی زندگی (وفات ۲۲ر مارچ ۱۹۸۹ء) تک یہ کتاب چھپ نہ سکی۔

اللہ تعالیٰ نے احمدیت کی برکت سے ہمارے خاندان پر بہت انعامات کئے۔ الحمد للہ۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہمارے خاندان کو خلافتِ احمدیہ سے وابستہ رکھے۔ آمین۔

احباب جماعت ہمارے بزرگوں کی بلندیٔ درجات کے لئے دُعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ ان کی قربانیوں کو قبول فرمائے۔ آمین۔ اور ہمارے خاندان کے لئے بھی دُعا فرمائیں کہ مولا کریم احمدیت و اسلام کی بیش از بیش خدمت کی توفیق عطا فرمائے۔

ڈاکٹر حامد اللہ خاں
انگلینڈ

پیش لفظ

بشیر احمد رفیق

حضرت مولوی محمد الیاس خاں صاحب خاکسار کے نانا جان تھے خاکسار کو اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے یہ سعادت نصیب کی کہ میری ابتدائی تربیت حضرت مولوی صاحب نے براہِ راست فرمائی۔ مَیں غالباً چھ سال کا تھا کہ میرے ماموں عبدالسلام خاں صاحب مرحوم مجھے اور میری والدہ صاحبہ مرحومہ کو میرے والد صاحب کے پاس لہڑی (بلوچستان) لے گئے۔ ان دنوں میرے والد صاحب مرحوم وہاں سردار محمد بختیار خاں ڈومکی کے میر منشی تھے۔ اور ریاست کی نگہداشت کا تمام کام آپ کے سپرد تھا۔ لہڑی میں چند دن قیام کے بعد مکرم ماموں صاحب خاکسار کو لے کر مستونگ کے لئے روانہ ہوگئے جہاں ہمارے نانا جان مستقلاً مقیم تھے۔ اور اُن ہی کی خواہش پر مجھے ان کے پاس لے جایا جا رہا تھا۔ پانچ چھ سال کی عمر ہی کیا ہوتی ہے مجھے آج بھی وہ پُرسوز اور دلگداز منظر یاد ہے۔ جب مَیں اپنے والدین سے رخصت ہو رہا تھا۔ والدہ صاحبہ مرحومہ کا جدائی کے غم سے بُرا حال تھا۔ لہڑی سے ہم مستونگ پہنچے۔ حضرت مولوی صاحب کے مکان کا نقشہ مجھے اب تک یاد ہے۔ مکان کے ایک طرف ایک وسیع اور سرسبز و خوبصورت چمن تھا۔ جو پھولوں سے لدا رہتا تھا۔ اور عجیب منظر رکھتا تھا۔ مجھے مستونگ

کے سکول میں داخل کردیا گیا۔ جہاں مکرم عبد السلام خاں صاحب مرحوم میرے
اساتذہ میں شامل تھے ۔

حضرت مولوی صاحب کا معمول تھا کہ روزانہ بعد نمازِ عصر سیر کے لئے
تشریف لے جاتے تھے ۔ مَیں ان کی انگلی پکڑے ان کے ہمراہ ہوتا تھا۔ راستہ
میں جگہ جگہ لوگ کھڑے ہوتے تھے اور حضرت مولوی صاحب سے دُعا کی
درخواست کرتے یا کسی امر میں مشورہ حاصل کرتے ۔ اس طرح شام کو دو۲ تین۳
میل کی سیر کے دَوران متعدد غرض مندوں سے ملاقات ہوجاتی ۔ اور حضرت
مولوی صاحب ہر کسی کی تسلّی و اطمینان کرکے آگے کو قدم بڑھاتے تھے ۔ واپسی
پر ایک دوکان سے تازہ جلیبیاں خریدتے۔ جلیبی آپ کو بے حد پسند تھی ۔ اور
روزانہ شام کو گھر لائی جاتی تھی ۔

ایک دن کا واقعہ ہے کہ حضرت مولوی صاحب اور خاکسار جب سیر کو
جانے لگے تو سامنے سڑک پر خاصی بھیڑ بھاڑ دیکھی ۔ حضرت مولوی صاحب
کثرتِ اژدھام کو دیکھ کر حیران ہُوئے ۔ قریب جاکر معلوم ہُوا کہ خان آف
قلات اس سڑک پر سے گزرنے والے ہیں اور یہ تمام لوگ ان کی زیارت
کے لئے سڑک کے دونوں طرف جمع ہیں ۔ حضرت مولوی صاحب بھی سڑک
کے ایک طرف کھڑے ہوگئے ۔ اتنے میں چند موٹریں نمودار ہُوئیں ۔ آگے
آگے ایک بڑی امریکن کار تھی جس میں خان آف قلات سوار تھے ۔ کار پر چھت
نہ تھی ۔ خاں صاحب ہاتھ ہلا ہلا کر لوگوں کے نعروں کا جواب دے رہے تھے
کاریں حضرت مولوی صاحب کے سامنے سے گذر گئیں ۔ اچانک کاریں کھڑی
ہوگئیں اور خان آف قلات جو بہت فربہ جسم کے مالک تھے جھومتے جھامتے
حضرت مولوی صاحب کی طرف آئے ان سے ہاتھ ملایا ۔ اور فارسی زبان میں

گفتگو کی ۔ اچانک خان آف قلات نے میرا ہاتھ پکڑ لیا ۔ چونکہ وہ ایک عظیم الجثہ
انسان تھے ۔ مجھے ڈر لگا کہ مجھے ساتھ لے جائیں گے ۔ مَیں نے رونا شروع کردیا ۔
تو خان نے میرا ہاتھ چھوڑا اور تھوڑی دیر گفتگو کے بعد واپس کار کی طرف
چلے گئے ۔

حضرت مولوی صاحب نے بعد میں مجھے بتایا کہ خان آف قلات نے
انہیں کہا کہ مَیں نے آپ سے کئی مرتبہ درخواست کی ہے کہ آپ میرے پاس
بطور مہمان قلات تشریف لاویں تا مَیں بھی آپ کی صحبت سے لطف اندوز ہوسکوں
لیکن آپ نہیں آئے ۔ اب مَیں آپ کے نواسے کو ساتھ لے جاتا ہُوں آپ اسے
لینے تو ضرور آئیں گے ہی ۔ اس طرح مجھے بھی آپ کی مہمان نوازی کا شرف حاصل
ہو جائے گا ۔

ایک دن اچانک حضرت مولوی صاحب نے سیر کا معروف راستہ
چھوڑ کر دوسری طرف کا راستہ اختیار کیا ۔ مَیں نے حیرت سے پوچھا کہ آپ آج
نئے راستہ پر کیوں جارہے ہیں ۔ فرمانے لگے ۔ کہ جس راستہ پر ہم روزانہ سیر
کے لئے نکلتے ہیں اس پر اب بعض ایسے لوگ بھی منتظر رہتے ہیں جو مجھ سے
حکام بالا کے نام سفارشی خطوط چاہتے ہیں ۔ مَیں یہ بات پ[illegible] نہیں کرتا اور سیر
کے وقت ان لوگوں کی ملاقات نہیں کرنی چاہتا اس لئے آج راستہ تبدیل کردیا ہے ۔

حضرت مولوی صاحب کی عادت تھی کہ صبح فجر کے وقت تمام اہلِ خانہ کو
باقاعدگی سے جگانے اور باجماعت نماز کا اہتمام فرماتے ۔ اس کے بعد اُونچی
آواز سے تلاوت کیا کرتے تھے ۔ آپ کی آواز آپ کے چہرہ کی طرح بارُعب اور
پُرسوز تھی ۔

حضرت مولوی صاحب جب بھی رخصتوں میں پشاور تشریف لاتے تو کچھ عرصہ

ہمارے گاؤں محب بانڈہ بھی تشریف لاتے ۔ دن بھر ہمارے حجرہ میں لوگوں کا اژدہام رہتا اور حضرت مولوی صاحب ایک تیز رو دریا کی طرح علم و عرفان کے موتی بانٹتے رہتے تھے ۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ ایک دفعہ جب دس بارہ روز کے قیام کے بعد آپ واپس پشاور تشریف لے جانے لگے تو میرے ایک غیر احمدی چچا نے مجھے کہا کہ اپنی والدہ سے جاکر کہدو کہ اپنے ابا کو جلد واپس نہ جانے دیں ۔ ابھی تو ہم نے ان سے بہت کچھ سیکھنا ہے ۔ میری والدہ صاحبہ نے بڑی لجاجت سے آپ کو مزید کچھ عرصہ روکنے کی کوشش کی لیکن آپ نہ مانے ۔ پٹھانوں کی دیرینہ روایات کے مطابق آپ بیٹیوں کے گھر زیادہ عرصہ قیام پسند نہ فرماتے تھے ۔ آپ کے جانے کا وقت ہوتا تو گاؤں امڈ آتا اور لوگ جو تمام کے تمام غیر احمدی تھے آپ کو بڑی محبت سے رخصت کرتے تھے ۔

جب ہمارے بڑے ماموں صاحب عبدالحئ خاں صاحب مرحوم کی وفات ہوئی تو آپ ان کا جنازہ ڈاڈر سینی ٹوریم سے ہمارے گاؤں لائے ۔ میں باہر کھیل رہا تھا کہ میں نے ایک ایمبولنس اپنے حجرہ کی طرف آتے دیکھی دوڑ کر قریب گیا تو حضرت مولوی صاحب باہر نکلے چہرہ پر قطعاً کوئی گھبراہٹ نہ تھی ۔ بڑے اطمینان سے مجھے فرمایا ۔ تمہارے ماموں کو لے کر آیا ہوں ۔ میں جلدی ایمبولنس کی طرف بڑھا ۔ اور یہ دیکھ کر حیران ہوا کہ وہاں تو تابوت رکھا ہوا ہے ۔ میں نے حضرت مولوی صاحب کی طرف دیکھا تو فرمانے لگے ۔ عبدالحئ خاں کی لاش ہے ۔ اتنی دیر میں میرے چچا صاحبان آ گئے ۔ اور تابوت کو گھر کے اندر لے گئے ۔ پٹھانوں میں موت پر عورتیں بہت اونچی آواز میں واویلا اور ماتم کرتی ہیں ۔ آپ گھر میں داخل ہوئے ۔ میری والدہ صاحبہ کو بلایا اور فرمایا ۔ تمہارے بھائی کو لایا ہوں ۔ خبردار کوئی واویلا نہ ہو ۔ اور نصیحت فرماتے

رہے کہ غم کو صبر و رضا کے ساتھ برداشت کرنا چاہیئے ۔

آپ کا چہرہ بہت نورانی تھا ۔ یہ ناممکن تھا کہ کوئی شخص آپ کو دیکھتا اور آپ کا گرویدہ نہ ہو جاتا ۔ باتوں میں شرینی تھی ۔ تحمل تھا ۔ اور محبت کی چاشنی تھی ۔

جب ۱۹۵۹ء میں یہ خاکسار انگلستان بطور مبلغ جانے لگا اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی خدمت میں پیش ہوا تو حضور نے بہت ساری نصائح فرمائیں ۔ آخر میں فرمایا ۔ اور تمہیں مزید کسی نصیحت کی ضرورت نہیں اپنے نانا جان کے نمونہ پر عمل پیرا رہنا ۔

۱۹۶۴ء میں ایک رات میں نے انہیں خواب میں دیکھا ۔ آپ نے مجھے پیار سے گلے لگا لیا ۔ اور پھر اپنا چوغہ اتار کر مجھے پہنا دیا ۔ اس خواب کے ایک ڈیڑھ ماہ بعد حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے خاکسار کو امام بیت الفضل لندن مقرر فرمایا اور میں خواب کی تعبیر یہ سمجھا کہ ان کے چوغہ سے مراد مسجد کی امامت کی سعادت تھی ۔ فالحمدللہ ۔

حضرت عبدالسلام خاں مرحوم (ماموں جان) نے یہ کتاب لکھ کر خاکسار کے سپرد کر دی ۔ کہ اس کی طباعت و اشاعت کا انتظام کردوں ۔ ملکی حالات اور بعض اور مجبوریوں کی وجہ سے افسوس کہ کتاب ان کی زندگی میں شائع نہ ہو سکی ۔ پچھلے دنوں جب خاکسار نے اس کتاب کی طباعت کا تذکرہ جناب عبدالغفار صاحب ڈار سے کیا تو انہوں نے فرمایا ۔ میرے پاس ایک روایت امانتاً محفوظ ہے وہ آپ کو سناتا ہوں ۔ کہنے لگے کہ جب تمہارے ماموں عبدالسلام خاں صاحب مرحوم راولپنڈی میں بسلسلہ ملازمت مقیم تھے ۔ تو روزانہ صبح فجر کی نماز کے بعد اونچی آواز سے تلاوت فرمایا کرتے تھے ۔ ایک مشہور شاعر بھی اسی علاقہ میں رہتے تھے اور صبح کی سیر کے دوران آپ کے گھر کے قریب سے

حضرت مولوی محمد الیاس خان مرحوم

گذرا کرتے تھے۔ ایک دن انہوں نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ اور کہا کہ مَیں روزانہ بعد نماز فجر سیر کو نکلتا ہوں۔ تو اس محلہ میں صرف آپ کے گھر سے تلاوت کی آواز سُنتا ہُوں۔ آج سوچا آپ سے ملاقات کر کے دریافت کروں کہ آپ کون ہیں۔ ماموں صاحب نے انہیں بتایا کہ مَیں خُدا کے فضل سے احمدی ہُوں! ور ہم احمدیوں کو قرآن کریم سے دلی محبت ہے! ور یہ محبت ہمیں گھُٹی میں ملی ہے۔ شاعر صاحب ان سے بہت متاثر ہُوئے۔ اور اکثر آپ کے ہاں تشریف لایا کرتے تھے۔ یہی حال میرے چھوٹے ماموں صاحب عبدالقدوس مرحوم کا بھی تھا۔ صبح سویرے اُونچی آواز سے تلاوت کرتے تھے۔ بلکہ بچوں کو فجر کی نماز کے لئے اٹھانے کے لئے بھی ان کا یہ معمول تھا کہ اُونچی اور خوش الحان آواز میں تلاوت کیا کرتے تھے۔ بچے تلاوت کی آواز سے جاگ اُٹھتے تھے۔ یہ سب حضرت مولوی صاحب کی اعلیٰ تربیت کا نتیجہ تھا۔

آج حضرت مولوی صاحب کے پوتے پوتیوں۔ نواسے نواسیوں اور ان کے بچوں کی تعداد درجنوں میں ہے۔ سبھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے احمدیت کے فدائی خلافت کے عاشق۔ نیک اور متقی ہیں۔ اور یہ سب حضرت مولوی صاحب کی پُرسوز دعاؤں کا ثمرہ ہے۔

جو احباب اس کتاب کو پڑھیں ان کی خدمت میں عرض ہے کہ حضرت مولوی صاحب اور مکرم ومحترم عبدالسلام خان صاحب کے لئے بالخصوص اور حضرت مولوی صاحب کی اولاد کے لئے بالعموم دُعا فرماویں ❊

اس کتاب کی طباعت اور اشاعت کا سارا خرچ عزیزان ڈاکٹر عبدالوحید خاں آف شکاگو اور ڈاکٹر حامد اللہ خاں نے برداشت کیا۔ فجزاہم اللہ احسن الجزاء ❊

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

میرے پیارے والد ۔ مولوی محمد الیاس خانؓ

میرے والد صاحب حضرت مولوی محمد الیاس خان مرحوم رحمۃ اللہ علیہ چارسدہ ضلع پشاور کے رہنے والے تھے ۔ چارسدہ میں سب سے پہلے احمدیت قبول کرنے والوں میں سے تھے ۔ آپ ایک متقی ، صاحب کشوف ورؤیا والہام عالم باعمل اور فدائی احمدی تھے ۔ ۱۹۰۹ء میں آپ کے قبولِ احمدیت کے بعد جب چارسدہ میں بہت شور اُٹھا ۔ تو حکومت نے ۱۹۱۱ء یا ۱۹۱۲ء میں آپ کو صوبہ سرحد بدر کر دیا ۔ اور اس کے بعد ۱۹۳۶ء تک آپ مستونگ ریاست قلات (بلوچستان) میں رہے ۹ راگست ۱۹۴۵ء کو عید الفطر کے دوسرے دن صبح کے وقت آپ کا انتقال دماغ کی رگ پھٹ جانے سے ہُوا ۔ اس سے تھوڑی ہی دیر پہلے آپ درسِ قرآن مجید سے فارغ ہُوئے تھے ۔ وفات کے وقت آپ کی عمر تقریباً ۶۰ سال تھی ۔

حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکی نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی دیر تک نماز میں دعائیں فرماتے رہے ۔ نماز جنازہ کے بعد ٹھیٹ پنجابی زبان میں فرمایا :- مَیں نے عالم کشف میں دیکھا کہ تمام اولیاء اللہ ، قطب اور غوث حضرت مولوی صاحب کے استقبال کے لئے تشریف لائے ہُوئے ہیں ۔ اور فرمایا جس نے ولی اللہ نہ دیکھا ہو ، وہ اب حضرت مولوی محمد الیاس خان کو دیکھ لے آپ کی تدفین احمدیہ قبرستان پشاور میں ہوئی ۔ آپ موصی تھے اور آپ کا یادگاری کتبہ نمبر ۵۶۰ مقبرہ بہشتی قادیان میں لگایا گیا ہے ۔

آپ کی وفات کے بعد مَیں نے خواب میں دیکھا کہ ایک بہت بڑے ہال
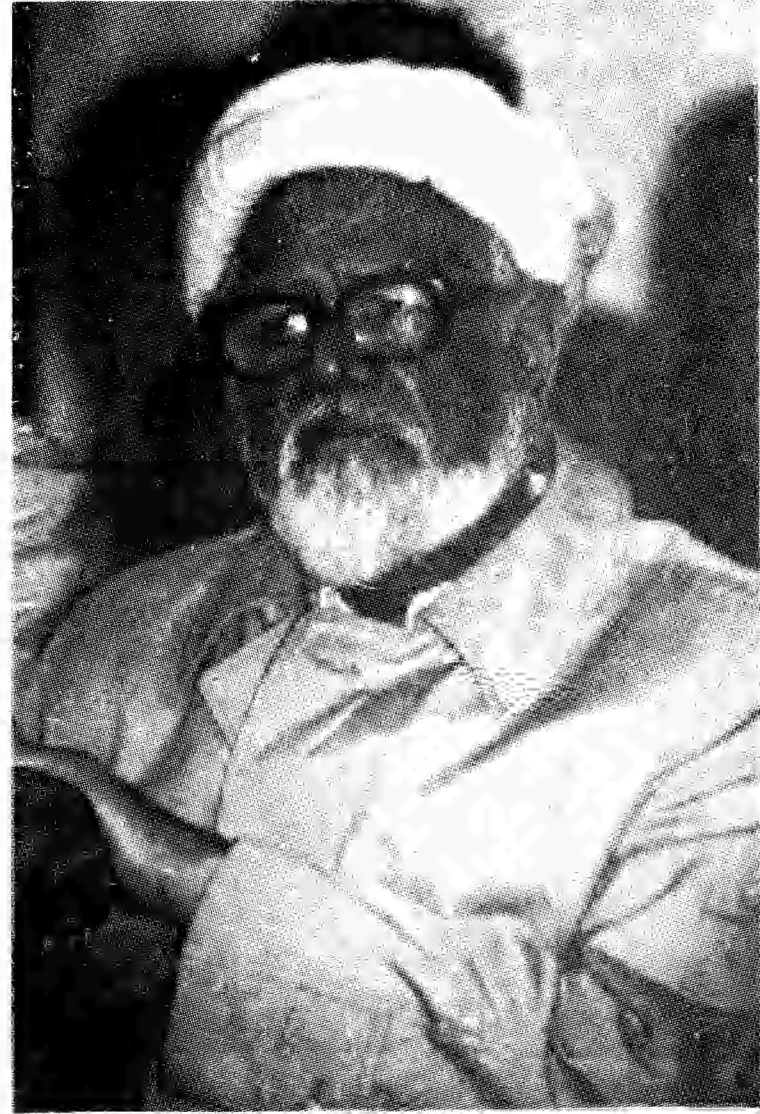
جناب عبد السلام خان صاحب

میں حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ تشریف فرما ہیں اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ابھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے بعد آپ کا خلافت کے لئے انتخاب ہُوا ہے۔ آپ فرماتے ہیں: وہ بیس علماء صحابہ جن کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی زندگی میں تبلیغِ احمدیت کے لئے منتخب فرمایا تھا، وہ میرے قریب دائیں بائیں بیٹھ جائیں، تو مَیں نے دیکھا کہ میرے والد حضرت مولوی محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہٗ کے دائیں جانب پہلے نمبر پر بیٹھے ہیں۔ پھر ترتیب وار اور صحابہ بیٹھے ہیں۔

آپ احمدیت کی ایک جیتی جاگتی تصویر تھے۔ قرآن پاک پر بڑا عبور حاصل تھا۔ اور ہر مسئلہ کو قرآن پاک سے ثابت کرتے تھے۔ شکل وشباہت کے لحاظ سے بہت خوبصورت تھے۔ چہرہ بارعب تھا۔ تلاوتِ قرآنِ پاک بڑی خوش الحانی سے کرتے تھے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہٗ سے عشق کے درجہ تک محبت تھی۔ ہر وقت تبلیغ آپ کا مشغلہ تھا۔

تبلیغ کے سلسلہ میں بالکل نڈر تھے اور بڑی دلیری سے اپنے موقف کو پیش فرماتے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کا وسیع مطالعہ تھا۔ اس لئے ہر مسئلہ کو حضور علیہ السلام کی کتابوں کی روشنی میں ایسی آسانی اور زود فہم طریقہ سے حل فرماتے تھے کہ سامعین کی سمجھ میں آجاتا تھا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا فارسی کلام (درِّثمین فارسی) تقریبًا زبانی یاد تھا اور ہر موقع پر حضور کے فارسی کلام کو پیش فرماتے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی فارسی درِّثمین میں جب اسلام کے ضعف اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر غیر کے حملوں کا ذکر آتا، تو آبدیدہ ہو جاتے تھے۔ حضور کے شعر ؎

بے کسے شد دینِ احمد ہیچ خویش و یار نیست ؛ ہر کسے در کارِ خود با دینِ احمد کار نیست

کو گھر میں نہایت خوش الحانی سے پڑھتے، تو آنکھیں تر ہو جاتیں۔ احمدیت ہی آپ کا اوڑھنا بچھونا تھا۔ فرماتے۔ اگر کوئی مجھ سے پوچھے کہ دو اور دو کتنے ہوتے ہیں؟ تو میرا جواب ہوگا چار احمدی۔ فرماتے تھے۔ احمدیت ہی میری زندگی اور احمدیت ہی میرا سرمایہ ہے۔ آپ احمدیت کی عملی تفسیر تھے۔

اپنے غیر احمدی بھائیوں کے متعلق فرماتے تھے کہ یہ بھی میرے بھائی ہیں، لیکن میرے حقیقی بھائی تو احمدی احباب ہیں۔ احمدی احباب سے بہت محبت کرتے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے اتنا عشق تھا کہ اگر کوئی احمدی دوست دورانِ گفتگو صرف لفظ "مسیح موعود" کہہ دیتا، تو آپ اس احمدی دوست سے فرماتے۔ پُورا فقرہ "حضرت مسیح موعود علیہ السلام" کہا کریں، صرف "مسیح موعود" مت کہیں۔ حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مسیح موعودؑ کو سلام بھیجا ہے اور آپ صرف مسیح موعود کہہ کر بات ختم کر دیتے ہیں۔ پھر فرماتے حضور اقدس خُدا کے نبی اور رسول ہیں، کوئی معمولی انسان نہیں ہیں۔ لہٰذا ان کا نام ان پر درود وسلام بھیجے بغیر نہ لیا جائے۔

آپ کا معمول تھا کہ اگر دورانِ گفتگو بیسیوں دفعہ مسیح موعود علیہ السلام کا ذکر آتا تو بیسیوں دفعہ ہی "مسیح موعود علیہ السلام" ہی فرماتے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے عشقِ مسیح موعود علیہ السلام اور عشقِ خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہٗ کو ایسا نوازا کہ اس برکت کے سلسلہ میں آپ کے ایک پوتے یعنی خاکسار کے لڑکے ڈاکٹر حامد اللہ خاں کا رشتہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پوتی حضرت میاں ڈاکٹر منور احمد صاحب کی اکلوتی بیٹی سیّدہ امۃ الحئی سے کروا دیا اور اس طرح سے خاندانِ مسیح موعود علیہ السلام سے آپ کو منسلک کر دیا۔ اور اسی طرح سے حضرت مولوی صاحب کے دوسرے پوتے یعنی خاکسار کے چھوٹے بیٹے حبیب اللہ کی شادی عزیزہ ماہم سلمہا

سے ہوئی ہے جو حضرت نواب امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ دام ظلہا کی پوتی اور حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ کی نواسی ہیں ۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ ثُمَّ الْحَمْدُ لِلّٰہِ ۔

خدا تعالیٰ آپ کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے اور ہم پسماندگان کو ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے ۔

خاکسار عبدالسلام

خاندانی تعارف

آپ کا اسمِ گرامی محمد الیاس تھا ۔ والد صاحب کا نام حاجی عبداللہ صاحب تھا اور قومیت افغان یوسف زئی تھی اور قبیلہ مُلک خیل تھا ۔ آپ کا اصل وطن یار حسین تحصیل صوابی ضلع مردان تھا ۔ آپ کے پردادا کو جو ایک متمول زمیندار تھے ، ملکی جرگہ کے فیصلہ کے بموجب (جبکہ خاندان میں کچھ قتل ہو گئے تھے اور ابھی انگریزوں کی عملداری شروع نہیں ہوئی تھی) یار حسین سے ملک بدر کر دیا گیا ۔ آپ کا خاندان یار حسین سے ہجرت کے بعد فوزی علاقہ ہمند (قبائلی آزاد علاقہ) آکر آباد ہو گیا ۔ آپ کے دادا خیالے بابا کچھ عرصہ بعد اپنے تمام افرادِ خاندان کو لے کر حجاز (عرب) چلے گئے اور وہیں پر مستقل آباد ہو گئے ۔ آپ کے والد حاجی عبداللہ صاحب کا چونکہ چارسدہ میں رشتہ طے پا گیا تھا ، اس لئے آپ کے والد صاحب حجاز سے واپس آئے اور شادی کرنے کے بعد چارسدہ ہی میں آباد ہو گئے ۔ آپ کے والد صاحب نے بعد میں ایک اور شادی بھی کی جو اُن کے کسی عزیز کی بیوہ تھی ۔ دوسری بیوی سے حاجی صاحب کے پانچ لڑکے اور ایک لڑکی تھی ۔ اپنی والدہ سے صرف آپ دو بھائی اور ایک بہن تھی ۔ بڑے بھائی مولوی رحمان الدین صاحب مرحوم تھے ۔ بہن کا نام زرجان بی بی تھا ۔ مولوی رحمان الدین صاحب اہلِ قرآن تھے ۔ آپ کے

والد صاحب دوسری شادی کرنے کے بعد عملاً دوسری بیوی کے پاس رہنے لگے ۔ حضرت مولوی صاحب اور آپ کے بڑے بھائی صاحب اپنی والدہ کے پاس چارسدہ میں رہتے تھے ۔ آپ کے والد صاحب پشتو اور عربی میں تحریر کر سکتے تھے اور عربی زبان صاف بولتے تھے ۔

مولوی رحمان الدین صاحب گو عمر میں آپ سے بڑے تھے مگر آپ کے تقدس اور نیکی کی وجہ سے آپ کا بڑا لحاظ کرتے تھے ۔ دونوں بھائیوں کی جب بھی ملاقات ہوتی ۔ تو موضوع قرآنِ پاک اور صداقت مسیح موعود ہی ہوتا ۔ نماز کے وقت مولوی رحمان الدین صاحب باوجود احمدیت کے شدید مخالف ہونے کے حضرت مولوی صاحب کی اقتداء میں نماز پڑھتے ۔ جب کوئی شخص مولوی رحمان الدین صاحب پر اعتراض کرتا کہ تم تو ایک قادیانی کی اقتدا میں نماز پڑھتے ہو ، تو وہ جواب دیتے کہ محمد الیاس کی نیکی ، تقویٰ اور پاک زندگی کی اقتدا میں میں نماز پڑھتا ہوں ۔ تم مجھے اس جیسا نیک آدمی دوسرے مسلمانوں میں تو دکھاؤ ؟

دونوں بھائیوں میں بڑی محبت تھی مولوی رحمان الدین صاحب جب بھی حضرت مولوی صاحب کو خط لکھتے تو لفافہ پر نورِ چشم محمد الیاس لکھتے ۔ ایک دفعہ قادیان میں حضرت مولوی صاحب جلسہ سالانہ کے موقع پہ حضرت ڈاکٹر عبداللہ خان صاحب آف کوئٹہ کے گھر دار البرکات میں ٹھہرے تھے ڈاکیا ایک خط لایا اور ڈاکٹر صاحب سے کہنے لگا آپ کے ہاں کوئی بچہ نورِ چشم محمد الیاس آیا ہے انکا ایک رجسٹری خط ہے ، تو ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ یہ بابا نورِ چشم محمد الیاس بیٹھے ہیں تو تمام مجمع کشتِ زعفران ہو گیا ۔

حُلیہ

آپ کا قد موزوں لمبا تھا گھنی سفید داڑھی تھی ۔ سُرخ و سفید نورانی چہرہ تھا ۔

سفید ململ کا عمامہ بغیر کلف اور بغیر کلاہ کے ، جیسے کہ افغانستان کے علماء سر پر باندھتے ہیں ۔ باندھتے تھے ۔ اور گلا بند صدری زیب تن کرتے تھے ۔ پاؤں میں پشاور کی سادہ جوتی ہوتی تھی اور ہاتھ میں عصا ہوتا تھا ۔

گرمیوں میں سفید لٹھے کی چادر کندھوں کے گرد لپیٹا کرتے تھے اور سردی میں گرم کھلا چترالی چغہ پہنتے تھے ۔ چہرہ بہت بارعب تھا ۔ آواز بہت صاف اور تلفظ بہت صحیح ہوتا تھا ۔ جسم مضبوط اور بھرا ہُوا تھا ۔ بینائی اخیر وقت تک ٹھیک رہی ۔ عینک کا استعمال کبھی نہیں کیا ۔ آخر عمر میں چاند کی روشنی میں اخبار اور کتاب پڑھ لیتے تھے ۔ چال میانہ مگر پُر وقار تھی ۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو لحنِ داؤدی عطا کیا تھا ۔ قرآن پاک کی تلاوت اتنی خوش الحانی سے فرماتے تھے کہ لوگ آپ کی تلاوت کے منتظر رہتے تھے ۔ پشتو آپ کی مادری زبان تھی ، مگر اُردو اور فارسی میں بھی گفتگو کرنے کی صلاحیت رکھتے تھے ۔ عام پٹھان عموماً اُردو بولتے ہُوئے تذکیر و تانیث کی غلطی کر جاتے ہیں ، مگر حضرت مولوی صاحب بہت صحیح اُردو بولتے تھے ۔

آپ ایک اچھے تیراک اور مانے ہُوئے پہلوان بھی تھے ۔ فرماتے تھے آج تک کسی نے میری پشت زمین پر نہیں لگائی ۔ اللہ تعالیٰ نے طاقت بھی کافی دی تھی آپ نوجوانی میں روپیہ دو انگلیوں میں رکھ کر انگوٹھے کے زور سے توڑ ڈالتے تھے : تانبے کے ڈبل پیسے کو دو انگلیوں میں رکھ کر انگوٹھے کے زور سے ٹیڑھا کر دیتے تھے ۔

والدہ صاحبہ فرماتی ہیں کہ جب کبھی ہم حضرت مولوی صاحب سے گھر کے اخراجات کے لئے پیسے مانگتے تو کبھی کبھی ازراہِ مذاق صدری کے جیب میں ہاتھ ڈال کر جیب میں ہی سکّے کو ٹیڑھا کر کے دے دیتے جس کو ہم بعد میں پتھر کے

زور سے سیدھا کرتے ۔

آپ چارسدہ میں مدرس تھے ۔ چارسدہ سے ہجرت کے ۲۵ سال بعد چارسدہ آئے تو چارسدہ سکول میں ایک بڑا پتھر پڑا تھا ۔ چپڑاسی سے پوچھا کہ یہ پتھر کیسے یہاں پڑا ہے ؟ تو چپڑاسی نے کہا کہ یہاں پر ایک مدرس محمد الیاس نام ہوتے تھے ، وہ اس پتھر کو اپنے داہنے ہاتھ پر رکھ کر اُٹھا لیتے تھے ۔ اسکے بعد پھر کسی کو ہمت نہیں ہوئی کہ اس پتھر کو اپنی جگہ سے ہٹا سکے ۔ حضرت مولوی صاحب نے اسی وقت اس پتھر کو اُٹھایا مگر پُورا نہ اُٹھا سکے ۔ کیونکہ اسوقت آپ کی عمر ۶۰ سال کے قریب تھی اور چپڑاسی کو بتلایا کہ وہ محمد الیاس مَیں ہوں ۔

حضرت قاضی محمد یوسف رضی اللہ عنہٗ امیر جماعت ہائے احمدیہ صوبہ سرحد بیان فرماتے تھے ۔ جب مَیں پانچویں چھٹی جماعت میں ایڈورڈ مشن سکول پشاور میں طالب علم تھا ۔ حضرت مولوی صاحب اپنے سکول کے لڑکوں کے ساتھ ڈسٹرکٹ ٹورنامنٹوں میں آتے تھے ۔ کوئی شخص گولا پھینکنے میں مولوی صاحب کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا ۔ اور اسی طرح رسہ کشی میں جس طرف مولوی صاحب ہوتے تھے وہ فریق منٹوں میں رسہ اپنی طرف کھینچ لیتا تھا ۔ مولوی صاحب کا وجود بہت مضبوط اور سڈول تھا اور بہت بارعب تھا ۔ قاضی صاحب فرماتے تھے کہ ہم سکول کے لڑکے حضرت مولوی صاحب کے اِرد گرد جمع ہو کر مولوی صاحب کے چہرہ اور جسم کو دیکھتے کہ کتنا بڑا پہلوان استاد ہے اور چارسدہ کے لڑکے اپنے استاد مولوی محمد الیاس صاحب پر فخر کرتے تھے ۔ حضرت مولوی صاحب فرماتے تھے کہ تمام عمر کسی پہلوان نے مجھے نیچے نہیں گرایا ۔

ایک دفعہ مَیں نے پوچھا کیا آپ کوئی خاص غذا کھاتے ہیں ۔ فرمانے لگے : نہیں ۔ عام سادہ غذا کھاتا ہوں البتہ کبھی کبھی دودھ میں جلیبیاں ابال کر کھاتا ہوں ۔

مستونگ میں ایک مضبوط تندرست شخص مخبوط الحواس تھا۔ ہر شخص کو گریبان سے پکڑ کر روپیہ مانگا کرتا تھا۔ ایک دفعہ کسی شخص نے اس کو کہا کہ ہم تم کو جب بہادر مانیں گے کہ وہ مولوی صاحب جا رہے ہیں ان سے اسی طرح زبردستی روپیہ مانگو۔ وہ دیوانہ دوڑتا ہوا مولوی صاحب کے پاس آیا اور آپ کا چغہ پکڑ کر آپ سے روپیہ مانگنے لگا۔ مولوی صاحب نے اس کو بازو سے پکڑا اور قدرے زور دیا تو وہ بھاگتا ہوا گیا اور اس کے بازو سے خون جاری تھا اس کے بعد اس دیوانہ کو اگر کوئی کہتا کہ مولوی صاحب سے روپیہ مانگو، تو وہ دونوں ہاتھ کانوں کو لگا کر کہتا۔ میری توبہ۔

ایک دفعہ مستونگ میں ڈاک لے جانے والی ڈاج گاڑی (منی بس) کھڑی تھی۔ مولوی صاحب نے مذاقاً اسکی پچھلی زنجیر پکڑ لی۔ ڈرائیور نے بس کو سٹارٹ کیا۔ مگر بس ایک قدم بھی آگے نہ چلی۔ ڈرائیور حیران ہو کر نیچے اترا تو دیکھا کہ مولوی صاحب نے بس کی زنجیر کو مضبوطی سے پکڑا ہوا ہے جس کی وجہ سے بس ہل نہیں رہی تھی۔ لوگ یہ تماشا دیکھ کر حیران رہ گئے۔ اس وقت مولوی صاحب کی عمر ۶۰۔۶۵ کے درمیان تھی۔

باحیا اتنے تھے کہ احمدیت قبول کرنے کے بعد چارسدہ کے ایک پٹھان رئیس احمد خاں درانی بھری مجلس میں کہنے لگے اگر میں کبھی کسی قتل کے کیس میں ماخوذ ہو جاؤں اور مجھے ۱۴ سال قید مل جائے تو میں اپنی دونوں بیویوں کو یہ ہدایت کروں گا کہ تم میرے قید سے واپس آنے تک محمد الیاس کے گھر رہو، کیونکہ وہ بہت باعصمت ہے اور عورتوں کو دیکھتا تک نہیں۔ اور تم لوگ کہتے ہو کہ محمد الیاس قادیانی ہو گیا ہے، کافر ہو گیا ہے، اس سے بہتر مسلمان تو میں نے دیکھا نہیں۔

تعلیم اور ابتدائی پرورش

آپ کے والد صاحب عملاً آپ کی والدہ صاحبہ سے علیحدگی اختیار کر چکے تھے۔ اور آپ کی والدہ صاحبہ بہت تنگدستی میں گزارہ کرتی تھیں۔ اس لئے آپ اعلیٰ تعلیم سے محروم رہے۔ انگریزوں کی عملداری میں جب پہلی بار چارسدہ میں سکول کھلا تو آپ کی والدہ صاحبہ نے دونوں بھائیوں کو سکول میں داخل کرا دیا۔ آپ فرماتے تھے کہ سکول کے داخلے کے وقت میری عمر اٹھارہ بیس سال تھی۔ مگر چونکہ انگریزوں کی عملداری میں سکول کی ابتدا تھی اس لئے بڑی عمر کے لڑکوں کو بھی لے لیتے تھے۔

سکول میں داخلے کے بعد آپ نے چار سال میں لوئر مڈل سکول کا امتحان اعلیٰ نمبروں سے پاس کیا۔ سکول میں آپ کی قابلیت کی وجہ سے دو روپیہ ماہوار وظیفہ مقرر ہوا۔ اور اسی طرح سے دو روپیہ ماہوار آپ کے بڑے بھائی صاحب کا وظیفہ مقرر رہا۔ ان وظائف سے گھر کا گزارا اچھا چلنے لگا۔ کیونکہ ان دنوں بہت ارزانی تھی۔

غالباً ۱۸۹۵ء میں جب آپ نے لوئر مڈل کا امتحان نمایاں طور سے پاس کیا تو آپ وظیفہ حاصل کر کے راولپنڈی نارمل سکول میں داخل ہوئے۔ آپ فرماتے تھے کہ نارمل سکول میں ہمارا پرنسپل ایک ہندو رام بھیج ایم۔ اے تھا جس کو فارسی اور عربی پر بڑا عبور حاصل تھا۔ شمالی پنجاب میں بشمول صوبہ سرحد صرف یہی ایک نارمل سکول تھا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل نے بھی اسی راولپنڈی نارمل سکول سے امتحان پاس کیا تھا۔

ایک سال میں نارمل سکول کا سرٹیفکیٹ لے کر آپ چارسدہ آئے اور

آپ کو چارسدہ ہی میں پرائمری سکول میں مدرس مقرر کیا گیا ۔ اس وقت آپ کی تنخواہ چھ روپیہ ماہوار مقرر ہوئی ۔ آپ فرماتے تھے کہ یہ چھ روپے اتنے کافی تھے کہ مَیں دو روپیہ اپنے والد صاحب کو دیتا تھا ۔ گھر کا خرچ چلانے کے بعد بھی ماہوار کچھ بچ جاتا تھا ۔

قرآن پاک باترجمہ آپ نے اپنے گاؤں کے امام مسجد "بادیرو ملّا صاحب" سے پڑھا ۔ آپ فرماتے تھے کہ بادیرو ملّا صاحب بہت نیک اور متقی انسان تھے ۔ وہ بہت قانع تھے ۔ انہیں قرآن پاک سے عشق تھا ۔ آپ فرماتے تھے کہ اگر ملّا صاحب سوئے ہوئے ہوتے تھے اور کوئی ان کے قریب قرآن پاک پڑھتا تو وہ سوتے ہوئے ترجمہ شروع کر دیتے تھے ۔ جب جاگ اُٹھتے اور شاگرد کہتے آپ نے سوتے ہُوئے بھی ہمیں قرآن پاک پڑھایا ہے ، تو فرماتے کہ مجھے علم نہیں مَیں تو سویا ہُوا تھا ۔

ان کے تقویٰ کا ایک واقعہ حضرت مولوی صاحب بیان فرماتے تھے کہ ایک دن ملّا صاحب چارسدہ سے پشاور جانے لگے ۱۸ میل کا فاصلہ تھا اور یہ سفر پیدل طے ہوتا تھا ۔ کیونکہ ان دنوں ٹانگوں وغیرہ کا رواج نہیں تھا ۔ نصف راہ جب طے کی تو راستے میں ایک گٹھڑی پڑی ہوئی ملی جس میں کچھ روپے تھے ۔ ملّا صاحب گٹھڑی کو لے کر سامنے ایک درخت کے نیچے اس انتظار میں بیٹھ گئے کہ جس کی گٹھڑی ہو اس کو دے دیں ۔ دوسرے دن شام کے قریب ملّا صاحب نے دیکھا کہ ایک شخص حیران پریشان اِدھر اُدھر دیکھ رہا ہے جیسے کہ اس کو کسی چیز کی تلاش ہے ۔ ملّا صاحب نے اس سے پوچھا کیا بات ہے ؟ تو اس شخص نے کہا مَیں تاجر ہوں ۔ چارسدہ گھی بیچ کر واپس پشاور جا رہا تھا ۔ گدھے پر ایک طرف روپوں کی گٹھڑی رکھی اور دوسری طرف وزن برابر رکھنے کے لئے

پتھر رکھے ۔ راستے میں دو گدھوں کی آپس میں لڑائی ہو گئی ۔ گھر جا کر دیکھا تو گٹھڑی غائب تھی ۔ کہیں گر گئی ہے ۔ اس کی تلاش میں نکلا ہوں ۔ ملّا صاحب نے اس تاجر سے گٹھڑی کی نشانی پوچھی ۔ نشانی صحیح بتلانے پر ملّا صاحب نے روپوں کی گٹھڑی تاجر کے حوالے کی اور خود تین وقت کے بھوکے چارسدہ آئے ۔ تاجر نے کچھ انعام دینا چاہا ، مگر ملّا صاحب نے لینے سے انکار کر دیا ۔

انہی ملّا صاحب کا دوسرا واقعہ حضرت مولوی صاحب بیان فرمایا کرتے تھے ۔ کہ ایک دفعہ چارسدہ کے تحصیلدار صاحب نے دعوت کی جس میں ملّا صاحب بھی مدعو تھے ۔ ملّا صاحب نے دعوت میں صرف سوکھی روٹی کھائی اور کچھ نہ کھایا ۔ مولوی صاحب فرماتے تھے کہ جب مَیں نے ملّا صاحب سے دعوت کے بعد اس کی وجہ پوچھی ، تو کہنے لگے کہ تحصیلدار کی آمدن عموماً حرام کی ہوتی ہے ۔ اس لئے مَیں نے سوکھی روٹی کھائی کہ یہ تو اس کی حلال کی تنخواہ سے ہوگی ۔

حضرت مولوی صاحب فرماتے تھے کہ ایسا متقی انسان مَیں نے سوائے احمدیوں کے اور کہیں نہیں دیکھا ۔ الغرض آپ عجیب انسان تھے بہت خوش الحان اور قانع تھے ۔ صرف و نحو آپ نے اپنے محلہ کے ایک بزرگ اور رئیس خان غلام محمد خان درانی سے پڑھی ۔ خان غلام محمد خان درانی ذی علم انسان تھے ۔ عربی و فارسی اور اُردو پر بڑا عبور حاصل تھا ۔ انگریزوں کے ابتدائی زمانہ میں چیف محرر یعنی ڈسٹرکٹ انسپکٹر آف سکولز تھے ۔ خان صاحب نے مسدس حالی کا منظوم ترجمہ پشتو زبان میں کیا ، جو بہت مقبول ہے ۔

خان صاحب چونکہ ایک ذی علم انسان تھے اس لئے ان کے گھر یعنی مردانہ بیٹھک میں علمی لوگ موجود رہتے اور ہر وقت کسی نہ کسی علمی مسئلہ پر بحث چھڑی رہتی تھی ۔ خان صاحب اہلِ قرآن تھے اور ہر مسئلہ کو قرآن پاک سے حل کرنے کی

کوشش کرتے تھے۔ مولوی صاحب فرماتے تھے کہ ان بحث مباحثوں کی وجہ سے میں بھی اہلِ قرآن ہو گیا۔ اور چونکہ ہر مسئلہ قرآن پاک سے حل کرنے کی کوشش ہوتی تھی اس کی وجہ سے مجھے تقریباً قرآن پاک زبانی یاد ہو گیا۔ اور میں بھی مباحثوں میں خوب حصہ لیتا۔ اگرچہ بعد میں ایک رؤیا کی بناء پر میں نے ہر قسم کے مباحثوں سے کنارہ کشی اختیار کرلی۔

آپ فرماتے تھے کہ خان غلام محمد خاں صاحب کا ایک چھوٹا بھائی تھا جو اسّی سال کی عمر کا ہو کر فوت ہو گیا۔ قبرستان میں جب قبر تیار ہو گئی تو پہلے غلام محمد خاں لحد کے اندر داخل ہوئے۔ لیٹ گئے اور پھر اُٹھ کر باہر آئے اور فرمایا کہ ولی محمد کو اب دفن کرلو۔ حضرت مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ جب ولی محمد خان کو دفن کرنے لگے تو مجھ سے فرمایا۔ محمد الیاس ولی محمد کو تو دفن کر رہے ہیں، تم اس بارہ میں کیا کہتے ہو؟ مولوی صاحب فرماتے ہیں:-

میں نے کہا اس وقت کسی کا شعر یاد آرہا ہے، جو یہ ہے ؎

برقبرِ کسے رفتم و پرسیدم چونی
گفتہ احوال چہ پُرسی چو بیائی دانی

میرا کسی کی قبر پر گزر ہوا اور میں نے اُس سے پوچھا کیا حال ہے؟ اُس نے جواب دیا۔ احوال کیا پوچھتے ہو، جب آجاؤ گے تو سب کچھ معلوم ہو جائے گا اس پر خاں صاحب فرمانے لگے: اچھا محمد الیاس! اگر کچھ ہوا تو میں تم کو بتلا دوں گا۔

بھائی کی وفات کے چوتھے دن خان محمد خان بھی بھائی کے فراق میں فوت ہو گئے اور ان کو بھی بھائی کے پہلو میں دفن کر دیا گیا۔

مولوی صاحب فرماتے تھے کہ غلام محمد خاں کی وفات کے بعد میں نے خواب

میں دیکھا: میں سکول سے چھٹی ہونے پر گھر جا رہا ہوں۔ راستے میں ایک مسجد پڑتی ہے۔ دیکھا کہ غلام محمد خاں وہاں پر میرا انتظار فرما رہے ہیں۔ مجھے دیکھ کر فرمانے لگے کہ روز تم دیر سے آتے ہو کبھی بھی وقت سے نہیں آئے۔ میں نے کہا کہ خاں صاحب آپ تو وفات پا چکے تھے ہم آپ کو دفن کر آئے تھے۔ آپ یہاں پر کیسے آئے ہیں؟ تو فرمانے لگے میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ اگر کچھ ہوا تو میں تم کو بتلا دوں گا۔ سنو، سنو! جب تم لوگ دفن کر کے گھر چلے گئے، تو دو فرشتوں نے پکڑ کر مجھے خدا تعالیٰ کے حضور پیش کیا اور دو بڑی بڑی کتابیں ان فرشتوں کی بغلوں میں تھیں۔ میں خوش تھا کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے اپنی ہستی کے دلائل پوچھے گا، تو میں قرآن سے دلائل پر دلائل دینے شروع کروں گا۔ فرمانے لگے کہ میری حیرت کی انتہا نہ رہی جب اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے پوچھا کہ اس کا اعمال نامہ پیش کرو۔ کیا دنیا میں کوئی نیک کام اس نے کئے ہیں؟ فرشتوں نے ان کتابوں کے صفحات کو جو ان کی بغل میں تھیں جلد جلد اُلٹنا شروع کیا اور کہا جلّ جلالہٗ کوئی نیک عمل نہیں ہے۔ میں غم کی وجہ سے نڈھال ہو گیا اور پسینہ پسینہ ہو گیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ جب یہ چیف محرر تھا تو از راہ ترحم اس نے دو یتیم لڑکوں کا ڈیرہ اسمٰعیل خاں میں وظیفہ لگایا تھا۔ فرشتوں نے پھر کتاب کے صفحے اُلٹے اور فرمایا جل جلالہٗ ٹھیک ہے۔ اس نے دو لڑکوں کا وظیفہ لگایا تھا اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے اس کو اس کے اس فعل پر بخش دیا ہے۔ اس کو جنت میں لے جاؤ۔ اب مجھے ایک بنگلہ ملا ہے جس میں خوبصورت پھول ہیں اور مجھے معلوم نہیں کہ میرا بھائی کہاں پر ہے؟ اور پھر کہنے لگے۔ محمد الیاس بحث سے کام کم لو، عمل پر زور دو۔ وہاں پر بحث مباحثہ نہیں پوچھا جاتا، عمل کا پوچھا جاتا ہے۔ نیک اعمال پر زور دو تا کہ بخشش کا سامان پیدا ہو اور خاص کر

مخلوقِ عالم پر رحم کرو۔ حضرت مولوی صاحب فرماتے تھے کہ اس رؤیا کے بعد میں
نے مباحثوں سے کلی طور پر اجتناب اختیار کیا۔ یہ رؤیا اس وقت کی ہے
جبکہ آپ ابھی احمدی نہیں ہوئے تھے۔ آپ فرماتے تھے کہ اس رؤیا کے بعد میں
نے قرآن پاک کا مطالعہ برائے عمل شروع کیا اور اس سے مجھے بہت فائدہ ہوا۔
اور اسی وجہ سے مجھے احمدیت جیسی نعمت نصیب ہوئی۔

آپ فرماتے تھے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا اتنا بڑا احسان ہے کہ اگر میرے جسم کے
ہر بال کے ہر ذرّہ کو گویائی مل جائے تو بھی میں اللہ تعالیٰ کے احسانات کا شکر
ادا نہیں کر سکتا۔ کہ اس نے محض اپنے فضل وکرم سے مامورِ زمانہ کو پہچاننے
کی توفیق عطا فرمائی۔ لیکن اس بات کا افسوس تھا کہ ایک سال کی تاخیر ہوگئی۔ میں
نے ۱۹۰۹ء میں بیعت کی اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دیدار سے سرفراز
نہ ہوا۔ فرماتے تھے ؎

ایں سعادت بزورِ بازو نیست ؎ تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

آپ فرماتے تھے کہ میں ابتدا سے اپنے والد صاحب کا بہت احترام کیا کرتا
تھا۔ احمدیت قبول کرنے کے بعد جب ان کے والد صاحب مخالفوں کے ساتھ
مل کر احمدیت کے سخت مخالف ہوئے، تو بھی بدستور میں ان کا ویسا ہی ادب و
احترام کرتا جیسے پہلے کیا کرتا تھا اور اپنی تنخواہ سے ماہوار کچھ نہ کچھ ان کی خدمت
میں پیش کرتا۔ فرماتے تھے کہ میری والدہ صاحبہ میرے قبولِ احمدیت سے پہلے
وفات پا گئیں۔ آپ فرماتے تھے۔ میری والدہ صاحبہ بہت نیک اور تہجد گزار
تھیں۔

ہماری والدہ صاحبہ فرماتی ہیں کہ میرا چھوٹا بچہ عبدالقیوم ابھی چھوٹا تھا۔ اس
کے لئے میں نے حلوہ پکایا۔ مولوی صاحب کی والدہ صاحبہ جائے نماز پر بیٹھی ظہر کی

نماز پڑھنے کی تیاری کر رہی تھیں۔ عبدالقیوم سے از راہِ مذاق فرمایا۔ مجھے کھانے
کو حلوہ دو گے؟ تو عبدالقیوم نے کہا نہیں۔ والدہ صاحبہ فرماتی ہیں کہ میں چولہے پر
بیٹھی کھانا تیار کر رہی تھی، دیکھا کہ مولوی صاحب کی والدہ صاحبہ بیٹھی بیٹھی گر گئیں۔
میں دوڑی دوڑی گئی اور کہا کہ بچے کی اتنی سی بات سے آپ ناراض ہو گئیں، مگر
وہ تو حرکت قلب بند ہو جانے کی وجہ سے اپنے خدا سے جا ملی تھیں۔ حضرت
مولوی صاحب کو والدہ صاحبہ کی وفات کا بڑا رنج ہوا۔ حضرت مولوی صاحب کے اثر و رسوخ کی وجہ سے
والدہ صاحبہ کا بہت بڑا جنازہ ہوا۔ ہزاروں لوگ جنازہ میں آئے۔ اس پر حضرت مولوی صاحب کے والد صاحب
کہنے لگے: کاش! میرا جنازہ بھی محمد الیاس کی موجودگی میں ہو اور اتنے بڑے
مجمع میں میرا جنازہ ہو اور کافی لوگ میرا جنازہ پڑھیں۔

قبولِ احمدیت

حضرت مولوی صاحب کا تبادلہ بطور مدرس چارسدہ سے اسماعیلہ
تحصیل صوابی ہو گیا۔ ۱۹۰۳ء میں خانزادہ امیر اللہ خاں صاحب جناب مولانا
غلام حسن خاں صاحب مرحوم رضی اللہ عنہٗ رئیس پشاور اور جناب قاضی محمد یوسف صاحب
رضی اللہ عنہٗ کی صحبت میں بیٹھنے کی وجہ سے احمدی ہو گئے تھے۔ پشاور میں جناب
خان بہادر مولانا غلام حسن خاں صاحب کے مکان پر درسِ قرآن ہوتا تھا۔ جس میں
قاضی صاحب بھی شامل ہوتے تھے۔ اور خان امیر اللہ خان بھی قاضی صاحب کی
وجہ سے شامل ہوتے تھے۔ حضرت مولانا غلام حسن صاحب حضرت مسیح موعود علیہ السلام
کے صحابی تھے اور حضرت قمر الانبیاء مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے
خسر تھے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہٗ کے زمانہ میں خلافت سے وابستہ
رہے۔ مگر خلافتِ ثانیہ کے زمانہ میں غیر مبائعین کے ساتھ مل گئے۔ آخر عمر میں حضرت

قاضی صاحب اور حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ کی تحریک پر دوبارہ خلافت سے وابستہ ہوئے اور اب مقبرہ بہشتی قادیان میں محوِ خواب ہیں۔ ان کا دسترخوان بہت وسیع تھا۔ خان امیر اللہ خان صرف پرائمری پاس تھے مگر صالح دل و دماغ رکھتے تھے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں بیعت کر کے داخل احمدیت ہوئے، بہت نیک اور پارسا انسان تھے۔ خانزادہ صاحب ایک بیماری کی وجہ سے علاج کے لئے قاضی صاحب کے پاس ٹھہرے ہوئے تھے۔ تندرست ہونے کے بعد جب خانزادہ صاحب اپنے گاؤں اسماعیلہ گئے تو انہوں نے اپنے نام الحکم، بدر اور ریویو آف ریلیجنز جاری کرائے اور چونکہ گاؤں کی ڈاک کا انتظام سکول کے ذریعے تھا اس لئے حضرت مولوی صاحب ان اخبارات کو پڑھتے اور نیک اثر لیتے رہے۔

انہی دنوں خان محمد اکبر خاں۔ خان آف اسماعیلہ کی بیوی فوت ہو گئی جو خانزادہ امیر اللہ خان کی ہمشیرہ تھیں۔ نمازِ جنازہ میں خانزادہ صاحب بھی شامل ہوئے۔ امام جو جنازہ پڑھانے والا تھا اُس نے جب پیچھے مڑ کر دیکھا تو خانزادہ صاحب کو جنازہ میں کھڑا دیکھا تو انہیں جنازہ کی صف سے نکال دیا کہ تم قادیانی کافر ہو۔ جنازہ میں شامل نہیں ہو سکتے۔ اس واقعہ کی وجہ سے دونوں خاندانوں یعنی محمد اکبر خاں اور خانزادہ صاحب کو بہت دُکھ ہُوا۔ خان محمد اکبر خان نے ایک مناظرہ کا انتظام کیا۔ تاکہ معلوم کر سکیں کہ کون راستی پر ہے۔ احمدیوں کی طرف سے میاں محمد یوسف صاحب رضی اللہ عنہ امیر جماعتِ احمدیہ مردان تھے یہ وہی میاں محمد یوسف ہیں جن کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی کتابوں میں منشی محمد یوسف لکھا ہے جو مُدّ ضلع امرتسر کے مناظرہ مابین حضرت مولوی سرور شاہ صاحب رضی اللہ عنہ اور مولوی ثناء اللہ امرتسری ہُوا تھا کے بانی

تھے۔ میاں صاحب ابتدائی صحابہؓ میں سے تھے۔ غیر احمدیوں کی طرف سے مناظر مولوی قطب شاہ تھے جو موضع تورو ضلع مردان کے رہنے والے تھے۔ اور اسلامیہ کالج پشاور میں تھیالوجی کے ڈین تھے اور ڈین صاحب کے لقب سے ہی مشہور تھے۔ خان محمد اکبر خان نے حضرت مولوی صاحب کو اس مناظرہ کا سرپنچ مقرر کیا۔

حضرت مولوی صاحب فرماتے تھے کہ حضرت میاں محمد یوسف صاحب کے پاس ایک چھوٹی سی حمائل شریف تھی، جس سے وہ پڑھ پڑھ کر وفات مسیح کے حوالے پیش کیا کرتے تھے اور دوسری طرف غیر احمدی مُلّاؤں نے گدھوں پر کافی کتابوں کا ڈھیر لاد کر جمع کیا تھا۔ مگر قرآنی دلائل کے سامنے غیر احمدی مولوی کی کچھ بھی پیش نہ جاتی تھی۔ مولوی صاحب فرماتے تھے کہ مَیں نے سٹیج کے پیچھے سے یہ سُنا کہ کوئی کہہ رہا ہے کہ قادیانی مولوی کے پاس چھوٹی سی کتاب ہے جس سے حوالے دے دے کر وہ ہمارے مولوی کو چپ کرا رہا ہے۔ کوئی شخص جائے اور قادیانی مولوی سے یہ کتاب چھین لے تاکہ قادیانی مولوی بے بس ہو جائے۔ تین دن تک یہ مناظرہ جاری رہا۔

مولوی صاحب فرماتے تھے کہ تیسرے دن مَیں نے سُنا کہ غیر احمدی مولوی نے مشورہ کیا کہ قادیانی چند آدمی ہیں ان پر حملہ کرو، کفر کا فتویٰ لگاؤ اور ان کو ختم کرو ورنہ ہمارے مولوی رسوا ہو جائیں گے۔ ان کے پاس کوئی جواب نہیں ہے۔ مولوی صاحب فرماتے تھے جب مَیں نے یہ واقعات سُنے تو مَیں نے خان محمد اکبر خاں کو علیحدہ کر کے سب واقعات بتا دیئے اور ان کو کہا کہ اب فساد ہونے والا ہے اس پر خان محمد اکبر خان سٹیج پر آئے اور کہنے لگے کہ لوگو! ہم نے دونوں طرف کے دلائل سُن لیئے ہیں اور ہم سمجھ گئے ہیں اس لئے مزید بحث

کی ضرورت نہیں ہے۔ کھانا تیار ہے سب لوگ کھانا کھائیں اور اپنے اپنے گھروں کو فوراً چلے جائیں اور ظہر کی نماز اپنے اپنے گاؤں اور محلہ کی مسجدوں میں پڑھیں، اب مناظرہ ختم ہے۔ ان تینوں دن سب کو کھانا محمد اکبر خان کی طرف سے ملتا تھا۔ خان محمد اکبر خان نے یہ بھی انتظام کیا کہ احمدیوں کو بحفاظت مردان پہنچا دیا۔

دورانِ مناظرہ غیر احمدیوں کے مولوی، مولوی قطب شاہ نے اپنی جوتی اتاری اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتاب کشتیٔ نوح سے ناپنے لگا اور کہنے لگا کہ مرزا قادیان کی کشتی سے تو میری جوتی بڑی ہے۔ مرزا صاحب کہتے ہیں جو میری کشتی میں بیٹھ جائے گا وہ بچ جائے گا۔ ان دنوں طاعون کا بھی زور تھا۔ مولوی صاحب فرماتے تھے کہ مولوی قطب شاہ کے اس واقعہ نے مجھ پر بہت بُرا اثر کیا اور میں نے دل میں کہا کہ یہ مولوی کتنے ذلیل انسان ہیں، جو ایسی کمینہ حرکتوں پر اُتر آئے ہیں۔ مولوی صاحب فرماتے تھے کہ اس مناظرہ نے یہ اثر کیا کہ مجھے احمدیت کے قریب کر دیا، بلکہ اللہ تعالیٰ نے یہ مناظرہ میرے سمجھانے کے لیے منعقد کرایا تھا۔ آپ فرماتے تھے باقی سب دلائل کا تو میں قائل ہو گیا، مگر نبوت کا مسئلہ میرے لیے ایک ٹیڑھا مسئلہ تھا۔ اور چونکہ خانزادہ صاحب زیادہ پڑھے لکھے نہ تھے اس لئے مجھے وہ نبوت کا مسئلہ سمجھا نہ سکے۔

اس کے بعد حضرت مولوی صاحب کا تبادلہ پھر چارسدہ ہو گیا۔ چارسدہ میں ایک رئیس میاں محمد زمان احمدی تھے جو بعد میں غیر مبائع ہو گئے تھے۔ انہوں نے حضرت مولوی صاحب سے قرآن پاک باترجمہ پڑھنا شروع کیا۔ ایک دفعہ میاں محمد زمان صاحب مولوی صاحب سے کہنے لگے کہ جو تفسیر آپ بیان کرتے ہیں وہ سب

احمدیوں کی تفسیر ہے۔ آپ احمدی کیوں نہیں ہو جاتے؟ حضرت مولوی صاحب فرماتے ہیں میں نے میاں صاحب سے کہا کہ حضرت مرزا صاحب نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے اور یہ قابلِ قبول نہیں ہے۔ اس پر میاں محمد زمان نے حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہٗ کو خط لکھا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نبوت کے بارہ میں دریافت کیا۔ اس کا جواب حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہٗ نے ایک کارڈ کے ذریعہ دیا اور بہت مختصر جواب تھا۔ "ہاں میرے مرزا نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا۔" حضرت مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ جب کبھی مجھے مردان جانے کا اتفاق ہوتا، تو میں میاں محمد یوسف صاحب سے ضرور ملتا۔ اور ان سے نبوت کے مسئلہ پر بحث کرتا۔ جب یہ مسئلہ صاف ہوا، تو حضرت مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ پہلے تو میں نے بذریعہ خط ۱۹۰۹ء میں بیعت کی اور پھر خود قادیان جا کر حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہٗ کے ہاتھ پر دستی بیعت کی۔ ایک مدّت دراز کے بعد ۱۹۳۵ء کے کوئٹہ کے زلزلہ کے بعد حضرت مولوی صاحب عارضی طور سے بلوچستان سے چارسدہ آ گئے تھے۔

ایک دفعہ حضرت مولوی صاحب اور خاکسار راقم الحروف چارسدہ تحصیل بازار میں جا رہے تھے کہ پیچھے سے آواز آئی "چال تو الیاس استاد کی ہے۔ اگر آپ الیاس استاد ہیں تو ٹھہر جائیں"۔ مولوی صاحب نے مڑ کر دیکھا تو میاں محمد زمان صاحب تھے۔ دونوں ایک مدت مدید کے بعد ملے تھے، خوب بغل گیر ہوئے اور میاں صاحب نے حضرت مولوی صاحب کو اپنے بنگلہ جانے کو کہا جو کہ قریب ہی تھا۔ جب چائے کی میز پر بیٹھے تو دورانِ گفتگو حضرت مولوی صاحب نے میاں صاحب سے حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہٗ کے کارڈ کا ذکر کیا کہ حضور نے مختصر سا جواب دیا ہے کہ "ہاں میرے مرزا نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا"۔ اس

پر میاں صاحب کہنے لگے ۔ مجھے یہ واقعہ یاد نہیں ہے ۔ اب میاں صاحب
غیر مبائع تھے ۔ حضرت مولوی صاحب چائے کی میز سے اُٹھ کھڑے ہُوئے
اور کہا کہ ایسے جھوٹے آدمی کی چائے مَیں نہیں پینا چاہتا ۔ جو ایسے اہم واقعہ
کو چھپاتا ہے ۔ حضرت مولوی صاحب ان کی قیام گاہ سے روانہ ہُوئے ۔ میاں
صاحب نے بہت منت سماجت کی ، مگر حضرت مولوی صاحب نے ان کی چائے
نہ پی اور روانہ ہوگئے ۔

انہی میاں محمد زمان صاحب کے متعلق میرا چشم دید واقعہ ہے ۔ تنگ زئی
چارسدہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک صحابی ملک عادل شاہ
رضی اللہ عنہٗ وفات پاگئے تھے ۔ میاں محمد زمان بھی جنازہ میں شمولیت کے
لئے تنگ زئی گئے تھے ۔ مَیں بھی خان محمد اکرم خان کے ہمراہ گیا ۔ واپسی پر
میاں محمد زمان نے خان صاحب سے کہا کہ وہ ان کے ٹانگہ میں سوار ہوکر چارسدہ
چلیں ۔ میاں صاحب اور خانصاحب ٹانگہ میں آگے بیٹھ گئے اور مَیں پچھلی سیٹ
پر بیٹھ گیا ۔

راستے میں ایک بہت بڑا قبرستان آتا ہے ۔ میاں صاحب نے خانصاحب
سے فرمایا کہ میرے پاس ایک انگریز سیاح کی لکھی ہوئی کتاب ہے ، جس میں
اس نے اس قبرستان کے متعلق ریسرچ کیا ہے کہ یہ کون لوگ تھے ۔ کہاں سے
آئے ، کن کن سے ان کی لڑائیاں ہوئیں اور یہ قبرستان کن کن قوموں کا ہے ؟
میں آپ کو وہ کتاب دوں گا ۔ آپ وہ پڑھیں بہت دلچسپ کتاب ہے خانصاحب
نے فرمایا ۔ اگر آپ مجھے یہ کتاب دے دیں تو بھی مَیں نہیں پڑھوں گا ۔ میاں
صاحب نے فرمایا کہ خان صاحب آپ گریجویٹ ہیں کیا آپ کو لٹریچر سے دلچسپی
نہیں ہے ۔ خان صاحب نے فرمایا کہ مجھے لٹریچر سے دلچسپی ہے ، مگر قرآن سے ۔

آؤ اس مسئلہ پر بات کریں کہ مرزا غلام احمد قادیانی نبی تھے یا صرف مجدد ؟ کیونکہ
روزِ قیامت اللہ تعالیٰ مجھ سے یہ دریافت نہیں کرے گا کہ یہ افغان کون تھے ؟
کہاں سے آئے اور کہاں دفن ہیں ؟ مجھ سے تو یہ سوال ہوگا : مرزا غلام احمد
قادیانی خُدا کا نبی تھا کیا تم نے اس کو بطور نبی کے مانا تھا یا نہیں ؟ میاں صاحب
کہنے لگے خان صاحب یہ کیا فرسودہ بحث آپ نے شروع کردی ہے ۔ اس پر
خان صاحب اور میاں صاحب میں کچھ تلخ کلامی بھی ہُوئی اور خان صاحب نے
گھوڑے کی باگ کھینچ کر ٹانگہ رُکوا لیا اور مجھے کہا کہ بیٹا آؤ کسی اور ٹانگہ میں
جاتے ہیں ۔ اس شخص کے ٹانگہ میں نہیں جاتے ، جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام
کی نبوت کے مسئلے کو فرسودہ بحث کہتا ہے ، یہ غیر مبائعین کی ذہنیت ہے ۔

حضرت مولوی صاحب کی بیعت اور احمدی ہونے کا جب لوگوں کو علم ہُوا
تو سارے چارسدہ میں بڑا شور پڑا اور لوگ حضرت مولوی صاحب کے قتل
کے در پے ہُوئے ۔ والدہ صاحبہ فرماتی ہیں کہ روزانہ مَیں یہ اعلان سُنتی تھی کہ
آج رات محمد الیاس کے مکان کو آگ لگائی جائے گی اور تمام افراد کو مکان
سمیت جلا دیا جائے گا ۔ سوشل بائیکاٹ بھی شروع ہُوا ۔ کیونکہ چارسدہ کا
نمبردار مکرم خان جو بہت زورآور اور بارسوخ آدمی تھا ، اسنے اعلان کردیا
تھا ، جو بھی محمد الیاس کو سودا سلف دے گا اس کا بُرا حال کیا جائے گا ۔
حضرت مولوی صاحب کا ایک شاگرد محمد اکبر خادم ، رات کے وقت چھپ چھپ
کر سودا سلف دے جایا کرتا تھا ۔ یہ محمد اکبر خادم بعد میں احمدیت کا سخت
مخالف ہوا ۔ اسنے پشتو میں ایک کتاب "غلام نبی" لکھی کہ مرزا غلام احمد قادیانی
انگریزوں کے عہد میں پیدا ہُوا ہے ۔ اس لئے غلام ہے اور غلام نبی نہیں
ہوسکتا ۔ اس کا جواب حضرت قاضی صاحب نے پشتو میں ایک کتاب "مطاع نبی"

لکھ کر دیا اور محمد اکبر خادم کے تمام اعتراضات کے جواب دئے۔ ۱۹۳۶ء میں جبکہ مولوی صاحب چارسدہ میں تھے، یہ شخص محمد اکبر خادم حضرت مولوی صاحب کے پاس آیا اور آپ کے پیروں میں بیٹھا رہا۔ آپ نے اس وقت خادم صاحب کو خوب تبلیغ کی اور وہ خاموش سُنتا رہا۔ بعد میں کسی نے محمد اکبر خادم سے کہا کہ تم تو احمدیت کے خلاف بڑے شیر بنے پھرتے تھے، مگر مولوی صاحب کے سامنے بالکل گیدڑ بن گئے۔ کہنے لگا: وہ میرے استاد اور محسن ہیں ان کا اتنا رعب ہے کہ میں ان کے سامنے زبان نہیں کھول سکتا۔

مولوی لوگ عورتوں کو اماں جی کے پاس بھیجتے کہ محمد الیاس قادیانی کافر ہوگیا ہے۔ اب تمہارا نکاح محمد الیاس سے ٹوٹ گیا ہے۔ تم اپنی والدہ کے گھر چلی جاؤ۔ (والد صاحب پہلے ہی فوت ہو گئے تھے) ہم تمہارا دوسرا نکاح کسی اور شخص سے کرادیں گے۔ والدہ صاحبہ فرماتی تھیں کہ میں ان عورتوں سے کہتی: یہ کیسا کافر ہے؟ جو نمازیں پڑھتا ہے، تہجد کی نماز میں روتا ہے اور قرآنِ پاک ہر وقت پڑھتا رہتا ہے۔ اگر یہ کافر ہے، تو میں بھی کافرہ ہوں۔ مجھے ایسا ہی کافر خاوند چاہیئے، جو مجھ سے بہترین سلوک کرتا ہو۔ بہت نیک پرہیزگار اور نمازی ہو۔

والدہ صاحبہ نے فرمایا کہ ان شورشوں کے دنوں میں جب کہ مُلّاؤں نے دف کے ذریعہ اعلان کیا کہ آج رات ہم محمد الیاس کے گھر کو آگ لگادیں گے اور سب گھر کو مع افرادِ خانہ کے جلادیں گے، تو دوسرے دن D.S.P آدھی رات کے وقت ہمارے گھر آئے اور دستک دی۔ حضرت مولوی صاحب باہر نکلے، تو ڈی ایس پی صاحب نے کہا کہ آپ غم نہ کریں۔ بے فکر سوئیں۔ ہماری موجودگی میں کوئی آپ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ حضرت مولوی صاحب نے ڈی ایس پی صاحب

کو جواب دیا: تمہاری بہادری تو اس سے ظاہر ہے کہ تم لوگوں سے چھُپ کر آدھی رات کو مجھ سے ملنے آئے ہو۔ دن کے وقت آنے کی تمہیں جرأت نہ ہوئی مجھے تمہاری حفاظت کی ضرورت نہیں ہے۔ خداتعالیٰ کے فرشتے میری اور میرے گھر کی حفاظت کر رہے ہیں۔ ڈی۔ایس۔پی اپنا سامنہ لے کر واپس چلا گیا۔ والدہ صاحبہ فرماتی ہیں کہ حضرت مولوی صاحب کے ان الفاظ سے بڑی ڈھارس بندھی۔ ورنہ پہلے میں بہت گھبرا رہی تھی۔ لوگ ہمارے گھر کے قریب آنے سے گھبراتے تھے کہ محمد الیاس کے پاس بڑا اسلحہ ہے۔ حالانکہ مولوی صاحب کے پاس کوئی اسلحہ نہ تھا۔ یہ محض الٰہی نصرت تھی کہ وہ لوگ اتنے مرعوب تھے۔

جب شورش ذرا زیادہ ہوئی تو لوگ حاجی صاحب ترنگ زئی کے پاس گئے کہ محمد الیاس کافر ہوگیا ہے، اس کو مسلمان بنائیں۔ ورنہ سارا چارسدہ ان کی سحر بیانی سے کافر ہو جائے گا۔ حاجی ترنگ زئی جو بعد میں انگریزوں کے خلاف جنگ کرنے کی وجہ سے ایک غازی اور پیر مشہور ہو گئے تھے، ترنگ زئی سے چارسدہ آئے۔ ان کے مرید ان کو چارپائی پر اُٹھائے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کا اُونچی آواز سے وِرد کرتے چارسدہ لائے۔ راستے میں جتنے گاؤں آئے اُن کے رہنے والے حاجی صاحب کے جلوس میں شامل ہُوئے، جب حاجی صاحب چارسدہ کی عیدگاہ میں پہنچے تو جلوس کی تعداد دس ہزار کے قریب تھی۔ حاجی صاحب نے آدمی بھیج کر حضرت مولوی صاحب کو پیغام دیا کہ حاجی صاحب آپ کو یاد فرماتے ہیں۔

مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ میں اکیلا اپنے گھر سے عیدگاہ کی طرف روانہ ہُوا۔ راستے میں لوگ میرے لئے راستہ چھوڑتے جاتے تھے اور لوگ دُور سے اشارہ کرتے تھے کہ وہ محمد الیاس ہے جو کافر ہو گیا ہے۔ والد صاحب فرماتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل تھا کسی کو مجھ پر حملہ کرنے کی جرأت نہ ہُوئی۔

مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ جب میں عیدگاہ پہنچا، تو حاجی صاحب ترنگ زئی اُٹھ کر مجھ سے ملے۔ حاجی صاحب نے مجھ سے پوچھا کیا تم کافر ہو گئے ہو؟ میں نے کہا بفضلہٖ تعالیٰ میں مسلمان ہوں۔ اس پر ایک مولوی حکیم عبدالجلیل نے کہا: حاجی صاحب، محمد الیاس کہتا ہے۔ اب میں احمدی ہوں، محمدی نہیں ہوں۔ اس لئے یہ مسلمان نہیں رہا۔ مولوی صاحب فرماتے ہیں، میں نے کہا: حاجی صاحب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دو نام ہیں۔ ایک احمدؐ اور دوسرا محمدؐ۔ احمدؐ جمال کو چاہتا ہے اور محمدؐ جلال کو۔ جب تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں رہے تو آپ صفتِ احمدیت میں تھے۔ پیار محبت سے تبلیغِ اسلام کرتے تھے۔ اور تلوار نہ اٹھائی اور جب مدینہ تشریف لے گئے اور کفارِ مکہ نے وہاں بھی آپ کا پیچھا نہ چھوڑا، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت محمدیت یعنی جلالی صفت کا ظہور ہوا اور آپ نے تلوار کا مقابلہ تلوار سے کیا۔

اب بھی زمانہ ایسا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے دینِ اسلام پر حملہ زبان اور لٹریچر سے ہو رہا ہے نہ کہ تلوار سے۔ اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صفتِ احمدیت آپؐ کے ایک بروز کے ذریعہ جلوہ افروز ہوئی ہے۔ اور دشمن کا مقابلہ دلائل اور لٹریچر سے کیا جاتا ہے۔ مگر حکیم عبدالجلیل یہ کہتا ہے کہ وہ محمدی ہے احمدی نہیں ہے۔ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صفتِ احمدیت سے انکاری ہے۔ اس پر حکیم عبدالجلیل صاحب کہنے لگے کہ حاجی صاحب، محمد الیاس غلط بیانی سے کام لے رہا ہے۔ میں احمدی بھی ہوں اور محمدی بھی۔ حضرت مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے حاجی صاحب کو جواب دیا کہ میں بھی تو یہ کہتا ہوں کہ میں محمدی بھی ہوں اور احمدی بھی۔ اور آجکل ایک ایسے شخص کے ہاتھ پر بیعت کی ہے، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ظل اور بروز ہے۔ اس پر حاجی صاحب کہنے لگے مجھے

سمجھ نہیں آئی یہ کیا باتیں ہوتی ہیں؟ تم صاف بتاؤ کہ تم مسلمان ہو یا نہیں؟ مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے جواب دیا بحمد اللہ میں مسلمان ہوں اور پکا مسلمان ہوں اس پر حکیم عبدالجلیل نے پھر کہا۔ اگر یہ مسلمان ہے تو یہ اب ہمارے ساتھ عصر کی نماز باجماعت میں شامل ہو جائے۔ مولوی صاحب فرماتے ہیں۔ میں نے حاجی صاحب سے کہا: میں اپنی نماز علیحدہ پڑھوں گا۔ ایسے مولوی کے پیچھے نماز نہیں پڑھ سکتا جو کہتا ہے میں احمدی نہیں ہوں صرف محمدی ہوں۔ حاجی صاحب نے فرمایا۔ ہاں آپ اپنے گھر جا کر نماز پڑھ لیں۔ آپ جب جلسہ گاہ سے جانے لگے تو ایک شور پڑ گیا کہ محمد الیاس مسلمان ہو گیا ہے اور سب لوگ راستہ چھوڑتے جاتے تھے اور مولوی صاحب بخیریت بسلامت گھر پہنچ گئے۔

چند دنوں بعد جب معلوم ہوا کہ محمد الیاس بدستور احمدی ہے تو ملاؤں نے خوب تقریریں کیں اور بڑا فتنہ برپا کرنا چاہا۔ حکومت کو فکر لاحق ہوئی، ایسا نہ ہو یہ فتنہ بڑھ جائے اور حکومت کے لئے مزید تکلیفوں کا سامان پیدا کرے۔ آپ کو پہلے اکوڑہ خٹک تبدیل کر دیا اور بعد میں آپ کو سرحد بدر کر دیا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے خواجہ کمال الدین صاحب کو چیف کمشنر کے پاس بھیجا کہ وہ اپنے ناجائز حکم کو واپس لے لے۔ چیف کمشنر نے جواب دیا کہ ہم ایک آدمی کی خاطر تمام سرحد (ان دنوں صوبہ سرحد چیف کمشنری تھی) کو آگ نہیں لگا سکتے۔ چنانچہ آپ سرحد سے ہجرت کر کے کوئٹہ اپنے بڑے بھائی مولوی رحمان الدین صاحب کے پاس تشریف لے گئے اور وہاں پر اسلامیہ مڈل سکول کے ہیڈ مدرس مقرر ہو گئے۔

ان شورش کے ایام میں حضرت مولوی صاحب کے والد اور بھائی لوگوں کے ڈر کی وجہ سے بالکل خاموش رہے اور حضرت مولوی صاحب کی حفاظت یا امداد کا

کوئی سامان نہ کیا ۔ والدہ صاحبہ فرماتی ہیں ۔ ایک دن حضرت مولوی صاحب کے
والد حاجی عبداللہ صاحب ہمارے گھر لوگوں سے چھپ کر تشریف لائے اور مجھے
کہا: بچی، وہ کتاب تو لاؤ جس کی وجہ سے محمد الیاس کافر ہو گیا ہے ۔ تاکہ
دیکھیں کہ اس میں کیا لکھا ہے کیونکہ اس کے کافر ہو جانے کی وجہ سے گاؤں
میں ہم بھی کسی کو منہ نہیں دکھا سکتے ۔ ہر شخص کہتا ہے کہ تمہارا بیٹا پڑھ لکھ کر
عالم ہو کر کافر ہو گیا ہے اور لوگ اب ہم سے بھی نفرت کرنے لگ گئے ہیں ۔
والدہ صاحبہ فرماتی ہیں کہ میں نے قرآن مجید اُٹھا کر اُن کے سامنے رکھ دیا اور کہا
یہ کتاب ہے جس کو وہ ہر وقت پڑھتے ہیں اور اب تو قرآن پڑھتے رہتے
ہیں اور روتے ہیں ۔ نماز بھی بہت لمبی پڑھتے ہیں ۔ حاجی صاحب کہنے لگے یہ تو
قرآن پاک ہے ۔ وہ دوسری کتاب ہے جس کی وجہ سے محمد الیاس کافر ہو گیا
ہے اور ہم سب کے لئے ایک مصیبت کھڑی کر دی ہے ۔ اب تو ہم کسی کو
مُنہ دکھانے کے قابل بھی نہیں ہیں ۔ والدہ صاحبہ فرماتی ہیں ۔ میں نے جواب
دیا ۔ اس کتاب کے علاوہ ان کے پاس اور کوئی ایسی کتاب نہیں جس کو وہ
روزانہ پڑھتے ہوں ۔ چنانچہ میرے خسر صاحب خاموشی سے چل دیئے ۔

حضرت مولوی صاحب فرماتے تھے: چارسدہ میں تین اشخاص نے میری
شدید مخالفت کی اور یہ تینوں اللہ تعالیٰ کے قہر کے نیچے آکر رُسوا ہُوئے ۔

ان میں ایک مُلّا محمود تھا جو اخی کتاب فروش کے نام سے مشہور تھا ۔ وہ
عورتوں کو تعویذ لکھ کر دیتا تھا کہ جا کر محمد الیاس کے گھر میں دفن کر دو ۔ اس
سے اس کی بیوی محمد الیاس سے متنفر ہو جائے گی اور اس کو چھوڑ کر اپنی
والدہ کے گھر چلی جائے گی اور ساتھ ہی عورتوں کو تلقین بھی کرتا کہ محمد الیاس کی
بیوی پر زور ڈالو کہ اب تمہارا نکاح ٹوٹ گیا ہے ۔ بہتر ہے کہ اپنی والدہ کے گھر

چلی جاؤ اور ہم دوسرے نکاح کا انتظام کر دیں گے ۔ تھوڑے عرصہ بعد اخی کتب فروش
اپنی ایک رشتہ دار عورت کے ساتھ بدنام ہوا اور قتل کے ڈر سے چارسدہ
چھوڑ کر غائب ہُوا اور پتا نہیں چلا کہ کہاں چلا گیا تھا ۔ والدہ صاحبہ کی والدہ نانی
اماں اگرچہ بالکل اَن پڑھ عورت تھی مگر تہجد گزار اور نیک خاتون تھیں ۔ وہ
آکر اپنی بیٹی سے کہتیں ، تم بالکل نہ گھبراؤ تمہارا خاوند بڑا نیک انسان ہے ۔
اور تم بڑی خوش قسمت ہو کہ ایسا نیک اور پارسا انسان تمہارا خاوند ہے ۔

دوسرا شخص اکبر شاہ تھا جو ایک بہترین تیراک اور اچھا زمیندار تھا وہ
کہتا تھا کہ محمد الیاس جب دریا پہ نہانے آئے گا ، تو میں اُسے دریا میں غرق
کر دوں گا ۔ اللہ تعالیٰ کی شان وہ دریا میں تیرتا ہُوا ڈوب کر مر گیا ۔

تیسرا شخص مکرم خان تھا جو چارسدہ کا نمبردار تھا ۔ بڑا زمیندار اور بارسوخ
تھا مگر بڑا ظالم تھا ۔ اس نے حضرت مولوی صاحب کے سوشل بائیکاٹ کا
اعلان کیا تھا اور کہا تھا جو بھی محمد الیاس کو سودا سلف لا کر دے گا ، اس کا
انجام بُرا ہو گا اور بد معاشوں کو اکساتا رہتا تھا کہ محمد الیاس کو قتل کر دو ۔
مگر حضرت مولوی صاحب کی جسمانی طاقت اور قوت کی وجہ سے کسی کو آپ کے
قریب آنے کی جرأت نہ پڑتی تھی ۔ حضرت مولوی صاحب کے پاس کوئی اسلحہ
نہ تھا ۔ مگر لوگوں کا خیال تھا کہ ان کے پاس بڑا بھاری اسلحہ ہے ۔

مکرم خان کی بیوی تپ دق سے مر گئی ۔ اس کے تین بیٹے ایک ایک
کر کے تپ دق سے مر گئے ۔ مکرم خان نے اپنی جائیداد کا کافی حصّہ جُوئے میں لُٹا
دیا ، جو جائیداد باقی بچی وہ مالیہ میں قرق ہو گئی اور نمبرداری بھی جاتی رہی اور ایک
احمدی رئیس محمد اکرم خان کو ملی ۔ مکرم خاں اتنا تنگدست ہو گیا کہ ٹانگہ کرایہ پہ چلانا
شروع کیا ۔

۱۹۲۸ء میں حضرت مولوی صاحب مستونگ سے چارسدہ مع اہل وعیال آئے، پشاور سے چارسدہ تک پانچ چھ دریاؤں پر بیڑیوں کے پل تھے اور ٹانگے والے سواری پشاور سے لے کر ناگمان پل نصف راہ تک لے جاتے تھے اور ناگمان سے دوسرے ٹانگے والے ان سواریوں کو لے کر چارسدہ لے جاتے تھے۔

حضرت مولوی صاحب نے جب ناگمان کے مقام پر ٹانگہ تبدیل کیا اور دوسرے ٹانگے پر بیٹھے، تو راستہ میں ٹانگے والے سے چارسدہ کے لوگوں کے متعلق پوچھتے رہے۔ جب حضرت مولوی صاحب نے پوچھا کہ مکرم خاں کا کیا حال ہے تو ٹانگہ والا جو نیچے پائیدان کے پاس بیٹھا ہُوا تھا، اُوپر نیچے حضرت مولوی صاحب کو دیکھنے لگا۔ اور پوچھا کیا آپ استاد الیاس نہیں ہیں۔ حضرت مولوی صاحب نے اثبات میں جواب دیا، تو مکرم خان نے روتے ہُوئے کہا کہ وہ بدبخت مکرم مَیں ہوں۔ آپ کے جانے کے بعد میرے ساتھ یہ ہوا یہ ہوا۔ اور اب ٹانگہ چلا کر گزارا کر رہا ہوں۔ مَیں نے آپ کی مخالفت کر کے دین و دنیا دونوں گنوا دئے۔

چارسدہ پہنچ کر حضرت مولوی صاحب نے مکرم خاں کو ایک روپیہ کرایہ کی بجائے دس روپے دیے، جس سے وہ بہت خوش ہوا اور حضرت مولوی صاحب کو دعائیں دینے لگا۔ اور حضرت مولوی صاحب کی ڈاڑھی کو ہاتھ لگا کر معافی مانگنے لگا کہ مجھے معاف کر دیں میں نے آپ کی عظمت کو پہچانا نہیں تھا۔ اور کہنے لگا کہ آپ بڑے عظیم انسان ہیں۔ اپنے دشمن کے ساتھ بھی حُسنِ سلوک کرتے ہیں۔

حضرت مولوی صاحب فرماتے تھے، جب حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہٗ کی وفات ہوئی تو مجھے خلافتِ ثانی کی بعیت کرنے میں ذرا بھی تمدّد نہ ہُوا۔ اگرچہ مولوی محمد علی صاحب کے ٹریکٹ خلافت کے متعلق پہنچ گئے تھے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے ابتداء ہی سے مولوی محمد علی صاحب سے بغاوت کی بُو آتی تھی۔

آپ کے بڑے بھائی مولوی رحمان الدین پشین، بلوچستان میں عرائض نویس تھے۔ انہوں نے آپ کو تحریک کی کہ قانون کی کتابیں پڑھ کر عرائض نویسی کا امتحان پاس کر لیں۔ آپ نے یہ امتحان صرف دو۲ ماہ میں قانون کی کتابیں پڑھ کر اعلیٰ پوزیشن میں پاس کیا۔ آپ کی تعیناتی بطور عرائض نویس لورالائی میں ہو گئی ابتداء میں آمدن کم تھی، کیونکہ لوگوں سے واقفیت نہ تھی۔

لورالائی میں پولیٹیکل ایجنٹ کے دفتر کے سپرنٹنڈنٹ سربلند خاں (جو کہ بعد میں خان بہادر سربلند خاں ہُوئے) اور ایک عرصہ ریاست قلات کے وزیرِ اعظم بھی رہے) نے آپ سے قرآن پاک کا ترجمہ اور تفسیر پڑھنا شروع کیا۔ مولوی صاحب نے محسوس کیا کہ چند ماہ بعد ان کی آمدن بہت زیادہ ہو گئی ہے۔ اس کا ذکر حضرت مولوی صاحب نے سربلند خان سے کیا، تو اُس نے کہا کہ لوگوں کو مَیں تحریک کرتا رہتا ہوں کہ وہ عرضی یا اپیل لکھانے کے لئے آپ کے پاس جائیں۔

جونہی حضرت مولوی صاحب کو اس واقعہ کا علم ہُوا، تو حضرت مولوی صاحب لورالائی چھوڑ کر کوئٹہ آ گئے۔ جب مولوی صاحب سے لورالائی چھوڑنے کی وجہ پوچھی تو آپ نے بتلایا کہ وہاں پر میرا ایک مجازی خدا پیدا ہو گیا۔ جو میری آمدن بڑھانے کا سبب بنا تھا۔ چونکہ مَیں سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی اور کو روزی رسان نہیں سمجھتا۔ اس لئے مَیں نے اس کو شرک جانا کہ میری آمدن اور روزی کا ذریعہ کوئی انسان ہو میرا روزی رسان اللہ تعالیٰ ہے۔ وہ میرے لیے بہتر انتظام فرمائے گا ان دنوں مستونگ ریاست قلات میں عرائض نویس کی ضرورت تھی اور نواب سر میر شمس شاہ وزیرِ اعظم ریاست قلات نے جو پشاور کے رہنے والے تھے، حضرت مولوی صاحب کو مستونگ میں عرائض نویس مقرر کیا آپ یہاں اکیلے عرائض نویس تھے اور کافی آمدن تھی۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ یہ بھی اللہ تعالیٰ کا رحم اور فضل تھا کہ مجھے سرحد سے نکالا۔ جہاں پر میری بیس روپے تنخواہ تھی۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے کثیر اولاد سے نوازا تھا۔ اس لیے مجھے ایسی جگہ بھیج دیا، جہاں پر میری کافی آمدن ہو اور میں اپنے بچوں کی بہترین طریقہ سے پرورش کر سکوں۔ مستونگ میں آپ کی ماہوار آمد دو سو اور تین سو روپے کے درمیان تھی جو ان دنوں بہت بڑی چیز تھی یعنی سرحد کی آمد سے دس گنا سے بھی زائد۔

شادی اور اولاد

ہماری والدہ کا نام اشرف بی بی تھا۔ آپ چارسدہ کے محلہ پیندہ خیل کے ایک معزز زمیندار عمر دین خان کی دوسری بیوی کی بڑی بیٹی تھیں۔ آپ کی والدہ سے آپ کی ایک چھوٹی بہن تھیں جن کا نام زینب تھا۔ اور ایک چھوٹا بھائی جس کا نام قاسم تھا۔ آپ کے والد بہت بڑے زمیندار تھے۔ آپ کے بیل اپنے علاقے میں مشہور تھے۔ آپ کے والد آپ تینوں کو یتیم چھوڑ کر فوت ہو گئے تھے اور تمام جائیداد پر آپ کی دوسری والدہ سے بڑے بھائی عبدالرحیم نے قبضہ کر لیا تھا۔ آپ کی والدہ صاحبہ کو صرف ایک مکان رہائش کے لئے ملا تھا۔ آپ کی والدہ صاحبہ کاکاخیل خاندان سے تھیں۔ کاکاخیل حضرت شیخ رحم کار بابا کی اولاد تھے، جن کا مزار تحصیل نوشہرہ زیارت کاکا صاحب میں ہے۔ کاکاخیل اپنے آپ کو سادات میں سے کہتے ہیں۔ کاکاخیل میں یہ دستور ہے کہ مزار پر ہر ہفتہ جتنا نذرانہ جمع ہوتا ہے، وہ اپنے اقارب میں تقسیم کر دیتے ہیں۔ اس طرح سے ہر خاندان ہر ہفتہ کی آمدنی اپنے اپنے اقارب میں تقسیم کرتے ہیں۔ والدہ صاحبہ فرماتی تھیں کہ ان کی والدہ صاحبہ کو زیارت کے نذرانہ میں سے باقاعدہ حصہ ملتا تھا۔ ان کا رنگ اتنا سُرخ و سفید تھا کہ محلہ میں ان کا

نام انار دانہ مشہور ہو گیا تھا، یعنی انار کی طرح سُرخ تھیں۔ والدہ صاحبہ فرماتی ہیں کہ یتیمی ہم نے بڑی تنگدستی میں گذاری۔ چونکہ ان دنوں میں لڑکیوں کو پڑھانے کا رواج نہ تھا، اس لئے آپ تعلیم سے محروم رہیں۔

جب آپ جوان ہوئیں، تو حضرت والد صاحب کی والدہ صاحبہ بھی اسی کندے یعنی محلہ میں رہتی تھیں اور آپ کی والدہ اور حضرت والد صاحب کی والدہ کی آپس میں دوستی تھی۔ اس لئے والدہ صاحبہ نے آپ کا رشتہ اپنے بیٹے محمد الیاس کے لئے مانگ لیا جو انہوں نے قبول کر لیا۔

آپ کی شادی حضرت مولوی صاحب کے قبولِ احمدیت سے بہت پہلے ہوئی تھی۔ حضرت مولوی صاحب نے اس وقت بیعت کی جبکہ آپ کے چار بچے: دو لڑکے عبدالحیٔ اور عبدالقیوم اور دو لڑکیاں بی بی فاطمہ اور بی بی کلثوم پیدا ہو چکے تھے۔ حضرت والد صاحب کی والدہ صاحبہ بھی اپنے بیٹے کے ہمراہ اکٹھی رہتی تھیں اور حضرت والدہ صاحبہ کے حُسنِ اخلاق اور سلوک سے بہت متاثر تھیں۔ جب حضرت مولوی صاحب کی والدہ صاحبہ، بوجہ حرکتِ قلب بند ہو جانے کے وفات پا گئیں تو حضرت مولوی صاحب کے اثر و رسوخ کی وجہ سے جنازہ میں بڑا مجمع ہوا جسے دیکھ کر حضرت مولوی صاحب کے والد صاحب حسرت سے کہنے لگے: کاش آج یہ جنازہ میرا ہوتا۔

حضرت مولوی صاحب نے احمدیت قبول کی تو گاؤں کے مُلّا گاؤں کی عورتوں کو والدہ صاحبہ کے پاس بھیج کر یہ پیغام دلواتے کہ تمہارا خاوند کافر ہو گیا ہے تمہارا نکاح اس سے ٹوٹ گیا ہے۔ تم اپنی والدہ کے گھر چلی جاؤ۔ ہم دوسری جگہ تمہارے نکاح کا انتظام کر دیں گے۔ ان مُلّاؤں میں ایک مُلّا جواخی کتاب فروش کے نام سے مشہور تھا، پیش پیش تھا۔ وہ عورتوں کو تعویذ گنڈے وغیرہ لکھ کر

دیتا تھا کہ جاؤ اور محمد الیاس کے گھر میں اس کو دفن کر دو، تاکہ ان کی بیوی ان سے برگشتہ ہو جائے۔

والدہ صاحبہ فرماتی ہیں: میں ہر ایک کو یہ جواب دیتی کہ میں اپنے میاں کو دیکھتی ہوں۔ پہلے سے زیادہ نمازیں پڑھتا ہے، رات کو نمازوں میں روتا ہے، اس کے چہرہ پر ایک نور ہے، میں اس کو کیسے کافر کہوں؟ اور اگر کافر ایسے ہوتے ہیں، جن کے ایسے اعمال ہوں، تو مجھے ایسا کافر خاوند منظور ہے۔

والدہ صاحبہ فرماتی ہیں کہ باوجود اَن پڑھ ہونے کے اللہ تعالیٰ نے مجھے بہت استقامت دی اور میری بہترین رہنمائی فرمائی۔ والدہ صاحبہ فرماتی ہیں کہ میری والدہ اکثر مجھے کہتیں کہ محمد الیاس پکا مسلمان ہے۔ مُلّاؤں کی باتوں میں ہرگز مت آنا۔ والدہ صاحبہ فرماتی ہیں کہ کئی بار ایسا ہوا کہ دن کے وقت ہمارے گھر کے سامنے دف بجا بجا کر اعلان کیا جاتا کہ آج رات محمد الیاس کے گھر کو آگ لگا دی جائے گی۔ ہم اس کی بیوی کو ہوشیار کرتے ہیں کہ وہ اپنے بچوں کو لے کر باہر نکل جائے اور ایک کافر کے جنگل سے باہر آجائے ورنہ اُسے بھی کافر کے ساتھ ہی جلا دیا جائے گا۔ والدہ صاحبہ فرماتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اتنی استقامت دی اور اتنا مضبوط دل دیا کہ میں ان اعلانات کو کوئی وقعت نہ دیتی اور آرام سے سو جاتی۔

ایک دفعہ ہم ریل میں سفر کر رہے تھے۔ مستونگ سے سبّی جا رہے تھے سخت سردی تھی۔ دسمبر کا مہینہ تھا۔ ریل کے ڈبہ میں چند غریب عورتیں تھیں، جن کے بچّوں کے بدن پہ صرف ایک ایک کُرتا تھا۔ آپ نے اسی وقت ہم بھائیوں کے کچھ گرم کپڑے اتار کر ان بچوں کو پہنائے اور جو روٹی کھانے کے لئے ساتھ لائے تھے، وہ بھی ان بچوں کو دے دی اور ہم سب کو بھوکا رکھا۔ اور ہم ساری رات سردی سے ٹھٹھرتے رہے۔ والدہ صاحبہ خوش خوراک تھیں اور گھر پہ لذیذ کھانے بناتی تھیں اور

ہر نیا ڈش پکانے کے لئے کوشاں رہتی تھیں۔

مستونگ میں ہمارے محلہ میں ایک محرر کی بیوی رہتی تھی۔ جو والدہ اکرام کے نام سے مشہور تھیں۔ اکرام کی والدہ ہر روز گھر میں دیوار کے ساتھ چارپائی لگا کر کھڑی ہو جاتی اور باتیں کرتی۔ والدہ صاحبہ ہر روز اکرام کی والدہ سے پوچھتیں کہ اکرام کی والدہ آج تم نے کیا پکایا ہے؟ - وہ کہتی اماں جی۔ "اچار نال کھایا ڈنگ لنگایا"۔ دو تین دن جب اکرام کی والدہ نے ایسا ہی کیا تو والدہ صاحبہ نے بچیوں سے کہا۔ آج جب اکرام کی والدہ چارپائی پہ کھڑی ہوں تو اس سے پوچھو کہ "یہ ڈنگ لنگایا" کیسے پکایا جاتا ہے۔ جب اکرام کی والدہ سے پوچھا گیا تو وہ بہت ہنسی اور کہا کہ اماں جی یہ پنجابی محاورہ ہے۔ اچار کے ساتھ روٹی کھائی اور وقت گزار دیا۔ والدہ صاحبہ کو پنجابی نہیں آتی تھی اور اُردو بہت معمولی بول لیتی تھیں۔

کوئٹہ کے عظیم زلزلہ کے وقت ہم مستونگ میں تھے۔ اگر کوئی والدہ صاحبہ سے زلزلہ کا حال پوچھتی تو ٹوٹی پھوٹی اُردو میں کہتیں "ایک زلزلہ دا آیا بس پھر سب ختم"۔

سِلسلہ اور خلفاءِ سِلسلہ سے بہت محبت تھی۔ حضرت والد صاحب کا یہ دستور تھا کہ وہ شام کے وقت اخبار الفضل یا دیگر رسائل کا پشتو میں ترجمہ کر کے والدہ صاحبہ اور بچوں کو سُناتے۔ اس طرح سے حضرت والدہ صاحبہ کو کافی مسائل کا علم ہو گیا تھا اور جماعت کے روزانہ مسائل کا بھی علم ہوتا تھا۔ ایک دفعہ قادیان میں مستریوں نے بہت اودھم مچایا اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ پر غلط قسم کے الزامات لگانے لگے اور لاہور کے غیر مبائع جن کو پیغامی اور لاہوری بھی کہتے ہیں اس گند کو اچھالنے میں پیش پیش تھے۔

حضرت والد صاحب اخبار الفضل سے جو اس وقت ہفتہ میں تین بار نکلتا تھا۔ غیر مبائعین کے مکروہ عمل کا تذکرہ کرتے کہ آج لاہوریوں نے یہ کہا دو تا کہا

وغیرہ - ایک دن لاہور کے رہنے والے چند بھیکاریوں نے بھیک مانگنے کے لئے دروازہ پر دستک دی۔ والدہ صاحبہ نے پس پردہ ان سے پوچھا تم کہاں سے آئے ہو؟ تو انہوں نے کہا کہ ہم لاہور سے آئے ہیں - والدہ صاحبہ نے ان سے کہا کہ اچھا وہ بدذات لاہوری تم ہو، جو ہمارے پیارے آقا خلیفۃ المسیح کو گالیاں دیتے ہو۔ بھلا بتاؤ تو سہی کہ انہوں نے تمہارا کیا بگاڑا ہے۔ تم کیوں اتنے ظالم بن گئے ہو کہ ایک معصوم اور بے ضرر انسان کو دکھ دیتے اور جھوٹے الزامات لگاتے ہو؟ - ان بھکاریوں نے کہا: اماں جی، خُدا کی قسم ہم تمہارے خلیفہ کو نہیں جانتے اور نہ ہم نے کبھی ان کو گالی دی ہے۔ والدہ صاحبہ نے ان کو خیرات تو دے دی مگر کہا خبردار اگر پھر کبھی تم نے ہمارے خلیفہ کو بُرا بھلا کہا۔ شام کو والدہ صاحبہ نے یہ تمام ماجرا حضرت والد صاحب سے بیان کر دیا تو حضرت والد صاحب ہنس پڑے اور کہا نیک بخت ہر لاہور کا رہنے والا خلیفہ وقت کو گالیاں نہیں دیتا۔ یہ ایک خاص گروہ ہے۔ جس کو لاہوری کہتے ہیں۔ اس کے بعد والد صاحب نے غیر مبائعین کو گھر میں لاہوری کہنا چھوڑ دیا اور صرف غیر مبائع کہتے، تاکہ پھر اس قسم کی غلطی سرزد نہ ہو۔

والدہ صاحبہ کو احمدی مستورات سے بہت محبت تھی۔ جب کبھی کسی احمدی خاتون سے ملتیں تو بہت خوش ہوتیں اور ان کی خوب مہمان نوازی کرتیں اور اپنی ٹوٹی پھوٹی اردو میں ان سے کلام کرتیں۔ تمام نمازوں اور خاص کر نمازِ تہجد کی سختی سے پابند تھیں۔ بہت دُعا گو تھیں - ان کو عربی دعائیں نہیں آتی تھیں کیونکہ اَن پڑھ تھیں، مگر حضرت والد صاحب نے اُن کو عربی دعاؤں کا ترجمہ پشتو زبان میں سکھا دیا تھا۔ اور والدہ صاحبہ یہ دعائیں نہایت تضرّع سے کرتی تھیں۔

حضرت والدہ صاحبہ نے حضرت والد صاحب کی وفات پر نہایت صبر اور تحمل

کا مظاہرہ کیا نہ کسی قسم کی جزع فزع کی اور نہ آہ و بکا۔ فرماتی تھیں کہ تمہارے والد صاحب تو انسان نہیں تھے، وہ تو ایک فرشتہ تھے جس نے مجھ جیسی اَن پڑھ خاتون کو احمدیت کی تعلیم دی اور تمام عمر حُسنِ سلوک کا نمونہ دکھایا۔ حضرت والدہ صاحبہ کو اللہ تعالیٰ نے چھ لڑکے اور چھ لڑکیاں عطا فرمائیں۔ سب سے پہلا اور بڑا لڑکا عبدالحیؒ خاں تھا۔ عبدالحیؒ خاں کی پیدائش (PREMATURE) مقررہ ایام سے پہلے ہوئی۔ اس لئے وہ بہت کمزور تھے - ان کی پرورش اور صحت کی طرف خاص توجہ دینی پڑی۔ وہ زمانہ کی رسومات کا ذکر فرماتی تھیں کہ عبدالحیؒ بہت کمزور اور سوکھا تھا۔ ایک ملّا کے کہنے پر ان کی دادی نے بہت بڑی روٹی پکائی۔ اس کو درمیان سے گول کاٹ لیا اور عبدالحی کو اس روٹی میں سے گزارا تاکہ اس کو صحت ہو اور زندگی ملے۔ بعد میں والدہ صاحبہ ان بد رسوم کا ذکر کر کے ہنستی تھیں۔ کہ احمدیت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ہم کو ایک عظیم نعمت عطا کی اور ملّاؤں کے چنگل سے چھڑا لیا۔

عبدالحیؒ خاں بعد میں بہت قوی ہیکل جوان ہوئے۔ اسلامیہ کالج لاہور میں پڑھتے رہے اور بی۔ اے پاس کیا۔ جن دنوں عبدالحی خان اسلامیہ کالج لاہور میں پڑھتے تھے انہی دنوں میں حضرت مرزا ناصر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ بھی گورنمنٹ کالج میں پڑھتے تھے۔ دونوں فٹ بال کے کھلاڑی تھے اور آپس میں خوب دوستی تھی۔

ایک دفعہ مَیں نے عبدالحیّ خان مرحوم کے بیٹے عبدالعزیز کا جب حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ کی خدمت میں تعارف کرایا اور کہا: یہ آپ کے دوست فٹ بالر عبدالحیّ خاں کے لڑکے ہیں تو حضور نے فرمایا۔ بالکل غلط۔ وہ میرا دوست نہیں تھا، بلکہ میرا بھائی تھا اور اس کے بعد عبدالعزیز خان کو گلے لگا لیا۔

اور پیار کیا اور بہت دیر تک حضور عبدالحیٔ خان کا تذکرہ فرماتے رہے۔ عبدالحیٔ خان کچھ مدت تک ریاست لس بیلہ میں والیٔ ریاست جام میر غلام قادر خان کے اتالیق رہے۔

ایک دفعہ راولپنڈی میں جبکہ اسمبلی کا اجلاس تھا، مکرم مولوی دین محمدؐ شاہد صاحب میرے پاس آئے اور فرمایا چلو چند M.N.As (ممبران قومی اسمبلی) کو تبلیغ کرتے ہیں۔ جب ہم کوہِ نور ٹیکسٹائل ملز کے ریسٹ ہاؤس پہنچے تو وہاں پر چند ایم۔ این۔ اے صاحبان سے تبلیغی گفتگو ہوئی اور ان کو لٹریچر دیا۔ اسی ریسٹ ہاؤس میں جام میر غلام قادر خان بھی ٹھہرے ہوئے تھے۔ جب ہم ان کے پاس پہنچے تو مَیں نے ان سے ذکر کیا کہ میں آپ کے اتالیق عبدالحیٔ خان مرحوم کا بھائی ہوں۔ تو بہت خوش ہوئے بڑے تپاک سے ملے گلے لگایا اور بڑی دیر تک ہماری باتیں سُنتے رہے اور پھر ہمیں رخصت کرنے کے لئے مین گیٹ تک تشریف لائے

عبدالحیٔ خان بہت بارُعب تھے۔ تمام اساتذہ اور طالب علم ان کی عزّت کرتے تھے مستونگ میں ایک دفعہ حضرت مولوی صاحب بیمار ہوگئے۔ زندگی کی اُمید باقی نہ رہی تو حضرت والد صاحب نے تمام افراد خاندان کو اپنی چارپائی کے گرد جمع کرکے کہا کہ مَیں حضرت یعقوب علیہ السلام کے الفاظ میں جبکہ انہوں نے اپنے بیٹوں سے فرمایا تھا کہ میرے بعد تم کس کی عبادت کروگے؟ تو تمام بیٹوں نے یک زبان ہوکر کہا کہ ہم واحد خدا کی عبادت کریں گے جس کی آپ عبادت کرتے تھے، ہمارے دادا اسحاق اور پردادا ابراہیم کرتے تھے۔ مَیں تم سے پُوچھتا ہوں کیا میری وفات کے بعد تم احمدیت کو جو ایک صداقت ہے چھوڑ دوگے؟ تو ہم سب کی طرف سے عبدالحیٔ خان نے نمائندگی کی اور کہا کہ بابا:

(ہم والد صاحب کو بابا کہتے تھے) ہم انشاءاللہ احمدیت پر قائم رہیں گے اس پر اگر ہماری جان بھی چلی جائے، تو اس کے لئے بھی ہم تیار ہیں۔ تو والد صاحب نے اپنی انگلی آسمان کی طرف اُٹھائی اور کہا: اے اللہ تو گواہ رہ کہ مَیں ان کو احمدی چھوڑ کر جارہا ہوں۔ تو اُن کی حفاظت اور نگہبانی کرتا رہ تاکہ ان کے پاؤں میں لغزش نہ آئے۔ پھر فرمایا۔ اب اگر مَیں مرجاؤں، تو مجھے کوئی غم نہیں ہے۔

عبدالحیٔ خان کی شادی زکیہ بیگم بنت مولوی مسیح الدین صاحب سے ہوئی مکرم مولوی مسیح الدین صاحب مولوی نور محمد صاحب کے بڑے بیٹے تھے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی تھے۔ جنہوں نے کوٹہ صوابی۔ مردان میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی آمد کے متعلق شہادت دی ہے۔ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب میں درج ہے۔ عبدالحیٔ خان کی شادی سے پہلے جبکہ عبدالحیٔ خان گلستان (بلوچستان) میں ٹیچر تھے، ہمارے تایا مولوی رحمان الدین صاحب نے خواہش ظاہر کی کہ مَیں اپنی لڑکی عبدالحیٔ خان کو دینا چاہتا ہوں۔ والد صاحب نے اپنے بھائی صاحب کو کہا کہ ہم ایک منظم جماعت کے فرد ہیں۔ ہمارے ایک امام ہیں۔ مَیں اُن کی اجازت کے بغیر یہ شادی نہیں کرسکتا۔ حضرت والد صاحب نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کو تمام حالات لکھ کر مشورہ طلب کیا۔ حضور انور کا خط آیا، جو غالباً اس طرح سے تھا:۔

"اگر اس رشتہ سے آپ کے بھائی کی اصلاح مدّنظر ہو تو اجازت ہے ورنہ احمدی لڑکیوں پر ظلم نہ کیا جائے۔"

صحیح الفاظ مجھے یاد نہیں۔ لگ بھگ اس قسم کے الفاظ تھے۔ اسلئے حضرت مولوی صاحب نے اس رشتہ کا خیال چھوڑ دیا۔ عبدالحیٔ خان کا بعد میں تبادلہ بلوچستان

سے صوبہ سرحد ہوگیا اور آپ کی پوسٹنگ پاراچنار میں ہوگئی۔ انہی دنوں
مکرم مولوی مسیح الدین صاحب بھی جو سکول ماسٹر تھے، اپنی ملازمت سے
سبکدوش ہوگئے، ان کو اپنے پاس پاراچنار بلایا اور مولوی صاحب نے وہاں
پر عرائض نویسی کا شغل اختیار کیا۔

مکرم مولوی مسیح الدین صاحب کا ایک لڑکا میجر مصلح الدین سعید تھا - جو
بنگلہ دیش کی لڑائی میں شہید ہوگیا - میجر سعید کے چار لڑکے ہیں اور چاروں
مخلص نوجوان ہیں ۔ پاراچنار میں عبدالحیٔ خان بیمار ہوگئے اور وہ بیماری
بڑھتے بڑھتے تپ دِق (T.B) کی صورت اختیار کر گئی ۔ عبدالحیٔ خان کا
تبادلہ بعد میں صوابی اور درگئی ہوگیا۔ درگئی میں ان کی طبیعت بہت خراب
ہوئی اور انہوں نے لمبی چھٹی لے لی اور ڈاڈر سینی ٹوریم علاج کے لئے تن تنہا روانہ
ہوئے۔ مگر وہاں پہ کوئی علاج کارگر ثابت نہ ہوا اور چند دنوں بعد ڈاڈر سینی ٹوریم
میں فوت ہوگئے ۔ وفات کے بعد حضرت مولوی صاحب ان کے سرہانے موجود
تھے۔ ان کی وفات پر حضرت والد صاحب راتوں رات ان کی لاش ایک ڈیگن
میں رکھوا کر پبی لائے ۔ تمام افراد خانہ ان دنوں برادرم دانشمند خان کے گھر
محب بانڈہ میں تھے ۔ برادرم عبدالحیّ خان کو اپنی ہمشیرہ فاطمہ بیگم سے جو دانشمند
خان کی اہلیہ ہیں بڑی محبت تھی ۔ اس لئے عبدالحیٔ خان نے وصیت کی کہ مجھے
محب بانڈہ میں دفن کیا جائے ۔

عبدالحیّ خان کی وفات ۴ راکتوبر ۱۹۴۲ء کو ہوئی ۔ حضرت مولوی صاحب نے
ڈاڈر سینی ٹوریم سے مجھے مندرجہ ذیل خط لکھا:۔

بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۔ نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ ۔ وَعَلٰی عَبْدِہِ الْمَسِیْحِ الْمَوْعُوْدِ
نورچشم عبدالسلام اطال اللہ عمرہٗ ۔ بتاریخ ۴ راکتوبر ۱۹۴۲ء بوقت ۱½ بجے

رات بمقام ڈاڈر سینی ٹوریم میرا محبوب بیٹا اس دارِ فانی سے دارِ بقا
کو رحلت کر کے چلا گیا ۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن ۔

۲ ۔ جب فرزند مرحوم موصوف فوت ہوا ۔ تو اسی وقت بکرایہ مبلغ پچاس
روپے ایک موٹر مجھ کو مل گئی جس میں اس کی لاش رکھی گئی اور
راتوں رات محب بانڈہ پہنچائی گئی ۵ راکتوبر ۱۹۴۲ء کو بوقت ۳
بجے دن وہ سپرد خاک ہوا ۔ والدعا ۔ راقم محمد الیاس از محب بانڈہ
۵/۱۰/۴۲ ۔

عبدالحیّ خان کی وفات پر حضرت مولوی صاحب نے بڑے صبر کا نمونہ دکھایا
اور راضی برضاءِ الٰہی رہے ۔

عبدالحیّ خان کی وفات کے بعد ایام عدت گذرنے پر حضرت مولوی صاحب نے
عبدالحیّ خان کی بیوہ زکیہ بیگم کو بلا کر فرمایا ۔ کہ عبدالحیّ خان تمہارے میاں تھے
وفات پا گئے ہیں ۔ اب تم آزاد ہو ۔ چاہو تو ہمارے گھر رہو ۔ چاہو تو اپنے والدین
کے گھر رہو ۔ مَیں تم کو ماہوار خرچ حسب توفیق دیتا رہوں گا ۔ زکیہ خانم نے
کہا کہ مَیں اپنے والدین کے گھر جاتی ہوں ۔ تو آپ نے اجازت دے دی اور آخر
تک ان کو ماہوار اخراجات دیتے رہے ۔ حتیٰ کہ جب زکیہ بیگم نے دوسری شادی کی
تو بھی بچوں کے اخراجات بھجواتے رہے ۔

عبدالحیٔ خان کے دو بچے ہیں ۔ ایک لڑکا عبدالعزیز ہے جو کہ آجکل سعودی
عرب میں ملازم ہیں ۔ اور لڑکی رشیدہ بیگم جو مولوی غلام رسول صاحب پٹھان کے
لڑکے عبدالکریم خان سے بیاہی ہے ۔

والدہ صاحبہ کی پہلی بچی فاطمہ بیگم ہے ۔ فاطمہ بیگم مکرم دانشمند خان سکنہ
محب بانڈہ تحصیل نوشہرہ کی بیوی اور مکرم عزیزم بشیر احمد خان رفیق سابق

امام مسجد لندن کی والدہ ہیں ۔ دانشمند خاں محب بانڈہ کے ایک رئیس کے لڑکے تھے ۔ گاؤں میں ان کی خاصی جائیداد اور زرعی زمینیں ہیں ۔ اپنی نوجوانی میں بہت مست اور شرارتی اور بدنام تھے ۔ ان کے والد صاحب ان کو گندے ماحول سے نکالنے کے لئے اپنے ایک عزیز کے توسط سے مستونگ بلوچستان میں لے آئے اور یہاں پر نائب داروغہ جیل لگا دیا ۔ دانشمند خان کے والد صاحب کی نظر مستونگ میں اچانک حضرت مولوی صاحب پر پڑی تو اپنے بیٹے سے کہنے لگے کہ اس شخص سے ہوشیار رہنا ۔ یہ جادوگر ہے ہم نے اس کو اسکی بدمذہب اختیار کرنے کی وجہ سے ملک بدر کر دیا ہے ۔ اس سے دُور ہٹ کر رہو ۔ بالکل اس کے قریب نہ جانا ۔ دانشمند خان کہتے ہیں کہ میں اپنے والد صاحب کی نصیحت پر عمل کرتا رہا ۔ مگر ایک دن جمعہ کے روز اچانک میری اور حضرت مولوی صاحب کی آپس میں ملاقات ہو گئی ۔ حضرت مولوی صاحب نے مجھ سے پوچھا ۔ دانشمند خاں کہاں جا رہے ہو ؟ مَیں نے کہا نماز جمعہ پڑھنے جا رہا ہوں ۔ تو حضرت مولوی صاحب نے فرمایا ۔ آج نماز جمعہ ہمارے ساتھ پڑھو ۔

دانشمند خاں کہتے ہیں کہ مَیں بھی دل میں خوش ہوا کہ چلو آج قادیانیوں کی نماز کو دیکھ لوں گا ۔ نماز سے پہلے حضرت مولوی صاحب نے خطبہ جمعہ پڑھا ۔ اور کچھ اس انداز سے پڑھا کہ جیسے کہ میری تمام سابقہ بداعمالیاں حضرت مولوی صاحب پر منکشف ہو گئی ہیں ۔ اور وہ انکا تجزیہ کر رہے ہیں ۔ اس کے بعد نماز شروع ہوئی ۔ دانشمند خان کہتے ہیں کہ مَیں نے نماز کیا پڑھنی تھی ۔ مَیں نماز میں ادہر ادہر دیکھتا تھا کہ یہ کس قسم کی نماز پڑھتے ہیں ۔ مَیں نے محسوس کیا کہ ان کی نماز اور ہماری نماز میں کوئی فرق نہیں ہے ۔ نماز کے بعد حضرت مولوی صاحب نے تمام احباب جماعت کو جو تعداد میں پانچ چھ تھے اور پنجاب کے رہنے والے ملازم تھے چائے

کی دعوت دی اور چائے پر بھی مختلف مسائل پر باتیں ہوتی رہیں ۔

دانشمند خان کہتے ہیں کہ دوسرے جمعہ مَیں از خود نماز جمعہ پڑھنے حضرت مولوی صاحب کے مکان پر گیا اور یہ لگن روز بروز بڑھتی گئی ۔ دانشمند خان کہتے ہیں : ایک رات میں سویا ہوا تھا ۔ خواب میں دیکھتا ہوں کہ کوئی میرے پیر پکڑ کر جگاتا ہے اور کہتا ہے اٹھو بیعت کرو ۔ مَیں چارپائی سے اٹھ جاتا ہوں مکان کے کونے کونے کو دیکھتا ہوں ۔ مگر کسی غیر شخص کو نہیں پاتا ۔ پھر سو جاتا ہوں ۔ اس طرح کئی روز تک وقفہ وقفہ سے مجھ سے یہ سلوک ہوتا رہا ۔

دانشمند خان کہتے ہیں ۔ آخر کار تنگ آ کر ایک دن مَیں نے حضرت مولوی صاحب سے پوچھا یہ بیعت کیا ہوتی ہے ؟ اور جب انہوں نے بیعت کی تشریح کی ، تو مَیں نے کہا آجکل بیعت کس سے کی جاتی ہے تو حضرت مولوی صاحب نے فرمایا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی سے ۔ دانشمند خاں کہتے ہیں کہ مَیں نے فوراً قادیان بیعت کا خط لکھ دیا اور جواب میں حضرت مفتی محمد صادق صاحب کا دستخط شدہ پوسٹ کارڈ آیا کہ حضرت صاحب نے تمہاری بیعت قبول فرمالی ہے ۔ پوسٹ کارڈ ڈاکخانہ میں پوسٹ ماسٹر نے پڑھا اور دیگر لوگوں کو بتایا کہ دانشمند خاں قادیانی ہو گیا ہے ۔ دانشمند خاں کہتے ہیں کہ جب لوگوں نے مجھ سے پوچھا تم قادیانی ہو گئے ہو تو مَیں سینہ تان کر کہتا ۔ ہاں ! مَیں قادیانی ہو گیا ہوں ۔ حضرت مولوی صاحب کو اس واقعہ کا علم ہوا تو وہ دانشمند خاں کے گھر آئے اور فرمایا اب تم احمدی مسائل سے واقفیت حاصل کرو اور قرآن باترجمہ مجھ سے پڑھو ! دانشمند خاں کہتے ہیں کہ مَیں نے مولوی صاحب سے کہا ۔ کہ قرآن باترجمہ ہرگز نہ پڑھوں گا ۔ کیونکہ ایک دفعہ مَیں نے گاؤں کے امام مسجد سے ترجمہ اور تفسیر پڑھنی شروع کی تھی ۔ ایک جگہ جب مَیں نے اعتراض کیا تو امام مسجد

مجھ سے کہنے لگے کہ تم معتزلہ ہو گئے ہو کافر ہو۔ دوبارہ کلمہ پڑھو اور مسلمان ہو جاؤ۔ مَیں دوبارہ کافر بننا نہیں چاہتا۔ اس پر حضرت مولوی صاحب نے فرمایا۔ مَیں تمہیں پڑھاؤں گا۔ تم جتنے اعتراضات کرنا چاہتے ہو کرتے جاؤ۔ جب تک مسئلہ تمہارے ذہن میں صاف نہ ہو جائے مَیں آگے ہرگز نہیں جاؤں گا۔

دانشمند خاں کہتے ہیں کہ مَیں نے حضرت مولوی صاحب سے قرآن پاک کا ترجمہ اور تفسیر پڑھنی شروع کی اور میرے ذہن میں جتنے اعتراضات آ سکتے تھے کرتا جاتا تھا۔ مگر آفرین ہے حضرت مولوی صاحب پر نہ کبھی خفا ہوئے اور نہ میرے اعتراض کو رد کیا۔ بلکہ مکمل جواب دیتے جاتے تھے۔ دانشمند خاں کہتے ہیں۔ اس طرح سے مَیں ایک اچھا عالم بن گیا اور حضرت مولوی صاحب میرے روحانی باپ بن گئے۔ کچھ عرصہ بعد دانشمند خاں نے کسی کے ذریعہ حضرت مولوی صاحب سے رشتہ کی درخواست کی اور حضرت مولوی صاحب نے بعد دعا و استخارہ ان کی درخواست قبول فرمائی۔ اور ان کو اپنی دختر نیک اختر فاطمہ بیاہ دی۔ انہوں نے حضرت مولوی صاحب کے قریب ہی مکان کرایہ پر لے کر رہائش اختیار کر لی۔ اور اس طرح حضرت مولوی صاحب کی صحبت سے مستفید ہوتے رہے۔

دانشمند خاں کہتے ہیں کہ حضرت مولوی صاحب ستر (پردہ) کے بہت سختی سے پابند تھے۔ ان کی باقی لڑکیاں مجھ سے ستر (پردہ) میں رہتی تھیں۔ اور مجھے بھی حضرت مولوی صاحب کی موجودگی ہی میں آپ کے گھر جانے کی اجازت تھی۔ جبکہ باقی لڑکیاں کمرے میں چلی جاتی تھیں اور ستر میں رہتی تھیں۔ یہ حضرت مولوی صاحب کا اپنا ایک انداز تھا کہ شریعت نے جس کو محرم کہا ہے اس سے پردہ نہ ہو۔ باقی سب سے پردہ ہو۔

دانشمند خاں بعد میں صاحب کشف و الہام ہوئے اور بہت بزرگ انسان تھے۔ تبلیغِ احمدیت ان کا ہر وقت کا مشغلہ تھا۔ قرآن پاک پر بڑا عبور حاصل تھا سلسلہ اور خلیفۃ المسیح الثانی اور پھر حضرت خلیفۃ المسیح الثالث سے بڑی محبت تھی۔ احمدیت کے لئے بڑی غیرت تھی۔ تبلیغ ان کا مشغلہ تھا۔ بہت مہمان نواز اور خوش خلق تھے۔ دانشمند خاں فرمایا کرتے تھے۔ حضرت مولوی صاحب کی صحبت نے مجھے باخدا انسان بنایا۔ اگر میری ملاقات حضرت مولوی صاحب سے نہ ہوتی تو پتا نہیں میں کس قسم کا انسان بنتا اور کتنے لوگوں کے لئے باعث تکلیف ہوتا۔ یہ محض خدا تعالیٰ کا فضل ہے۔ کہ حضرت مولوی صاحب کے ذریعہ مجھے احمدیت کی نعمت نصیب ہوئی اور صحیح معنوں میں انسان بنا۔ ایسا انسان جس سے خدا تعالیٰ کلام کرتا ہے۔ دانشمند خاں ملازمت چھوڑنے کے بعد جب مستقل طور سے اپنے گاؤں محب بانڈہ میں رہنے لگے تو ہر شخص کو یہ کہتے تھے۔ کہ مَیں اب احمدی ہوں پٹھان نہیں ہوں۔

اتفاق سے ایک مقدمہ میں ان کی گواہی ہونی تھی۔ فریق مخالف کے وکیل نے ان کی گواہی کے زور کو کم کرنے کے لئے کہا کہ دانشمند خاں پٹھان نہیں ہیں ان کی گواہی ثقہ نہیں ہے اور وکیل نے دانشمند خاں سے سوال کیا۔ کیا آپ پٹھان ہیں؟ وکیل صاحب کا خیال تھا۔ کہ جیسے عموماً دانشمند خان کہا کرتے ہیں کہ اب میں پٹھان نہیں ہوں۔ پٹھان ہونے سے انکار کر دیں گے۔ دانشمند خاں نے جواب دیا۔ ۱۹۱۸ء تک پٹھان تھا۔ اب نہیں ہوں۔ عدالت نے پوچھا۔ یہ کیسے۔ تو دانشمند خاں نے جواب دیا۔ کہ پہلے مجھ میں یہ یہ عیوب تھے اور مَیں پٹھان تھا۔ اب مَیں احمدی ہو کر ان تمام چیزوں سے توبہ کر لی ہے جس میں ایک جھوٹی گواہی بھی ہے۔ اس لئے مَیں اب پٹھان نہیں ہوں۔ میجسٹریٹ نے کہا۔ کہ آپ کی

گواہی ثقہ ہے ۔ اور مَیں فیصلہ آپ کی گواہی پر دیتا ہوں ۔

چوراسی سال کی عمر میں وفات پائی ۔ وفات سے پہلے ان کی صحت بہت اعلیٰ تھی ۔ اپنے گاؤں میں اپنے مکان میں لیٹے ہوئے تھے کہ برآمدے کا شہتیر ٹوٹ کر ان پر آگرا جس سے وہ شدید زخمی ہوئے اور بعد میں زخموں کی وجہ سے وفات پائی ۔ موصی تھے مقبرہ بہشتی میں دفن ہیں ۔ اللّٰھم اغفر لہ وارحمہ ۔

دانشمند خاں کے بڑے صاحبزادے عزیزم بشیر احمد خاں رفیق ہیں ۔ جو کافی عرصہ لندن میں امام مسجد رہے ہیں اور ایک کامیاب مبلغ ہیں ۔ بشیر احمد خاں رفیق واقف زندگی ہیں ۔ ان کے وقف زندگی پر ان کے والد بہت خوش تھے اور فخر کرتے تھے ۔ بشیر احمد خاں رفیق کی تین لڑکیاں اور دو لڑکے منیر احمد اور محمود احمد ہیں ۔ یہ سب بفضلہ تعالیٰ بہت نیک اور صالح اور احمدیت کے رنگ میں رنگین ہیں ۔ ان کی بڑی بیٹی امۃ الجمیل کی شادی اعجاز احمد خاں ابن مکرم صوبیدار عبد الغفور خاں سے ہوئی ہے ۔ دوسری بیٹی امۃ النصیر کی شادی میرے بھتیجے عزیز ڈاکٹر عبد الوحید خاں سے ہوئی ہے ۔ تیسری بیٹی بشریٰ ناہید ابھی زیر تعلیم ہے ۔

دانشمند خاں کا دوسرا لڑکا کرنل نذیر احمد خاں ہے جو بہت نیک اور پارسا انسان ہے ۔ دانشمند خاں کہا کرتے تھے کہ میرے دو بیٹے ہیں ایک کو خدائی فوج میں داخل کیا ہے اور دوسرے کو پاکستانی فوج میں ۔ نذیر احمد خاں سے دانشمند خان فرمایا کرتے تھے کہ تمہاری ساری ترقی اور عزّت دراصل بشیر احمد رفیق کی وجہ سے ہے کہ وہ واقفِ زندگی ہیں ۔ اس لئے ان کی بڑی عزت کیا کرو ۔

دانشمند خاں کی چار لڑکیاں ہیں ۔ ان کی بڑی لڑکی امۃ الکریم جو محمد حسن خاں درانی چارسدہ سے بیاہی ہوئی ہیں ۔ امۃ الحفیظ جو محمد حسین خاں شیخ محمدی سے بیاہی ہیں ۔ امۃ الحمید جو صاحبزادہ محمود احمد صاحب سرائے نورنگ سے بیاہی ہیں ۔

اور امۃ الوحید جو صاحبزادہ محمد فاضل سے بیاہی ہیں ۔ محمد فاضل مکرم جناب صاحبزادہ محمد طیب صاحب مرحوم کے بیٹے ہیں ۔ اور صاحبزادہ عبد اللطیف صاحب شہید کے پوتے ہیں ۔ اور یہ سب بچیاں بفضلِ خدا نیک ہیں ۔

دانشمند خاں کی اپنی تعلیم پرائمری تک تھی ۔ مگر حضرت مولوی صاحب کی صحبت کی وجہ سے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب پڑھنے کی وجہ سے بہت بڑے عالم ہو گئے تھے اور علاقے کے بڑے بڑے علماء ان سے گفتگو کرنے سے کتراتے تھے ۔

دانشمند خاں کی احمدیت کی وجہ سے کافی مخالفت شروع ہوئی ۔ اور ان کو قتل کرنے کے مختلف منصوبے بنائے گئے ۔ گرمیوں کے دنوں میں ایک رات خان صاحب اپنے گھر کے صحن میں لیٹے ہوئے تھے ۔ صحن کی ایک دیوار بوجہ بارش گر چکی تھی ۔ کسی دشمن نے موقع تاڑ کر رات کے وقت باہر سے ان پر بندوق کا فائر کیا جس سے ان کا سر تو بچ گیا مگر ایک ہاتھ ناکارہ ہو گیا جو بعد میں کاٹ دیا گیا ۔ اور خان صاحب اخیر عمر تک ایک ہاتھ سے سب کام کرتے رہے ۔ ہسپتال میں جبکہ آپ زیست و موت کی کشمکش میں تھے اپنے بیٹے کرنل نذیر احمد کو جو ان دنوں لفٹیننٹ تھے بلا کر فرمایا ۔ دیکھنا بیٹے ! تم نوجوان ہو تم کو لوگ کہیں گے فلاں شخص نے فائر کیا ہے ، فلاں نے کیا ہے ۔ مگر مَیں نے کسی کو نہیں دیکھا ۔ اس لئے میرا کسی پر دعویٰ نہیں ہے ۔ میرا بدلہ خدا لے گا ۔ تم کسی کے کہنے پر اشتعال میں نہ آنا ۔

دانشمند خاں کی کافی زرعی جائیداد تھی ، مگر کبھی اپنی اراضی پر نہیں گئے ، جو مزارعین دے جاتے خوشی سے لے لیتے ۔ ان کو زمینداری سے کوئی دلچسپی نہیں تھی ۔ تمام دلچسپی تبلیغ احمدیت میں تھی ۔ ایک دفعہ گاؤں میں سکول کیلئے

زمین کی ضرورت پڑی ۔ خاں صاحب نے اپنی زرعی زمین میں سے چار کنال کا رقبہ مفت سکول کو دے دیا ۔ جب اس قطعہ پر سکول بن گیا تو ڈپٹی کمشنر وغیرہ سکول کے افتتاح کے لئے آئے، تو کسی نے بھی دانشمند خان کو مدعو نہ کیا ۔ آخر ڈپٹی کمشنر صاحب نے پوچھا، جس شخص نے زمین سکول کے لئے مفت دی ہے وہ کہاں ہیں ؟ تو اس پر ایک شخص نے کہا ۔ چھوڑو جی اس کو وہ قادیانی ہے ۔ ڈپٹی کمشنر یہ جواب سن کر بہت خفا ہوئے ۔ اور خود خان صاحب کے گھر پہ ان کا شکریہ ادا کرنے آئے ۔ دانشمند خاں نے ڈی سی صاحب سے کہا کہ میں نے کسی پر احسان جتانے کے لئے یہ قطعہ زمین نہیں دیا ۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے دیا ہے ۔

دانشمند خاں کی بیگم فاطمہ بی بی بہت دعاگو عبادت گذار خاتون تھیں ۔ گاؤں میں تمام عورتیں ان کی سعادت کی وجہ سے ان کی قدر کرتی تھیں ۔ ایک دفعہ ان کے دو بچے ایک لڑکی مہر طلعت اور ایک لڑکا بشیر احمد اوّل چار پانچ سال کے ایک ہی دن میں ہیضہ سے فوت ہوئے، مگر انہوں نے نہایت صبر و رضا سے یہ حادثہ برداشت کیا ۔ جس پہ گاؤں کی عورتوں کو حیرت ہوئی ۔

والدہ صاحبہ کی دوسری لڑکی بی بی کلثوم تھیں جو کہ مکرم حضرت قاضی محمد یوسف صاحب رضی اللہ عنہ (رفیق حضرت مسیح موعود علیہ السلام) کی دوسری بیوی تھیں ۔ پہلی بیوی سے جناب قاضی صاحب کی اولاد زندہ نہیں رہتی تھی، تو حضرت قاضی صاحب نے کلثوم بیگم سے دوسرا نکاح کیا ۔ یہ نکاح حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قادیان کی مسجد مبارک میں خود پڑھا ۔

کلثوم بیگم بھی بہت نیک، سادہ طبیعت، نماز کی پابند، تہجد گذار اور بہت غریب پرور تھیں ۔ ان کے گھر پہ ہر وقت کوئی نہ کوئی یتیم اور غریب زیر پرورش

رہتا ۔ محلہ کے بچوں کو قرآن پاک بھی پڑھاتی تھیں ۔ ان کے بطن سے دو لڑکے تھے ۔ ایک میجر قاضی بشیر احمد شہید جو چھمب جوڑیاں کے محاذ پہ شہید ہوئے ۔ قاضی بشیر احمد صاحب کی لاش جب محاذ جنگ سے ہوتی (ضلع مردان) آئی تو کلثوم بیگم صاحبہ نے کمال ضبط اور صبر و تحمل کا مظاہرہ کیا ۔ آپ صبر کے معاملہ میں بالکل حضرت مولوی صاحب کے رنگ میں رنگین تھیں اور دوسرا لڑکا ڈاکٹر قاضی مسعود احمد ہیں جو آجکل امریکہ میں ہیں اور بہت نیک اور صالح ہیں ۔

چار لڑکیاں ہیں ۔ بی بی عائشہ مکرم اطہر ظہور بٹ صاحب سے بیاہی ہوئی ہیں جو پولیس میں D.S.P ہیں ۔ رضیہ بیگم مکرم خلیل احمد خاں پسر محمد خواص خاں صاحب سے بیاہی ہوئی ہیں ۔ زبیدہ بیگم ڈاکٹر بشیر احمد صاحب سے بیاہی ہوئی ہیں ۔ بہت نیک اور صالح خاتون ہیں ۔ ڈاکٹر بشیر احمد غانا میں نصرت جہاں کے تحت تین سال وقف گذار کر آئے ہیں ۔ جو خاکسار کے برادر نسبتی ہیں ۔ قدسیہ بیگم اپنے چچازاد قاضی اسمٰعیل صاحب ایڈووکیٹ سے بیاہی ہوئی ہیں یہ تمام بچیاں بفضلہ تعالیٰ بہت نیک ہیں اور ان کی نیکی میں ان کی والدہ کی تربیت کا بڑا ہاتھ ہے ۔

حضرت قاضی محمد یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالاتِ زندگی کا ایک مختصر خاکہ

حضرت قاضی صاحب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ابتدائی صحابہ میں شمار ہوتے ہیں ۔ غالباً انہوں نے ۱۹۰۱ء میں مسیحِ دوراں کی بیعت کا شرف پایا ۔ وہ بہت متقی اور پارسا انسان تھے ۔ عرصۂ دراز تک جماعتہائے احمدیہ صوبہ سرحد کے صوبائی امیر کے عہدے پہ فائز رہے ۔ نہایت زیرک اور منتظم انسان تھے ۔ اُنہوں نے اپنے دَورِ امارت میں بعض نمایاں کام کئے ۔ مثلاً

صوبہ سرحد میں جہاں جہاں احمدی جماعتیں قائم ہوئی تھیں وہاں پر مساجد تعمیر کرائیں۔ اور احمدیہ قبرستانوں کا اہتمام کیا۔ اُن کا معمول تھا کہ احمدی احباب کی خیریت معلوم کرنے کے لئے دور دراز کا سفر کرتے اور دَورے کرتے رہتے تھے۔ اُن کا وجودِ گرامی غیر مبائعین کے لئے ایک شمشیرِ بُرّاں تھا۔ انہوں نے عیسائیت کے ردّ میں بھی نہایت مفید لٹریچر تیار کیا۔ خصوصًا اُن کی کتاب "اناجیل کا یسوع اور قرآن کا عیسیٰؑ" لائقِ التفات ہے۔ وہ پشتو، اُردو اور فارسی زبان کے قادر الکلام شاعر بھی تھے۔ ان کا دیوان زیورِ طبع سے آراستہ ہو چکا ہے۔ انہوں نے پشتو زبان میں قرآن مجید کی تفسیر بھی لکھی ہے۔ مگر افسوس کہ اُن کی زندگی میں وہ چھپ نہ سکی۔ پشتو زبان میں انہوں نے احمدیت پر متعدد کتب لکھی ہیں۔ جو افغانستان میں احمدیت کی تبلیغ کے لئے خوب کارآمد ثابت ہوئی ہیں۔

حضرت قاضی صاحب ایک نڈر اور بے باک مبلغ تھے۔ خلیفۂ وقت کا احترام اُن کے رگ و ریشہ میں سرایت کر چکا تھا۔ ایک مجلس مشاورت کے موقعے پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دعوت کا اہتمام فرمایا۔ جس میں ہم صرف پانچ خدام مدعو تھے۔ ان میں دو بنگالی طالب علم تھے۔ ایک محترم شرما صاحب مبلغ بنگال تھے، ایک حضرت قاضی صاحب تھے۔ اور پانچواں یہ خادم عبدالسلام تھا۔ دعوت کا انتظام قصرِ خلافت کی بالائی منزل پر کیا گیا تھا۔ خاکسار نے اس دعوت کے دوران حضور کو پہلی مرتبہ سادہ لباس میں دیکھا تھا۔ آپ بغیر کوٹ کے صرف قمیص زیبِ تن کئے ہوئے بغیر عمامہ یعنی ننگے سر تشریف فرما تھے۔ مَیں نے دیکھا کہ کھانے کے دوران حضرت قاضی صاحب بہت چھوٹا لقمہ مُنہ میں ڈالتے تھے اور ہمہ تن حضور پُرنور کی طرف

گوش برآواز تھے۔ بعد میں مَیں نے حضرت قاضی صاحب سے کہا کہ انہوں نے تو کھانا بہت کم کھایا ہے۔ تو انہوں نے فرمایا۔ ایسی بزرگ ہستی کے سامنے کھانا کون کھا سکتا ہے؟ کھانے کے دوران حضور انور نے ایک گلاس سے کچھ پانی نوش فرمایا، شرما صاحب نے وہ گلاس اُٹھا کر تبرکًا خود بھی پیا اور اپنے بنگالی دوستوں کو بھی پلایا۔ غالبًا حضور انور نے اس عمل کو بھانپ لیا تھا کہ خاکسار آپ کے تبرک سے محروم رہا ہے۔ چنانچہ حضور انور نے اپنے دستِ مبارک سے اپنے سامنے رکھے ہُوئے پیالے سے پہلے خود ایک چمچہ کھایا پھر وہ پیالہ میری حوصلہ افزائی کے لئے مجھے عنایت فرما دیا۔

۱۹۳۹ء میں خلافتِ ثانیہ کی سلور جوبلی کا جلسہ منعقد ہُوا۔ مختلف ممالک کے نمائندے حضور کی خدمت میں سپاس نامے پیش کر رہے تھے اور ہر کوئی اپنی اپنی زبان میں یہ سپاس نامہ پیش کر رہا تھا۔ ان میں سے بعض سپاس نامے طویل بھی تھے، خصوصًا برما کے نمائندے کا سپاسنامہ طویل بھی تھا اور برمی زبان میں بھی تھا، جسے شاید ہی کوئی سمجھ سکا تھا۔ اس موقعے پر حضرت قاضی صاحب نے ایک مختصر سپاس نامہ حضور انور کی خدمت میں مع ایک کتابچے کے پیش کیا۔ یہ کتابچہ صوبہ سرحد میں جماعت کی اُس ترقی پر مشتمل تھا۔ جو اُس نے خلافت ثانیہ کے عہد میں کی تھی۔ حضور اقدس نے محترم قاضی صاحب کے اس انداز کو پسند فرمایا اور خوش ہو کر فرمایا۔ مَیں اس کتابچے کو ضرور پڑھوں گا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رض کی بیماری کے دوران (حضرت قاضی صاحب) دو دفعہ صرف اُمرائے اضلاع کو حضور کی ملاقات کی اجازت دی۔ ایک سال تو حضور انور کی نقاہت کے پیش نظر انہوں نے ملاقات کرنے والوں کو مصافحہ کرنے سے بھی روک دیا، جبکہ دوستوں کی خواہش تھی کہ وہ مصافحہ کا شرف حاصل کریں۔

بعد میں معلوم ہوا کہ حضورِ اقدس نے حضرت قاضی صاحب کے اس انداز کو بھی بنظرِ استحسان دیکھا۔

ایک دفعہ جلسہ سالانہ کے موقعے پر ہم ربوہ سے جا رہے تھے۔ شام کا وقت تھا کہ ٹرین میں حضرت قاضی صاحب کے لئے کھانا پیش کیا گیا۔ وہ کھانا تناول فرما رہے تھے کہ گاڑی ایک اسٹیشن پر رُکی تو انہوں نے پینے کے لئے پانی طلب فرمایا۔ میاں محمد یوسف صاحب صراف ڈبے سے فوراً اترے اور ایک برتن میں پانی لے آئے۔ حضرت قاضی صاحب نے پوچھا۔ کونسا اسٹیشن ہے؟ میاں محمد یوسف صاحب نے کہا: یہ گولڑہ کا اسٹیشن ہے۔ قاضی صاحب نے پانی پئے بغیر وہ برتن زمین پر دے مارا اور فرمایا۔ اس زمین پر خدا کی لعنت برس رہی ہے۔ مَیں اس جگہ کا پانی نہیں پیوں گا۔ چنانچہ راولپنڈی پہنچ کر پانی پیا۔

حضرت قاضی صاحب پر احمدیت کی وجہ سے قصہ خوانی بازار میں قاتلانہ حملہ بھی ہوا تھا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اُن کو بال بال بچالیا۔ اور انہوں نے جرأت سے کام لیتے ہوئے فائر کرنے والے کو پکڑ لیا اور سرِ بازار اُس کی خوب خبر لی۔

قاضی صاحب محترم بہت مہمان نواز اور خوش اخلاق تھے۔ ہر شخص جو اُن سے ملتا اُن کا گرویدہ ہو جاتا۔ وہ اسلامی اخلاق کی ایک سچی تصویر تھے۔ صوبہ سرحد میں غیر مبائعین کا زور توڑنے پر محترم قاضی صاحب نے نمایاں خدمت سرانجام دی تھی۔ حضرت قاضی صاحب ہی کی کوشش سے حضرت مولوی غلام حسن خانصاحب نیازی (خسر حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ) نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے دستِ مبارک پر بیعت کا شرف حاصل کیا۔ الغرض قاضی صاحب کے اوصاف کا بیان کسی لذیذ حکایت سے بھی زیادہ شیریں ہے۔ مگر اس جگہ اختصار سے کام لیا گیا ہے۔

عبد القیوم خان بی۔ ایس سی

عبد القیوم خان نے اسلامیہ کالج پشاور سے بی ایس سی پاس کیا تھا۔ بعد میں بلوچستان میں ایک سکول میں سائنس ٹیچر مقرر ہوئے تھے۔ آپ بہت نیک اور صالح نوجوان تھے۔ بہت قابل تھے اور خاص طور پر انگریزی پر کافی عبور حاصل تھا۔ بہت نڈر اور دلیر تھے۔

ایک دفعہ مستونگ میں پولیٹیکل ایجنٹ نے ایک اجلاس سے خطاب کرنا تھا جس میں زیادہ تر ملازمین تھے۔ پولیٹیکل ایجنٹ جو انگریز تھا اور ابھی انگریزی حکومت تھی اور ان کا بڑا رعب تھا، اپنے مقررہ وقت سے کچھ دیر سے آئے اور اپنی تقریر میں ہندوستانیوں کی کمزوریاں جتلانے لگے اور کہا کہ ایک کمزوری یہ ہے کہ ہندوستانی کبھی بھی وقت کے پابند نہیں ہوتے۔ اس پر عبد القیوم خاں نے کھڑے ہو کر برجستہ انگریزی میں اُن کو کہا۔ آپ غلط کہتے ہیں آپ خود دیر سے آئے ہیں۔ ٹائم کا آپ نے خود خیال نہیں رکھا اور الزام ہندوستانیوں کو دیتے ہیں۔ اس پر پولیٹیکل ایجنٹ بہت ناراض ہوئے اور تقریر ادھوری چھوڑ کر چلے گئے۔ تمام ملازمین عبد القیوم خان سے کہنے لگے اب صاحب بہت ناراض ہو گئے ہیں اب ہم کو سزا دیں گے۔ مگر عبد القیوم خاں بالکل نہ گھبرائے۔

عبد القیوم خان کی عقل ڈاڑھ نکل رہی تھی جو غلط علاج کی وجہ سے خراب ہو گئی۔ اور بعد میں اس نے ناسور کی صورت اختیار کر لی اور ناسور نے T.B کی صورت اختیار کی۔ عبد القیوم خاں سول ہسپتال کوئٹہ میں ایک انگریز ڈاکٹر ولیمسن سول سرجن کے زیرِ علاج تھے۔ عبد القیوم خان کی لیاقت، قابلیت اور انگریزی پر عبور کے بہت مداح تھے۔ آخر ایک دن عبد القیوم نے گھر پر علاج کرانے کا ارادہ کیا، تو ولیمسن سول سرجن نے سرکاری ایمبولنس مفت دی اور ہسپتال میں پرائیویٹ وارڈ کا تمام کرایہ معاف کر دیا۔ اور ان کو مستونگ پہنچایا

گیا۔ اور خود بھی کبھی کبھی خیریت پوچھنے مستونگ آتے۔ اور عبدالقیوم خاں سے بہت محبت اور پیار کی باتیں کرتے۔

مستونگ میں حضرت مولوی صاحب نے ان کے لئے مکان کے ساتھ ایک علیحدہ مکان کرایہ پر لیا تھا تاکہ ان کو بچوں کے شور کی وجہ سے تکلیف نہ ہو۔ ایک دن جب مولوی صاحب ان کے کمرے میں داخل ہوئے تو عبدالقیوم خاں کچھ گنگنا رہے تھے۔ حضرت والد صاحب نے ان سے پوچھا کیا گنگنا رہے ہو تو عبدالقیوم خان نے کہا کسی کا ایک شعر ہے ؎

پھول تو دو دن بہارِ جانفزا دکھلا گئے
حسرت ان غنچوں پہ ہے جو بن کھلے مرجھا گئے

اور پھر کہا کہ میرا ارادہ تھا کہ میں بڑا ہو کر بفضلہٖ تعالیٰ بڑا آدمی بنوں گا اور آپ کی ہر قسم کی خدمت کروں گا۔ کیونکہ آپ نے سخت مالی تنگدستی میں ہم کو پڑھایا۔ مگر افسوس کہ میں اس غنچہ کی طرح ہوں جو بن کھلے مرجھا رہا ہے۔ اس پر حضرت والد صاحب نے ان کو اس زندگی کی بے ثباتی اور عاقبت کی زندگی پر نہایت پُر مغز تقریر کی۔ اور کہا بیٹا ہم بھی جلد آپ سے ملنے والے ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ کی مرضی تمہاری موت ہو تو ہم اس پر راضی ہیں۔

چند دنوں بعد عبدالقیوم خان وفات پا گئے۔ گھر میں صرف تین مرد چند بچے اور چند مستورات تھیں۔ حضرت مولوی صاحب نے عبدالقیوم خان کو خود غسل دیا۔ کفن پہنایا اور پھر خود ہی گھر پر ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ اور گھر میں سب مستورات کو صبر کی تلقین کی۔ مستونگ میں ان دنوں میں کوئی احمدی دوست نہ تھے۔ جب لوگوں کو عبدالقیوم خان کی وفات کا علم ہوا تو کافی لوگ جمع ہوئے۔ جن میں بعض رؤسا اور سرداران قوم بھی تھے۔ جنازہ اٹھایا گیا اور قبرستان لایا گیا۔ جب جنازہ

کو رکھا گیا تو حضرت مولوی صاحب نے فرمایا کہ شریعت کا حکم یہ ہے کہ متوفیٰ کا جنازہ اس کا ولی پڑھے۔ میں اس کا ولی ہوں اور میں نے اس کا جنازہ پڑھ لیا ہے اب یہاں پر دوبارہ جنازہ پڑھانے کی ضرورت نہیں۔ اور جب نعش کو لحد میں رکھنے لگے تو حضرت مولوی صاحب نے فرمایا کہ میں حضرت رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک سنّت تازہ کرنا چاہتا ہوں۔ وہ یہ کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السّلام فوت ہوئے تو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لحد میں رکھنے سے پہلے اس کا بوسہ لیا۔ تو میں عبدالقیوم کا بوسہ لیتا ہوں۔ نہ اس لئے کہ وہ میرا پیارا بیٹا ہے بلکہ حضور کی سنّت کے اتباع کے لئے اور اس کے بعد گھر تشریف لائے۔ بہت سے لوگ تعزیت کے لئے حضرت مولوی صاحب کے پاس آتے تھے۔ حضرت مولوی صاحب بہت صبر و تحمل کا نمونہ دکھاتے ہوئے اُن سے مذہبی امور اور خاص کر آخرت کے موضوع پر گفتگو فرماتے تھے۔ ہاں جب کبھی رقّت آجاتی تھی تو اپنے سفید ململ کے عمامہ کے پلّو کو آنکھوں پر رکھ لیتے تھے۔ ہندو پنچایت کا چودھری۔ چودھری ہیرو مل بھی مع دیگر ہندو افراد کے تعزیت کے لئے آئے۔ چودھری صاحب نے کہا کہ مولوی صاحب، افسوس آپ کا یوسف گیا۔ اس پر حضرت مولوی صاحب نے فرمایا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو ان کا یوسف تو اسی دنیا میں ہی مل گیا تھا۔ مگر ہم اپنے یوسف سے ملنے اُس دنیا خود جائیں گے۔ اس کے بعد کافی دیر تک مسئلہ آواگون اور تناسخ پر گفتگو فرماتے رہے۔ اور روزِ آخرت اور قیامت میں سوال جواب اور اللہ تعالیٰ کی مغفرت پر کافی لمبی گفتگو فرمائی۔ وہ سب حیران تھے کہ عجیب انسان ہے۔ اس کا نوجوان لڑکا فوت ہو گیا ہے اور یہ ایسے گفتگو کر رہا ہے، جیسے کسی غیر کا لڑکا فوت ہوا ہو۔

ولیم سن سول سرجن کو جب عبدالقیوم خان کی وفات کا علم ہُوا تو وہ کوئٹہ سے مستونگ تعزیت کے لئے تشریف لائے اور کافی دیر تک حضرت مولوی صاحب کے پاس بیٹھ کر باتیں کرتے رہے مگر حضرت مولوی صاحب اس وقت بھی ولیم سن صاحب سے واقعہ صلیب اور کفارہ پر گفتگو فرماتے رہے۔

عبدالقیوم خان کی وفات کے چند ماہ بعد عید تھی۔ حضرت مولوی صاحب بازار گئے اور خلاف معمول خود مہندی وغیرہ لائے اور فرمایا۔ عید اچھی طرح سے منانا ہے اچھی پوشاک پہننی ہے اور اچھا کھانا پکانا ہے۔ تاکہ اللہ تعالیٰ یہ نہ کہے کہ عبدالقیوم میری ایک امانت تھی مَیں نے جب اپنی امانت ان سے لے لی تو یہ لوگ میرے اس فعل پر ناراض ہیں۔ نہیں! بلکہ ہم ہر حال میں راضی برضاء الٰہی ہیں۔ والدہ صاحبہ کو چونکہ بار بار صبر کی تلقین ہوتی تھی اس لئے ان کی آنکھوں سے آنسو بہنے بند ہو گئے تھے، جس کی وجہ سے ان پر خفقانِ دل کا دورہ پڑنا شروع ہُوا جس نے بعد میں دمہ کی صورت اختیار کر لی۔ ڈاکٹر ولیم سن نے کہا کوئی صورت کرو کہ یہ کسی طرح سے رولیں اور ان کے آنسو بہیں تاکہ ان کے دل کا غبار نکل جائے۔ عبدالقیوم خان کی وفات کے بعد کبھی کبھی فرمایا کرتے تھے کہ عبدالقیوم خان مجھے بہت پیارا تھا۔ وہ بہت نیک اور صالح نوجوان تھا۔

عبدالجلیل خان

بی ایس سی ایگریکلچر کالج لائل پور (فیصل آباد) سے پاس کیا تھا۔ ایک خوبصورت نیک اور صالح نوجوان تھا۔ اچھا فٹ بالر تھا۔ ۱۹۳۵ء کے کوئٹہ کے زلزلہ عظیم میں جب کہ وہ مستونگ سے نائب تحصیلداری کے امتحان کے لئے کوئٹہ آئے ہُوئے تھے۔ حضرت مولوی صاحب بھی ان کے ہمراہ تھے۔ اور مکرم ڈاکٹر عبدالمجید صاحب رضی اللہ عنہ کے گھر پر ان کا قیام تھا۔ زلزلہ کی وجہ سے مکان کی چھت گرنے کی وجہ سے ان کے سینے کو ضربات آئیں

تھیں۔ جس نے بعد میں ٹی بی کی صورت اختیار کر لی۔ انہوں نے بیماری کا یہ تمام عرصہ نہایت خاموشی اور صبر و تحمل سے گذارا۔ بہت دعا گو تھے۔ اپنی وفات سے بہت پہلے ایک خواب دیکھا تھا کہ بھائی عبدالقیوم خان کا تار آیا ہے کہ اب چلے آؤ۔ نزع کے وقت بھی یہی کہتے رہے۔ تمہارا تار آیا تھا۔ یہ پردہ سا بیچ میں حائل ہے۔ اس کے اُٹھنے پر مَیں تمہارے پاس آجاؤں گا۔ جب مَیں نے پوچھا کیا بات ہے تو کہا کہ عبدالقیوم خان، میں اور کہہ رہے ہیں کہ جلد آجاؤ اکٹھی نماز جمعہ پڑھیں گے۔ اس کے بعد اسی دن ان کی وفات چارسدہ میں ہوئی۔

چارسدہ میں عبدالجلیل خان کو دفن کرنے کے بعد جب تمام لوگ قبرستان سے واپس آئے، تو مکرم قاضی محمد شفیق صاحب کے حجرہ میں بیٹھ گئے تو حضرت مولوی صاحب نے تقریر شروع کی اور تمام لوگ ہمہ تن گوش اس کو سُننے لگے۔ ہمارے بہنوئی رستم خان سکنہ جلوزائی بھی مع اپنے چند رشتہ داروں کے تشریف لائے تھے ان میں سے ایک شخص نے رستم خان سے دریافت کیا کہ رستم خان تمہارے خسر کونسے ہیں جن سے تعزیت کی جائے، تو انہوں نے کہا وہ سفید ریش جو تقریر کر رہا ہے۔ اس شخص نے کہا مَیں یہ بات باور کرنے کے لئے تیار نہیں کہ یہ نوجوان بیٹا اس شخص کا ہو سکتا ہے۔ حضرت مولوی صاحب میں صبر کا اتنا زبردست مادہ تھا کہ اگر کسی شخص کو یہ پتا نہ ہوتا کہ اس شخص کے ۲ اتنے نوجوان بیٹے فوت ہُوئے ہیں، تو وہ ان کے طرزِ گفتگو اور کردار سے ہرگز معلوم نہیں کر سکتا تھا کہ یہ شخص غم خوردہ ہے۔ ایک دن گھر میں فرمانے لگے اچھا ہُوا اللہ تعالےٰ نے مجھے شرک سے بچا لیا۔ میرا خیال تھا کہ یہ میرے لڑکے بڑے ہوں گے برسرِ روزگار ہوں گے تو میری مالی مدد بھی کریں گے اور مَیں اخیر عمر آرام سے گذاروں گا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو وفات دیکر مجھے ایک شرک سے، جو مَیں اُن کو اپنے مددگار کے طور پر سمجھتا

تھا بچا لیا۔ اور فرماتے تھے یہ بھی اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا احسان ہے کہ اس نے ہر قسم کے شرک سے مجھے محفوظ رکھا۔ اخیر عمر تک حضرت مولوی صاحب کی صحت اچھی رہی اور خود کماتے تھے کبھی کسی کے دستِ نگر نہ رہے۔

صالحہ بیگم یہ بہت نیک خاتون تھیں ان کی شادی برادرم رستم خان سکنہ جلوزائی نوشہرہ سے ہوئی تھی۔ رستم خان صاحب اپنے گاؤں میں اکیلے احمدی تھے۔ ان کے والد صاحب صوبیدار دلاور خان ابتداء میں سخت مخالف تھے۔ رستم خان اسلامیہ کالج پشاور میں پڑھتے تھے اور حضرت قاضی محمد یوسف صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہر جمعہ کے دن وہاں پر احمدی طلبہ سے ملنے جاتے اور ان کے زیر اثر دوستوں کو تبلیغ کرتے۔ جن میں ایک رستم خان بھی تھے۔ رستم خان صاحب فرماتے تھے کہ ہم جناب قاضی صاحب کو خوب تنگ کرتے تھے۔ بوجہ غیر احمدی ماحول کے قسم قسم کے اعتراضات کرتے تھے، مگر جناب قاضی صاحب کبھی ناراض نہ ہوتے اور خندہ پیشانی سے جواب دیتے اور ہم یہ خیال کرتے کہ اب دوسرے جمعہ کو قاضی صاحب نہیں آئیں گے۔ مگر قاضی صاحب دوسرے یا تیسرے جمعہ پھر آجاتے تھے۔ اس کے بعد رستم خان صاحب سروے آف انڈیا میں ملازم ہوئے اور ایران چلے گئے۔ وہاں پر ان کو ایک اور مخلص احمدی دوست ملا جن کی پاک صحبت سے اُنہوں نے ایران سے بیعت کا خط لکھا۔

رستم خان صاحب سروے آف پاکستان میں آفیسر تھے۔ ان کو دوران ملازمت ذیابیطس ہو گئی اور قریب مرگ ہو گئے۔ ہماری ہمشیرہ صاحبہ نے ان کی نہایت صبر و سکون سے خدمت کی۔ ذریعۂ معاش جاتا رہا۔ مگر صالحہ بیگم نے نہایت قلیل آمد میں بہت تنگی سے گزارا کیا۔ مگر رستم خان کو کچھ بھی محسوس نہ ہونے دیا۔ اور ان کی تیمارداری علاج وغیرہ باقاعدگی سے کرتی رہیں۔ جب رستم خان کی تنخواہ بند

ہو گئی، تو اللہ تعالیٰ نے ایک شخص کو ان پر مہربان کیا ان کے سروے کے ایک سروئیر جنرل جو کہ ریٹائرڈ ہو چکے تھے اور غیر احمدی تھے جن کا نام خان بہادر نجم الدین صاحب تھا، انہوں نے رستم خاں کو باقاعدہ دو سو روپیہ ماہوار بھیجنا شروع کیا۔ کافی عرصہ تک گمنام پتے سے بنک ڈرافٹ ارسال کرتے رہے، بعد میں رستم خان کو ان کا علم ہُوا اور رستم خان کے صحت یاب ہونے پر اس رقم کے لینے سے بالکل انکار کیا۔

رستم خان جب بہت بیمار ہُوئے اور ہر طرف سے مایوسی ہوئی اور صرف ہڈیوں کا ڈھانچہ رہ گئے۔ تو انہوں نے مجھے کہا ایک دفعہ مجھے ڈاڈر سینی ٹوریم لے جاؤ تاکہ میرا یہ آخری ارمان بھی نکل جائے۔ جب میں ان کو ویگن میں ڈاڈر سینی ٹوریم لے گیا تو سفر میں برادرم ڈاکٹر بشیر احمد بھی ساتھ تھے، وہ مانسہرہ سے ہم کو ملنے آئے تھے وہ سخت ناراض ہُوئے کہ مُردہ لاش کو لئے پھرتے ہو۔ وہ تو اب چند گھنٹوں کا مہمان ہے۔

ہم رستم خان کو ڈاڈر سینی ٹوریم میں داخل کرنے کے بعد تبغہ کی طرف روانہ ہوئے اور ڈاکٹر بشیر احمد نے اپنے ڈاکٹروں سے کہا کہ رات کے وقت جب بھی ان کی وفات واقع ہو تو ہمیں فون پر اطلاع کر دینا۔

رستم خاں کہتے ہیں کہ ہسپتال میں میں بستر مرگ پر پڑا ہُوا تھا۔ کہ خان بہادر ڈاکٹر محمد سعید خاں (جو کہ آجکل لاہور میں امیر غیر مبائعین ہیں) راؤنڈ کرتے ہُوئے میرے بیڈ کے پاس آئے رستم خاں کہتے تھے کہ میں نے ان کو اپنی بیماری کی تمام سرگذشت سنا دی۔ اس پر خان بہادر صاحب نے فرمایا رستم خان! خُدا ہے؟ میں نے کہا جی ہاں خدا ہے۔ تو فرمانے لگے خُدا سے دُعا کرو۔ رستم خان کہتے ہیں کہ میں نے خان بہادر صاحب سے پوچھا کیا میں دہی کھا سکتا ہوں تو انہوں

نے فرمایا - سب کچھ کھا سکتے ہو - صبح کو خان بہادر صاحب دوبارہ راؤنڈ پر آئے اور رستم خان کو زندہ دیکھا تو حیران ہو گئے - اس کے بعد روز بروز رستم خان صحت یاب ہوتے گئے - یہاں تک کہ خود چل کر گھر آئے - خان بہادر صاحب ہر اس شخص کو جو ہسپتال کا معائنہ VISIT کرنے آتا رستم خان کا کیس بطور معجزہ اس کو بتلاتے -

اس کے بعد رستم خان دوبارہ ملازمت پر آ گئے - کچھ عرصہ بعد ان کو شوگر کی وجہ سے گردن پہ کاربنکل کا پھوڑا نکل آیا یہ کالا پھوڑا تھا - جس کے نو دس مُنہ تھے ایک دفعہ مجھے کہنے لگے شدید درد ہے - پستول لے کر مجھے ایک گولی مار کر ختم کر دو - مَیں ان کو خان بہادر صاحب والا واقعہ یاد دلاتا کہ رستم خان خُدا ہے خُدا سے مدد چاہو تو وہ ضرور تم کو صحت دے گا -

اللہ تعالیٰ نے معجزانہ طور پر ان کو کاربنکل سے شفاء دی اور تمام ڈاکٹر ان کی صحت یابی پہ حیران تھے -

رستم خان کے والد صاحب صوبیدار دلاور خان بہت ضعیف ہو گئے تھے تمام لڑکوں نے ان کی خدمت سے معذوری ظاہر کی ، تو وہ راولپنڈی میں رستم خان کے پاس چلے آئے - رستم خان اور صالحہ بیگم نے ان کی کمال خدمت کی - اپنے ہاتھ سے کھانا کھلاتے ، بول و براز کراتے اور نہلاتے - ایک دن صوبیدار دلاور خان نے رستم خان سے کہا کہ رستم خان مَیں تم سے بہت خوش ہوں - مَیں نے ابتداء میں تمہارے ساتھ بہت سختی کی - مگر آخر میں تم ہی میرے کام آئے - اس پر رستم خان نے کہا کہ بابا مجھے میرے پیر کی یہی تعلیم ہے - یہ میرا آپ پہ کوئی احسان نہیں ہے - مَیں احمدی ہوں - اور یہ میرا فرض ہے - اس پر صوبیدار صاحب کہنے لگے - شاباش ہو تیرے پیر پہ - مَیں بھی اس کو سچا جانتا ہوں -

صوبیدار صاحب اپنی وفات سے چند دن پہلے رستم خان صاحب سے کہنے لگے کہ جب مَیں مر جاؤں تو میری لاش کو ایک ویگن میں ڈال کر گاؤں بھیج دینا - تم خود میری لاش کے ساتھ مت جانا - ورنہ تمہارے بھائی جائیداد کی وجہ سے تم کو قتل کر دیں گے - مگر رستم خان ان کی لاش کے ساتھ گاؤں گئے -

صوبیدار صاحب کی تدفین کے دوسرے دن جب رستم خان صاحب علی الصبح قبرستان دُعا کے لئے جا رہے تھے تو پیچھے سے کسی نے فائر کر کے ان کو شہید کر دیا - ان کا جنازہ پشاور لایا گیا اور احمدیہ قبرستان پشاور میں دفن کیئے گئے -

رستم خان صاحب کا لڑکا عبدالحمید خان (اب کرنل عبدالحمید) ان دنوں کیڈٹ کالج حسن ابدال میں پڑھتا تھا - اُس نے رستم خان کی لاش کے سینے پر ہاتھ رکھ کر کہا کہ بابا آپ کا بدلہ قاتلوں سے مَیں لوں گا - اس پہ صالحہ بیگم نے ایک زوردار تھپڑ عبدالحمید کے سینے پہ مارا اور کہا تم کون ہوتے ہو بدلہ لینے والے - بدلہ خُدا لے گا - تم خاموش تماشا دیکھو - وہ احمدیت کی وجہ سے شہید ہُوا اور اس کی شہادت کبھی بھی ضائع نہیں جا سکتی - رستم خان کی شہادت کے بعد صالحہ بیگم نے پانچ لڑکیوں اور ایک لڑکے کی تربیت بہت احسن طریق سے کی کبھی کسی سے ایک پیسا مدد نہیں مانگی - ان کو جو تھوڑی سی فیملی پنشن ملی تھی اس پہ گذارا کرتی رہیں - اور بچوں کو پڑھاتی رہیں - بعد میں معلوم ہُوا کہ بعض اوقات بغیر کھائے ہی سوئے ہیں - چائے انہوں نے چھوڑ دی تھی - کہ اس پہ خرچ آتا ہے - دال بغیر تڑکے کے پکاتی مگر کسی کو علم نہ ہونے دیتی تھیں کہ ان کے پاس رقم نہیں ہے -

عبدالحمید خان ان کی زندگی میں B.S.C انجینئرنگ پاس کر کے آرمی میں

گیا اور اب E M E میں کرنل ہے اور بفضلہ تعالیٰ بہت نیک اور صالح نوجوان ہے۔ احمدیت کا فدائی ہے۔ ان کی بڑی لڑکی شمیم اختر دانشمند خان کے دوسرے لڑکے کرنل نذیر احمد سے بیاہی ہوئی ہیں جو بہت نیک، نمازی اور دُعاگو خاتون ہیں۔ ان کے ۲ دو لڑکے فہیم احمد اور ندیم احمد پشاور میڈیکل کالج میں پڑھتے ہیں۔ اور ایک لڑکا تنویر احمد USA میں پڑھ رہا ہے۔ ایک لڑکی عزیزہ ثمین نوشی ہے۔

دوسری لڑکی رقیہ بیگم مکرم صاحبزادہ جمیل احمد صاحب سے بیاہی ہیں جو حضرت صاحبزادہ محمد طیّب کے لڑکے اور صاحبزادہ عبد اللطیف شہید کے پوتے ہیں۔

تیسری لڑکی ناہید پنجاب میں ناصر احمد سے بیاہی ہوئی ہیں اور آجکل USA میں ہیں۔

چوتھی لڑکی نگہت بنگال کے رہنے والے میجر طارق سے بیاہی ہوئی ہیں۔

پانچویں بچی یاسمین عزیزہ ڈاکٹر قاضی مسعود احمد صاحب سے بیاہی ہوئی ہیں۔ قاضی مسعود احمد صاحب قاضی محمد یوسف صاحب رضی اللہ عنہٗ کے دوسرے صاحبزادے ہیں۔

صالحہ بیگم صاحبہ کو کثرتِ غم اور تفکرات کی وجہ سے دل کا عارضہ ہوگیا تھا اور یہی جان لیوا ثابت ہوا۔ ایک دن رات کو سوتے ہی میں مالکِ حقیقی سے جا ملیں۔ بہت عابدہ، تہجد گذار اور مخلص احمدی خاتون تھیں۔ تمام بچیوں کو اپنی زندگی میں بیاہا اور پیسا پیسا جوڑ کر ان کا جہیز جو مناسب تھا بنایا۔ مگر کسی سے امداد طلب نہ کی۔ بہت خوددار اور قانع خاتون تھیں۔ احمدیت کی فدائی تھیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند کرے۔

والدہ صاحبہ کا چھوٹا لڑکا خاکسار عبد السلام ہے۔ میری پیدائش کے وقت والدہ صاحبہ سخت تکلیف میں تھیں۔ حضرت مولوی صاحب ان کی تکلیف کو دیکھ کر

۲ دو رکعت نفل نماز کے لئے کھڑے ہوگئے۔ اور بڑی تضرع سے دعائیں کرنے لگے۔ سجدہ میں حضرت والد صاحب نے دیکھا کہ آسمان سے ایک نور آیا اور سیدھا ہماری والدہ صاحبہ کے کمرہ میں چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد دایا نے والد صاحب کو میری پیدائش کی خبر دی۔ چونکہ خاکسار کے کئی نوجوان بھائی فوت ہوگئے تھے۔ اس لئے حضرت مولوی صاحب کی مالی استطاعت ہم کو کالج میں پڑھانے کے قابل نہ تھی۔ اور ہم ۲ دو بھائیوں یعنی مَیں نے اور عبد القدوس خاں مرحوم نے میٹرک کے بعد ملازمت اختیار کی۔ خاکسار پہلے ڈاکخانہ میں ملازم ہُوا خاکسار جب ڈاکخانہ میں ملازم تھا تو ایک دن دفتر کی طرف سے انشورنس INSURANCE کے کاغذات آگئے کہ تم نے ڈاکخانہ میں زندگی بیمہ کرنی ہے اور مَیں یہ سُن چکا تھا کہ انسانی زندگی کا بیمہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے منع فرمایا ہے۔ خاکسار کے ہاتھ میں یہ کاغذ تھا اور پریشان تھا کہ ایک احمدی دوست نواب دین صاحب چندہ لینے تشریف لائے۔ مجھے غمگین دیکھ کر وجہ پوچھی۔ مَیں نے سب قصّہ سنایا تو انہوں نے جھٹ تھیلے سے وصیّت کے کاغذات نکالے اور فرمایا۔ آپ کیوں ناراض ہوتے ہیں یہ لو INSURANCE کے کاغذات اور اب خدا کے پاس INSURED ہوجاؤ۔ تو خاکسار ۱۹۳۶ء سے بفضلہ تعالیٰ موصی ہے اور نمبر ۵۱۶۵ ہے۔ میرا رشتہ مکرم خواص خان صاحب کی بڑی لڑکی بی بی عائشہ سے تجویز ہُوا تھا اس لئے خاکسار کوئٹہ سے پشاور محکمہ الیکٹرسٹی میں ملازم ہُوا۔ اور خاکسار کی شادی ۱۹۴۲ء میں ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے مجھے بہت نیک اور صالح رفیقۂ حیات عطا فرمائی ہے۔ الحمد للہ۔

خاکسار ۷ سال تک جماعت احمدیہ پشاور کا سیکرٹری مال رہا ہے۔ مَیں

نے جب پشاور میں ملازمت اختیار کی تو حضرت مولوی صاحب مستونگ میں ہماری والدہ کے ساتھ تنہا رہ گئے۔ میں نے بہت کوشش کی کہ وہ کسی طرح سے میرے پاس آجائیں۔ اور مجھے خدمت کا موقع دیں۔ مگر حضرت مولوی صاحب کی خودداری ان کو میرے پاس رہنے کے لئے پشاور آنے سے روکتی تھی۔ ۱۹۴۵ء میں میں نے چھٹی لی اور ان کو مستونگ سے بڑی منت سماجت سے پشاور آنے پر راضی کر لیا۔ مگر اس شرط پر کہ میں تمہاری روٹی نہیں کھاؤں گا۔ میں اپنا خرچ تم کو دیا کروں گا، جو میں نے منظور کر لیا۔ اور دوسری شرط یہ تھی کہ مجھ سے پہلے میری لائبریری پشاور جائے گی۔ اس کا بھی میں نے بندوبست کر لیا۔ اور ان کو پشاور لے آیا۔ حضرت مولوی صاحب اور والدہ صاحبہ میرے ساتھ پشاور میں رہے۔ مگر کبھی کسی چیز کا مطالبہ نہ کیا۔ اور نہ کبھی اپنی پسند کے کھانے کی خواہش کی۔ جو بھی گھر میں پکتا خوشی سے کھا لیتے تھے۔ جس دن ہماری والدہ گھر پر نہ ہوتی تھیں تو ان کا یہ معمول تھا کہ ادھر میں دفتر کو روانہ ہوتا ادھر حضرت مولوی صاحب شہر کی طرف روانہ ہوتے اور سارا دن تبلیغ میں گذارتے اور اس وقت گھر تشریف لاتے جبکہ میرے دفتر سے واپس آنے کا وقت ہوتا اور فرماتے کہ میں نے کبھی کسی عورت کو غور سے نہیں دیکھا اس طرح کہ تمہاری بیوی کی شکل کو پہچانتا ہوں۔ خدوخال نہیں جانتا۔ غضِ بصر کے سختی سے پابند تھے حضرت مولوی صاحب اور والدہ صاحبہ میرے پاس ہی فوت ہوئے۔ اور اللہ تعالیٰ نے مجھے ان کی خدمت کی خوب توفیق عطا فرمائی۔ اور حضرت مولوی صاحب مجھ سے بہت خوش تھے اور کئی دفعہ اس کا اظہار بھی فرمایا۔

حضرت مولوی صاحب کا معمول تھا کہ ہر روز صبح کے وقت درسِ قرآن دیتے اس میں کبھی ناغہ نہ فرماتے۔ اس درس میں سب کی حاضری ضروری تھی۔ ۱۹۴۸ء

میں ماہ رمضان کے تمام روزے رکھے۔ نماز کبھی بیٹھ کر نہ پڑھی۔ جب میں ان کی خدمت میں عرض کرتا کہ آپ بہت ضعیف ہیں آپ روزہ مت رکھیں میں فدیہ ادا کر دوں گا، تو فرماتے کہ میں اپنے آپ میں روزہ رکھنے کی طاقت پاتا ہوں۔

ماہ رمضان کے بعد عید الفطر کے دوسرے دن قرآن پاک کا درس فرما رہے تھے اور مسئلہ طلاق کو شرح و بسط سے بیان کر رہے تھے، جو معمول سے کچھ لمبا ہو گیا تو ہماری والدہ نے اجازت چاہی کہ وہ میری بیوی کے ہمراہ ان کے والدین کے گھر جائیں اجازت تو دے دی، مگر فرمایا ذرا جلدی آنا۔ برادرم دانشمند خان بھی محب بانڈہ سے تشریف لائے ہوئے تھے۔ کھانا کھانے کے بعد دانشمند خان نے بھی گاؤں واپس جانے کی رخصت لی۔ میں ان کو رخصت کرنے لاری اڈہ تک جانے لگا، تو فرمایا۔ ذرا جلدی آنا۔ میں ان کی اس گفتگو سے کچھ چوکنا سا ہو گیا۔

میں ابھی تھوڑی ہی دور برادرم دانشمند خان کے ساتھ گیا تھا۔ کہ میرے پیر بوجھل ہو گئے اور مجھ سے چلنا مشکل ہو گیا۔ میں بھائی صاحب کو وہیں سے رخصت کر کے گھر کی طرف لوٹا۔ ادھر مولوی صاحب اکیلے رہ گئے تھے اور گھر کے برآمدہ میں اپنی چارپائی پر آرام فرمانے لگے۔ ان کو ایک قے آئی۔ اس وقت بھی انہوں نے اپنے کپڑوں کو قے سے بچایا۔ دماغ کی رگ پھٹ گئی اور چارپائی پر بے ہوش ہو کر دراز ہو گئے۔ مکرم مولوی محمد الطاف صاحب کی ایک چھوٹی لڑکی مولوی [illegible] کے لئے کچھ میٹھا کھانا لائی، تو دیکھا حضرت مولوی صاحب بے ہوش ہیں۔ بچی نے گھر جا کر اپنے والد صاحب کو اطلاع دی۔ مولوی محمد الطاف صاحب فوراً تشریف لائے اور دیکھا کہ واقعی مولوی صاحب بے ہوش ہیں۔ جب میں گھر آیا تو مولوی صاحب کو بے ہوش پایا۔ میرے اوسان خطا ہو گئے۔ میں نے فوراً کسی کو والدہ صاحبہ کی طرف بھیجا۔ حضرت مولوی صاحب تمام رات بے ہوش رہے اور علی الصبح چار بجے ان کی

رُوح قفسِ عنصری سے پرواز کرگئی - اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن -

تمام احباب جماعت جمع ہُوئے - مکرم مولوی عبدالکریم صاحب اور مَیں نے غسل دیا - اور احمدیہ قبرستان پشاور میں ان کو دفن کیا - نمازِ جنازہ حضرت مولوی غلام رسول صاحب راجیکی نے پڑھائی اور کافی لمبا جنازہ پڑھا - بعد نمازِ جنازہ فرمانے لگے کہ مَیں نے کشف میں دیکھا کہ اکابرینِ ملّت ان کے جنازہ میں شمولیّت کے لئے آئے ہیں - اس لئے مَیں نے جنازہ لمبا پڑھا - تاکہ ثواب میں مَیں بھی شامل ہو جاؤں اور پھر ٹھیٹھ پنجابی زبان میں فرمایا کہ جِسّے ولی اللہ نہیں دیکھا حضرت مولوی محمد الیاس صاحب کو دیکھ لے -

حضرت والدہ صاحبہ نے حضرت مولوی صاحب کی وفات پر کامل صبر کا نمونہ دکھایا - بلکہ قابلِ تقلید نمونہ چھوڑا - حضرت مولوی محمد الیاس صاحب لباس بہت صاف ستھرے اور سفید پہنتے تھے اور صفائی جسم و لباس کا بہت خیال رکھتے تھے - ایک چھوٹی سے کنگھی ان کی جیب میں ہوتی تھی اور ہر وضو کے بعد داڑھی کو کنگھی کیا کرتے تھے -

خاکسار کے ۲ دو لڑکے اور پانچ لڑکیاں ہیں - بڑا لڑکا ڈاکٹر حامد اللہ خان جس کا نکاح سیّدہ امۃ الحیّ بنت حضرت ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب سے ہُوا ہے اور اسطرح سے خاندانِ مسیح موعود علیہ السّلام سے وابستہ ہو گئے ہیں - بہت نیک اور صالح ہیں - حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایّدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کئی خطبات میں حامد اللہ کے جذبۂ تبلیغ ، فدائیت اور قربانی کو سراہا ہے - بیلٹلے انگلستان میں غیر احمدیوں نے ایک احمدی جلسہ کے موقع پر ان کو بہت زدوکوب کیا - اپنی دانست میں موت تک پہنچا چکے تھے مگر اللہ تعالیٰ کو ان کی زندگی منظور تھی - حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک خطبہ میں اس واقعہ کا ذکر فرمایا ہے - اسی طرح سے حضور نے اپنے ایک خط میں جو حضور نے اپنے دستِ مُبارک سے تحریر فرمایا ہے ، اس واقعہ کا ذکر

کرکے بہت دُعائیں دی ہیں - خط کا عکس ضمیمہ میں ہے -

دوسرا لڑکا حبیب اللہ خان ہے جو کہ B.A LL.B . M.B.A ہے - ان کا رشتہ حضرت سیّدہ نواب امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ کی پوتی اور حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ کی نواسی عزیزہ ماہم سے ہُوا ہے - عزیزہ ماہم سیّدہ امۃ الشکور بیگم صاحبہ اور نوابزادہ شاہد احمد پاشا کی لڑکی ہے - حضور انور میرے دونوں لڑکوں کے کردار و عمل سے بہت خوش ہیں اور اس خوشنودی کا اظہار حضور نے کئی خطوط میں فرمایا ہے - جن میں سے صرف ۲ دو کا عکس شامل کیا جارہا ہے -

عزیزم حبیب اللہ کا خطبہ نکاح حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایّدہ اللہ نے خود لنڈن میں پڑھا - وہ خطبہ رسالہ خالد کے ماہ دسمبر ۱۹۸۶ء کے ضمیمہ میں چھپ چکا ہے جس میں حضور نے اس خاندان کی احمدیت میں فدائیت کا ذکر فرمایا ہے - عکس خطبہ شامل کیا جارہا ہے -

بڑی بچی طیّبہ ہے - ان کا رشتہ کوہاٹ میں بنگش خاندان میں ظفر احمد خان سے ہُوا ہے - ظفر احمد خان - خان بہادر محمد علی خان صاحب بنگش کے پوتے ہیں - جو بہت نیک صالح انسان تھے - احمدیت کے لئے بہت غیرت رکھتے تھے - اور نڈر مبلّغ تھے - حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ نے مجھے خط لکھا - کہ خان بہادر صاحب ایک مخلص احمدی تھے - مگر مَیں دیکھ رہا ہوں کہ احمدیت اب ان کے خاندان سے جا رہی ہے - میری نظر تم پر ہے - بعد دُعا و استخارہ اگر تم اپنی بچی ظفر احمد کو دے دو تو ہو سکتا ہے کہ بچی کی نیک محبت کی وجہ سے یہ خاندان ابتلاء سے بچ جائے - مَیں نے یہ رشتہ منظور کر لیا -

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ کا خدشہ صحیح ثابت ہُوا - طیبہ کی وجہ سے ان کا میاں احمدی رہ گیا - باقی سب افرادِ خاندان غیر احمدی ہو گئے ہیں -

اب طیبہ کے بفضلہ تعالیٰ ۲ لڑکے ہیں۔ ایک قمر احمد انجنیئرنگ میں پڑھ رہا ہے۔ اور دوسرا توقیر احمد بھی انجنیئرنگ میں ہے اور دونوں بفضلہ تعالیٰ مخلص احمدی ہیں ان کی ایک بچی ربوہ میں مبارک احمد صاحب پراچہ سے بیاہی ہوئی ہے۔

طیبہ بہت نیک لڑکی ہے اور ہر وقت اپنے ماحول میں تبلیغ کرتی رہتی ہے۔

دوسری بچی صادقہ بیگم ہے تعلیمی لحاظ سے M.SC ہیں اور ان کی شادی ماسٹر نورالحق صاحب کے بیٹے مبشر احمد صاحب سے ہوئی ہے، جو مرچنٹ نیوی میں چیف انجنیئر ہیں اور مخلص احمدی ہیں۔ حضور نے ایک دفعہ فرمایا۔ مبشر احمد ہمارا سمندری مبلغ ہے۔ جہاز میں جس ملک میں جاتا ہے لٹریچر تقسیم کر دیتا ہے۔

تیسری لڑکی میمونہ BSC, B.Ed, M.A ہے جن کی شادی عبدالسمیع خان صاحب ولد مکرم مولوی عبدالرحمٰن خان صاحب فاضل سے ہوئی ہے۔ بہت نیک لڑکی ہے۔

چوتھی لڑکی نصیرہ بیگم M.SC, Ph.D ہے ان کی شادی محمد احمد خان پسر ملک غلام احمد عطاء صاحب مرحوم سابق وکیل الزراعت ربوہ سے ہوئی ہے۔ نیکی میں قابلِ رشک ہیں موصیہ ہیں اور اپنے ماحول میں خوب تبلیغ کرتی ہیں۔ آجکل میاں بیوی نائیجیریا میں بسلسلہ ملازمت مقیم ہیں۔

پانچویں بچی منیرہ بیگم B.SC ہے ان کی شادی ماسٹر نورالحق صاحب کے لڑکے مبارک احمد صاحب ہوئی ہے جو واپڈا میں ایکسیئن ہیں۔ یہ بچی بہت نیک اور صالح ہے حضور کی طرف سے قربانی کی تحریک پر اپنی شادی اور جہیز کے تمام زیورات حضور انور کی خدمت میں پیش کر دیئے۔ جس پر حضور نے خوشنودی کا اظہار فرمایا۔ والدہ نے کہا انگوٹھی تو رکھ لو مگر بچی نے انکار کیا اور کہا جب زیورات دینے ہیں تو سب دینے ہیں۔ کچھ بھی اپنے پاس نہیں رکھنا۔ اللہ تعالیٰ اس کی یہ قربانی قبول فرمائے۔ آمین۔

عبدالقدوس خان مرحوم

عبدالقدوس خان مرحوم مجھ سے عمر میں چھوٹے تھے۔ ہم دونوں کلاس فیلو تھے۔

دوست تھے۔ ہم زلف تھے۔ ہمسایہ تھے۔ عبدالقدوس بہت نیک پارسا اور عبادت گذار تھے۔ اپنے بچپن کے زمانہ میں فٹ بالر تھے۔ محکمہ ڈاک میں ملازم تھے کافی عرصہ گوادر میں بھی رہے۔ کافی عرصہ پشاور کے امیر جماعت رہے اور آخری سالوں میں امیر جماعتہائے احمدیہ صوبہ سرحد تھے۔ آپ کو سانس کی تکلیف شروع ہوگئی تھی جس نے بعد میں دل پر بھی اثر کرنا شروع کر دیا۔ سانس کی بیماری میں خیبر ہسپتال پشاور میں داخل ہوئے۔ ایک نرس کے غلط انجیکشن لگانے سے فوراً وفات پا گئے۔ موصی تھے مقبرہ بہشتی میں دفن ہوئے۔

عبدالقدوس خان کے پانچ لڑکے اور چار لڑکیاں ہیں۔ کرنل عبدالودود خان میجر عبدالحفیظ۔ انجنیئر عبدالحمید۔ ڈاکٹر عبدالوحید جو بشیر احمد خان رفیق کے داماد ہیں۔ اور محمود احمد جو میڈیکل کالج میں آخری سال میں ہیں۔ لڑکیوں کے نام یہ ہیں نصرت جہاں پنجاب میں نورالاسلام سے بیاہی ہوئی ہیں۔ مسرت آجکل کینیڈا میں ہیں اور چوہدری نام احمد صاحب سے بیاہی ہوئی ہیں۔ فرحت۔ ڈاکٹر عبدالشکور صاحب سرگودھا سے بیاہی ہوئی ہیں۔ راحت۔ نصیر احمد صاحب انکم ٹیکس کمشنر سے بیاہی ہوئی ہیں۔

خدیجہ بیگم

آپ کی شادی عبدالرحمٰن خان آف اسماعیلہ سے ہوئی۔ عبدالرحمٰن خان حضرت خانزادہ امیر اللہ خان کے صاحبزادے تھے۔ سول سکرٹریٹ میں سیکشن آفیسر کے عہدہ سے ریٹائر ہوئے۔ نہایت مخلص انسان تھے۔ خوش طبع اور سادہ طبیعت کے مالک تھے۔ خدیجہ بیگم بہت نیک، سادہ طبیعت اور پرہیزگار خاتون تھیں۔ کوئٹہ کے زلزلہ عظیم میں مستونگ میں

گھر کی چھت ان پر آن گری تھی جس میں ان کا نصف جسم دب گیا۔ صرف سر بچ رہا
بعد میں بہت مشکل سے ان کو ملبہ سے نکالا۔ بہت عرصہ تک ان کی ٹانگیں کام نہیں
کرتی تھیں۔ پھر معجزانہ طور پر ٹھیک ہوگئیں۔ ان کی بڑی لڑکی سلیمہ بیگم مکرم بشیر احمد
خان رفیق کی رفیقہ حیات ہیں اور بہت نیک اور صالح طبیعت رکھتی ہیں۔

ایک لڑکی سکینہ ان کی زندگی ہی میں بچے کی پیدائش کے وقت فوت ہوگئی۔
جو قاضی محمد اکبر صاحب ہوتی سے بیاہی تھیں۔ بعد میں قاضی محمد اکبر صاحب نے سکینہ کی
دوسری بہن نسیمہ سے شادی کی۔

چھوٹی بچی عابدہ مبشر احمد خان ابن مکرم مولوی عبدالرحمٰن خان سے بیاہی ہیں۔
بڑا لڑکا میجر عبدالرشید ہے جو مخلص احمدی ہے۔ چھوٹا لڑکا عبدالمجید آجکل
لندن میں ہے۔

ہاجرہ بیگم

محمود احمد خان صاحب آف اسماعیلہ سے بیاہی ہوئی تھی۔ دو بچوں کی پیدائش
کے بعد نوجوانی میں فوت ہوگئیں۔ بہت نیک اور خاموش خاتون تھیں۔ ان کا ایک
لڑکا منیر احمد محکمہ واپڈا میں سپرنٹنڈنٹ ہے۔ اور بچی طاہرہ ہے جو محمد نجیم خان
مرحوم سے بیاہی تھی۔

عبدالرحمٰن خان

۱۱ سال کی عمر میں کوئٹہ مستونگ نے زلزلہ عظیم میں مکان کی چھت گرنے کی وجہ سے
دب کر شہید ہوگئے۔

جمیلہ بی بی حضرت مولوی صاحب کی سب سے چھوٹی بیٹی تھی۔ بہت ہونہار اور

پیاری تھیں۔ اور حضرت مولوی صاحب اور والدہ صاحبہ کو بہت پیاری تھیں۔
ان کی شادی چارسدہ کے درانی خاندان کے محمد اکرم خان کے لڑکے محمد ہاشم خان
درانی سے ہوئی تھی۔ محمد ہاشم خان بلوچستان میں محکمہ زراعت میں افسر تھے۔

جمیلہ بیگم دینی معاملات میں بہت نڈر اور مستحکم تھیں۔ ان کا معمول تھا کہ
ہر ماہ کی پہلی تاریخ کو محمد ہاشم خان سے پوچھتیں۔ کیا تم نے تنخواہ لی ہے؟ کیا
تم نے چندہ ادا کیا ہے؟ جب ہاں میں جواب ملتا، تو پھر تسلی ہوتی۔ مکرم میر حمید اللہ
صاحب مرحوم برج انسپکٹر ریلویز نے ایک واقعہ بتایا کہ ایک دن سردیوں کی
رات کو بہت دیر سے محمد ہاشم خان دو تین میل کا فاصلہ طے کر کے ریلوے ڈاک
بنگلہ جو ایک پہاڑی پر تھا اسی بلوچستان میں میرے پاس آئے۔ میں نے اتنی
دیر سے آنے کی وجہ دریافت کی، تو محمد ہاشم خان نے بتلایا کہ یہ لیں، چندہ، اور
مجھے رسید دیں۔ بغیر رسید کے مجھے گھر میں جانے کی اجازت نہیں ہے۔ واقعہ اس
طرح سے ہے کہ محمد ہاشم خان نے تنخواہ لی اور شام کو سیدھے گھر چلے آئے۔
تو جمیلہ بیگم نے پوچھا کیا تم نے چندہ داخل کر دیا ہے؟ تو اُس نے کہا خیر ہے۔ کل
ادا کر دوں گا۔ اب دیر ہوگئی ہے۔ میر صاحب دُور ہیں۔ جمیلہ نے کہا کہ آپ
ابھی جائیں اور چندہ ادا کر کے آئیں۔ اس وقت تک میں کھانا تیار کر لوں گی۔
ہاشم خان نے چندہ ادا کیا، تو گھر جانے کی اجازت ملی۔

محمد ہاشم خان ابتداء میں نمازوں کی ادائیگی میں سست تھے۔ جمیلہ بار بار
ان کو نمازوں کے لئے تحریک کرتی، مگر وہ سُستی کر جاتے۔ ایک دن جمیلہ نے تنگ
آکر کہا کہ اچھا میں اپنے والد صاحب سے تمہاری اس کمزوری کی شکایت کروں گی
وہ تم کو سیدھا کریں گے۔ محمد ہاشم خان نے جواب دیا کہ مجھے میرے باپ نے
سیدھا نہ کیا، تو تمہارا باپ مجھے کیا سیدھا کرے گا۔ اس پر جمیلہ نے کہا۔ اچھا

میں تم کو نمازی بنا کر چھوڑوں گی۔ سردی کے دن تھے۔ دوسرے دن صبح جمیلہ نے
محمد ہاشم کو نماز ادا کرنے کے لئے کہا۔ محمد ہاشم خان نے بستر پر پہلو بدل لیا۔
اور کہا ابھی چھوڑ دو! مجھے نیند آ رہی ہے۔ جمیلہ نے غسلخانہ سے ایک لوٹا پانی
کا بھر کر محمد ہاشم خان کے بستر پر ڈال دیا۔ اور کہا اب خوب آرام کرو۔ چاروناچار
نماز پڑھی اور اس دن کے بعد نمازوں کا سختی سے پابند ہوا۔

افسوس کہ جمیلہ بیگم ایک بچہ محمد عالم (جو اب کرنل محمد عالم ہے) چھوڑ کر
ملیریا بخار بگڑنے سے لورالائی میں فوت ہوگئیں اور وہیں پر دفن ہوئیں۔ حضرت
امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کو جب اس بچی کی سعادت اور تقویٰ
کا علم ہوا، تو حضور نے اس کا کتبہ مقبرہ بہشتی میں لگانے کی خاص اجازت
مرحمت فرمادی۔ کیونکہ جمیلہ کا وصیت کا ارادہ تھا۔ مگر ابھی فارم مرکز کو نہیں
بھجوائے گئے تھے۔

محمد ہاشم خان نے بعد میں چوہدری فتح محمد صاحب سیال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی
لڑکی امۃ الشافی سے شادی کی۔ کچھ عرصہ بعد محمد ہاشم خان کو دل کے دورے پڑنے
شروع ہوئے اور ہسپتال میں داخل کئے گئے۔ ایک دن جب ان کی حالت کچھ
سنبھلی تو امۃ الشافی صاحبہ نے پوچھا، دل میں کیا ارمان باقی ہیں؟ تو کہنے لگے۔
بس ایک خواہش ہے، جلد جمیلہ سے ملاقات ہو جائے۔ اور اس گفتگو کے دوسرے
دن مالکِ حقیقی سے جا ملے۔ محمد ہاشم خان کی تدفین ربوہ میں مقبرہ عام میں ہوئی ہے
جمیلہ کی وفات سے حضرت مولوی صاحب اور والدہ صاحبہ کو بہت دکھ ہوا۔ وہ پہلے
ہی دکھی تھے۔ مگر یہ صدمہ ناقابلِ برداشت تھا۔ لورالائی سے جمیلہ کی صحت کے متعلق
تاریں ملتی رہیں۔ ایک دن ان کی وفات کا تار آیا۔ میں دفتر سے گھر آیا۔ میری آنکھیں
پُرنم تھیں۔ حضرت مولوی صاحب نے مجھ سے پوچھا، کیا جمیلہ وفات پا گئی ہیں؟ میرے

منہ سے جواب نہ نکلا۔ صرف سر ہلایا، تو حضرت مولوی صاحب نے والدہ صاحبہ سے
فرمایا۔ اللہ تعالیٰ ہمارا امتحان لینا چاہتا ہے۔ ہم راضی برضاء الٰہی ہیں۔ تمہیں صبر سے
کام لینا ہے۔ اگرچہ جمیلہ ہمیں بہت عزیز ہے، مگر ہمارا خدا ہم کو اس سے بھی زیادہ
عزیز ہے، اس لئے کسی قسم کی جزع وفزع سے اپنے خدا کو ناراض نہیں کرنا۔ دونوں
میاں بیوی یعنی حضرت مولوی صاحب اور والدہ صاحبہ نے کمال صبر و تحمل سے یہ صدمہ
برداشت کیا اور انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا۔ میری بیوی سے فرمایا۔ کھانا لاؤ۔ اور
ہماری والدہ صاحبہ سے فرمانے لگے۔ آؤ! کھانا کھائیں۔ اور اس طرح زبردستی
والدہ صاحبہ کو کھانا کھلایا۔ محمد عالم جو ۱½ سال کا بچہ تھا، لورالائی سے پشاور
لایا گیا۔ حضرت مولوی صاحب اور والدہ صاحبہ دونوں کو اس سے بے حد محبت تھی۔
میں نے خود دیکھا کہ کبھی کبھی محمد عالم کو کندھے پر اٹھائے گھر میں پھرتے تھے۔

جمیلہ حضرت مولوی صاحب کی سب سے چھوٹی لڑکی تھی۔ قدرتی طور پر نوجوان بچوں
کے فوت ہو جانے کے بعد والدین کو اسی بچی سے بڑی محبت تھی اور والدہ صاحبہ
جمیلہ کی وفات پر بہت اداس تھیں۔ اگرچہ جزع وفزع نہ کی۔ مگر شدید غم کی وجہ
سے خاموش ہوگئیں۔ جمیلہ کی وفات کے بعد جب پہلی عید آئی تو حضرت مولوی صاحب
نے میری بیوی سے فرمایا۔ کہ اپنی ساس کے ہاتھوں کو مہندی سے رنگو۔ والدہ صاحبہ
فرمانے لگیں، میں بوڑھی عورت ہوں مہندی نہیں لگاتی۔ مگر حضرت مولوی صاحب نے
میری بیوی سے فرمائش کی کہ مہندی ضرور لگاؤ۔ اپنی ساس کو اچھے کپڑے پہناؤ
تاکہ عید کی خوشی میں یہ سب کے ساتھ شامل ہو جائے۔ اور فرمایا۔ جمیلہ کی موت کا
غم نہ کریں۔ ہم عنقریب اُن سے اُس جہان میں ملاقات کرنے والے ہیں۔ خدا کو راضی
رکھیں۔ تاکہ ہماری بھی عاقبت محمود ہو۔

حضرت والدہ کی وفات ۸ جنوری ۱۹۵۵ء کو پشاور میں ہوئی اور احمدیہ قبرستان

پشاور میں دفن ہوئیں۔ اور آپ کا یادگاری کتبہ ۵۶۱ مقبرہ بہشتی قادیان میں لگایا گیا ہے۔

میری والدہ نے اپنی وفات سے ایک دن پہلے مجھے بلایا۔ اور فرمایا کہ میں آج رات فوت ہونے والی ہوں۔ تم مجھے اپنے گھر لے جاؤ۔ ان دنوں وہ ہماری ہمشیرہ صالحہ زوجہ رستم خان صاحب کے گھر میں تھیں۔ جن کا مکان مسجد احمدیہ سول کوارٹرز میں تھا۔ میں ان کو اپنے گھر لایا۔ فرمایا میری موت پر گھبرانا مت۔ کفن دفن کا انتظام کر لو اور اپنی بہنوں کو اطلاع کر دو۔ اور شام کے وقت فرمایا کہ مجھے سورۃ یٰسین سنا دو۔ میں نے سورۃ یٰسین سنائی تو فرمایا۔ کہ اب تم کچھ دیر کے لئے آرام کر لو۔ تھک گئے ہو۔ کل تم کو کافی کام کرنا ہے۔ میں ان کی چارپائی کے قریب ہی سو گیا۔

وفات سے تھوڑی دیر پہلے میری ہمشیرہ خدیجہ سے پوچھا کہ عبدالسلام کہاں ہے اُس نے بتلایا کہ ابھی ابھی یہ آپ کے قریب سو گئے ہیں۔ فرمایا اچھا اس کو مت جگاؤ۔ السلام علیکم کہا اور آخری سانس لیا۔ ان کی وفات پر ہمشیرہ کے رونے کی آواز سے میں جاگ اٹھا تو دیکھا کہ آپ وفات پا چکی ہیں۔ انا للہ و انا الیہ راجعون ؎

بلانے والا ہے سب سے پیارا
اسی پہ اے دل تو جاں فدا کر

والدہ صاحبہ کی وفات کے بعد میں نے خواب میں دیکھا کہ میں ایک مسجد میں ہوں جس میں احباب جماعت نماز کے لئے صف باندھ رہے ہیں۔ دیکھتا ہوں کہ حضرت قاضی محمد یوسف صاحب رضی اللہ عنہ مع ایک اور دوست کے۔ جن کو میں نہیں جانتا جنت سے تشریف لائے ہیں۔ تمام احباب ان کو دیکھ کر اُٹھ کھڑے ہوئے۔ قاضی صاحب مرحوم کے ساتھ خانزادہ امیر اللہ خان رضی اللہ عنہ اور دیگر وفات یافتہ دوست بھی کھڑے ہیں۔ تمام احباب جماعت ان کو دیکھ کر خوش ہو رہے

ہیں۔ میں نہایت غور سے ان کو دیکھتا ہوں کہ یہ تو فوت ہو گئے تھے اور حیران ہوتا ہوں کہ باوجود ان کو فوت ہوئے ایک مدت ہوئی ان کے چہرہ کا رنگ وغیرہ نہیں بدلا۔ میں دل میں کہتا ہوں انسان جب فوت ہو جاتا ہے، تو اس کے بدن کا گوشت گل سڑ جاتا ہے اور صرف ہڈیوں کا ڈھانچہ رہ جاتا ہے۔ یہ کیسے مردے ہیں کہ ان کے وجود میں کوئی تغیر نہیں آیا۔ اتنے میں اقامت ہوتی ہے اور نماز شروع ہو جاتی ہے۔ کچھ احباب کھڑے اور کچھ احباب بیٹھ کر نماز پڑھ رہے ہیں۔ میں بیٹھ کر نماز پڑھ رہا ہوں۔ کچھ دیر بعد ایک دوست مجھے کہتے ہیں۔ سلام پھیرو نماز ختم ہو چکی ہے۔ میں اس دوست سے کہتا ہوں کہ یہ کیسی نماز تھی، جو مجھے پتا بھی نہیں چلا اور نماز ختم ہو گئی۔ وہ دوست کہنے لگے۔ نماز حضرت قاضی صاحب نے پڑھائی ہے اور چونکہ وہ مسافر ہیں انہوں نے واپس جنت کو جانا ہے اس لئے انہوں نے نماز قصر پڑھائی ہے۔ آپ اب باقی نماز پڑھ کر نماز پوری کر لیں۔ میں باقی دو رکعت پڑھ کر اپنی نماز پوری کر لیتا ہوں اور میں بھی حضرت قاضی صاحب اور خانزادہ امیر اللہ خان رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہو لیتا ہوں۔ تاکہ میں بھی ان کے ساتھ جنت کا نظارہ کروں۔ میں نے دیکھا کہ صوبہ سرحد کے بہت سے دوست جو سب کے سب افغان ہیں۔ جنت کی طرف جا رہے ہیں ان میں سے ایک عمرالدین خان۔ میاں شہاب الدین صاحب مردان کو پہچانتا ہوں۔ باقی دوستوں کو بھی پہچانتا ہوں۔ مگر اس وقت ان کے نام مجھے یاد نہیں کہ وہ کون کون دوست تھے۔

جب سب دوست جنت میں داخل ہوئے تو میں بھی ان کے ہمراہ جنت میں داخل ہوتا ہوں۔ جنت میں ایک بہت بڑا خوبصورت ہال ہے۔ جس میں خوبصورت قالین بچھے ہیں۔ وہاں میں نے اپنی والدہ مرحومہ کو دیکھا۔ بہت خوش

تھیں ۔ ان کے ساتھ کئی اور عورتیں بھی تھیں، پردہ کا کوئی لحاظ نہ تھا ۔ میری
والدہ نہایت خوش الحانی سے پشتو کی ایک غزل گا رہی ہیں جسکا مطلب یہ ہے :-

"دنیا میں ہم ایک دوسرے کو دُعا دیا کرتے تھے کہ خدا تمہارے گلے
میں سونے کی ایک زنجیر ڈالے ۔ سونے کی زنجیر میں سونے کی ڈبیا
ہو اور ڈبیا میں ہیرے جواہرات ہوں "

اتنے میں ایک عورت آگے بڑھ کر میری والدہ مرحومہ کے پاس آتی ہے ۔ ایسا
معلوم ہوتا ہے کہ میری والدہ ان تمام مستورات کی سردار ہیں ۔ وہ عورت کوئی اور
شعر کہتی ہے، جس کا مفہوم یہ ہے کہ ہم ایک دوسرے کو اُس دنیا میں یہ دُعا
بھی دیتے تھے کہ خدا تم کو یہ بھی دے یہ بھی دے ۔ مگر اب اللہ تعالیٰ نے ہمیں
اتنا دیا ہے کہ وہ دُعا اب مذاق معلوم دیتی ہے ۔

تمام مرد اور عورتیں بہت خوش ہیں ۔ ہنس رہے ہیں، خوشیوں میں شعر
گا رہے اور اِدھر اُدھر گھوم رہے ہیں ۔ میں ان جنتیوں میں سے ایک سے
پوچھتا ہوں ۔ میرے والد صاحب حضرت مولوی محمد الیاس کہاں ہیں؟ اس
جنتی نے کہا کہ وہ اُونچی کلاس کی جنت میں ہیں اور یہاں پہ جنتیوں کو خدا تعالیٰ
کی رضا کے بموجب جنت کے جُدا جُدا مدارج عطا ہیں ۔ اس کے بعد میری
آنکھ کھل گئی ۔

حضرت مولوی صاحب کی نجی زندگی

حضرت مولوی صاحب بہت باحیاء متدین اور متقی انسان تھے ان کی کوشش
ہوتی تھی کہ عملی زندگی سنّتِ رسول ؐ کے مطابق گزاریں ۔ حضرت مولوی صاحب اپنے
گھر میں نماز باجماعت کا اہتمام فرمایا کرتے تھے، گھر کی تمام مستورات اور بچوں کو

اکٹھا کر کے نماز باجماعت پڑھاتے تھے ۔ اور جب مستونگ میں کوئی احمدی
نہیں ہوتا تھا تو اپنی بیوی اور بچوں کو اکٹھا کر کے نمازِ جمعہ پڑھایا کرتے تھے ۔

ہر شام مغرب سے پہلے قرآن پاک کا درس گھر میں دیا کرتے تھے ۔ اور
رات کو ہماری والدہ صاحبہ کو اخبار الفضل اور ریویو آف ریلیجنز کے خاص
خاص مضامین پشتو میں ترجمہ کر کے سنایا کرتے تھے ۔

صبح کے وقت نہایت خوش الحانی سے تلاوت قرآن پاک فرماتے اور
تمام بچوں پر نگاہ رکھتے کہ وہ قرآن پاک کی تلاوت کریں ۔ شام کو سردیوں کے
دنوں میں جب بچے آگ کے اردگرد بیٹھ جاتے، تو حضرت مولوی صاحب
کسی نہ کسی نبی کا قصہ شروع کر دیتے اور خاص کر جب حضرت یوسف علیہ السلام
کا ذکر قرآن پاک سے بیان کرتے تو روتے جاتے ۔

چندہ نہایت باقاعدگی سے باشرح دیتے ۔ آپ نے ایک صندوقچی گھر
میں رکھی تھی، جس کی چابی ہماری والدہ صاحبہ کے پاس ہوتی تھی ۔ آپ روزانہ
کی آمدن سے چندہ نکال کر اس صندوقچی میں رکھتے اور پھر ہر ماہ کے آخر
میں مرکز بھیج دیتے تھے ۔ --

ایک موقع پر جب مستونگ میں سوائے حضرت مولوی صاحب کے اور
کوئی احمدی نہیں رہا تو مرکز نے لکھا کہ اب آپ کو کوئٹہ کی جماعت کے ساتھ شامل
کر دیا گیا ہے ۔ اب آپ کا بجٹ کوئٹہ کے بجٹ میں شامل ہوگا ۔ اس پہ
حضرت مولوی صاحب نے مرکز کو لکھا ۔ عجیب بات کہ اللہ تعالیٰ حضرت ابراہیم
علیہ السلام کو ایک فرد ہونے کی حیثیت میں ایک امّت قرار دیتا ہے اور اپنے
عندیہ کے جواز میں یہ آیت پیش کی :-

اِنَّ اِبْرَاهِيْمَ كَانَ اُمَّةً ۔ (نحل)

اور آپ میری جماعت کو ختم کر رہے ہیں ۔ مرکز نے غالباً یہ بات حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے نوٹس میں لائی ہوگی ۔ بہر حال مرکز نے حضرت مولوی صاحب کے موقف سے اتفاق کیا اور مستونگ کو بدستور ایک جماعت کے طور پر قائم رکھا ۔

حضرت مولوی صاحب فرماتے تھے جس گھر میں مندرجہ ذیل چار باتیں ہوں گی اس گھر سے احمدیت کے نکلنے کا امکان بہت کم ہے :۔

۱ ۔ اخبار الفضل کا گھر میں آنا ۔

۲ ۔ گھر میں نماز با جماعت کا اہتمام ۔

۳ ۔ چندوں میں باقاعدگی ہو اور چندہ بچوں کے سامنے ادا کیا جائے ۔ تاکہ ان پر اس کا اثر ہو ۔

۴ ۔ مرکز سے مضبوط تعلق ہو اور بچوں کو ہر سال جلسہ سالانہ پر مرکز لے جایا جائے ۔

حضرت مولوی صاحب گھر میں نہ تو کسی بچے کو مارتے اور نہ کسی پر غصہ ظاہر کرتے ۔ مگر باوجود اس کے آپ کا گھر میں بہت رعب تھا ۔ گالی تو دُور کی بات ہے، کبھی سخت لفظ بھی استعمال نہیں فرماتے تھے ۔ آپ فرماتے تھے جب مَیں اپنے کسی بچے میں کوئی نقص دیکھتا ہوں، جس کو مَیں پسند نہیں کرتا تو اپنے اس بچے کو اس کا نقص بتلانے سے پہلے اپنے خدا سے دُعا کرتا ہوں ۔ اے اللہ! میرے بچے میں یہ نقص ہے، تُو ہی اس کی اصلاح فرما ۔ اس کے بعد اپنے بچے کو بلا کر اس کو بتلاتا ہوں کہ بیٹے تمہارا فلاں فعل مجھے پسند نہیں ہے اور بچہ فوراً اپنی اصلاح کر لیتا ہے ۔

حضرت مولوی صاحب کی خوراک سادہ تھی ۔ البتہ جب کسی کی دعوت کرتے تو پُر تکلف دعوت دیتے، مہمان نواز تھے ۔ ہر ماہ چیدہ چیدہ غیر احمدی علماء اور حکام کو دعوت پر بلاتے اور بعد دعوت موقع کے لحاظ سے مناسب تبلیغ کرتے ۔ آپ کے

بیٹے جب بھی کالجوں سے چھٹی پر آتے تو باری باری نام لے کر فرماتے ۔ آج فلاں لڑکے کی دعوت ہے اور خوب پُر تکلف دعوت دیتے ۔ اپنے تمام بچوں کی بڑی عزت کرتے ۔ فرماتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے :۔

اَکْرِمُوْا اَوْلَادَکُمْ

ہر ماہ بکرا ذبح کرکے صدقہ ضرور دیتے ۔

مہینے میں ایک بار ضرور کوئٹہ تشریف لے جاتے، تاکہ احمدی احباب سے ملاقات ہو ۔ مستونگ سے روانگی سے بیشتر گھر میں تمام بچوں کو اکٹھا کرکے دُعا فرماتے اور جب کوئٹہ سے واپس آتے، تو سب سے پہلے دو رکعت نفل ادا کرتے اور پھر سب گھر والوں کو بلا کر بلوچ قوم کی طرح اپنے کوئٹہ کے سفر کی روئیداد سناتے ۔

کوئٹہ کے احمدی احباب سے بہت محبت تھی اور کوئٹہ کے احباب بھی آپ کی آمد کے منتظر رہتے تھے ۔ جب حضرت مولوی صاحب کوئٹہ پہنچ جاتے، تو وہاں پر مسجد احمدیہ میں ایک رونق ہو جاتی ۔ آپ درسِ قرآن دیتے اور احباب حضرت مولوی صاحب کی نماز میں خوبصورت قرأت کے لئے بے تاب رہتے ۔

کوئٹہ میں عموماً آپ کا قیام حضرت ڈاکٹر عبداللہ صاحب کے گھر ہوتا اور کبھی حضرت ڈاکٹر عبدالمجید صاحب کے گھر پر ۔ دن کے وقت شیخ کریم بخش صاحب والد شیخ محمد حنیف صاحب، امیر جماعت احمدیہ کوئٹہ کی دکان پر مجلس لگی رہتی ۔ شیخ صاحب کافی غیر احمدی احباب کو بلاتے اور خوب تبلیغ ہوتی ۔

ایک دفعہ جلسہ سالانہ قادیان جاتے ہوئے جب آپ کوئٹہ میں فروکش ہوئے تو ڈاکٹر عبداللہ صاحب نے جو امیر جماعت تھے، حضرت مولوی صاحب سے فرمایا ۔ کل خطبۂ جمعہ آپ دیں اور دوستوں کو قادیان جلسہ سالانہ پر جانے کی تلقین کریں ۔ کیونکہ گذشتہ سال کے زلزلہ کی وجہ سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دوست مالی تنگی کی

وجہ سے کم جائیں گے۔ خاکسار بھی اس خطبہ میں شامل تھا۔ آپ نے خطبہ میں دیگر امور
کے علاوہ جلسہ سالانہ پر جانے کے لئے ایسے زوردار الفاظ میں تحریک فرمائی کہ
جس سے احباب جماعت کے دلوں میں جلسہ سالانہ پر جانے کا جوش پیدا ہوا اور
کافی دوست جلسہ سالانہ پر گئے۔ آپ نے خطبہ جمعہ میں فرمایا۔ محمد الیاس کو چند اہم
امور درپیش تھے۔ بہت دعائیں کیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تیری دعا قبول
ہوگی مگر تین شرطوں کے ساتھ۔ پہلی یہ کہ تم بیس ہزار احمدیوں کو بلاؤ اور تین
دن ان کی دعوت کرو (۱) رہائش کا انتظام کرو (۲) صحابہ کرام کو بلاؤ، وہ بھی آئیں
(۳) خلیفہ وقت کو بھی بلاؤ اور ان سب سے عرض کرو کہ تمہارے لئے رو رو کر دعا
کریں۔ میں نے اپنے خدا سے عرض کی میری حقیر حیثیت کو تو خوب جانتا ہے۔
میں تو تین آدمیوں کو تین دن بھی کھانا نہیں دے سکتا اور نہ رہائش کا انتظام
کر سکتا ہوں۔ پھر میری حیثیت کیا ہے کہ میں بیس ہزار احمدیوں کو بلاؤں۔
جواب میں لوگ کہیں گے ہمیں فرصت نہیں۔ پھر صحابہ کرام اور خلیفہ وقت
کی خدمت میں کیسے عرض کروں کہ میرے یہ اہم کام ہیں؟ آپ ان امور کی
انجام دہی کے لئے رو رو کر خدا سے میرے لئے دعا کریں۔ ممکن ہے جن امور کو
میں اہم سمجھتا ہوں وہ ان کو کوئی اہمیت نہ دیتے ہوں۔ میں اللہ تعالیٰ کے حضور
بہت رویا کہ اے اللہ یہ شرائط بہت سخت ہیں اور تو خود کہتا ہے:۔

لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَھَا

یہ شرائط میری وسعت سے باہر ہیں، مجھ پر رحم فرما۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ
محمد الیاس یہ سب انتظام میں نے تمہارے لئے کر دیا ہے۔ تم قادیان جلسہ سالانہ پر
جاؤ۔ وہاں بیس ہزار احمدی بھی آئیں گے، صحابہ کرام بھی آئیں گے، خلیفہ وقت
بھی موجود ہوگا۔ ان کی خوراک اور رہائش کا انتظام بھی میں کروں گا۔ جلسہ سالانہ کی

افتتاحی اور اختتامی دعا میں جب جلسہ سالانہ کے تمام احباب مع خلیفہ وقت
روئیں گے، تم بھی رونا اور اپنا مدعا پیش کرنا میں قبول کروں گا۔

آپ نے فرمایا۔ میں احباب جماعت سے پوچھتا ہوں۔ کیا یہ سودا دس
پندرہ روپے کے واپسی ٹکٹ (RETURN TICKET) میں مہنگا ہے؟
کیا تم لوگوں کی کوئی ضروریات نہیں ہیں اور تم ہر چیز سے بے نیاز ہو؟ اٹھو اور
جلسہ سالانہ پر جانے کی تیاری کرو کہ یہ وقت پھر ایک سال بعد ہاتھ آئے گا۔ کس
کو پتا اس وقت کون زندہ ہوگا؟ ایسے سنہری موقع پر اپنے ہاتھ سے گنوانا
کہاں کی عقلمندی ہے؟

حضرت مولوی صاحب کو قرآن پاک سے عشق تھا۔ اگر کبھی غلطی سے کسی بچے
سے قرآن پاک پر کوئی اور کتاب رکھی ہوئی دیکھتے تو اس بچہ پر بہت ناراض
ہوتے۔ سرزنش کرتے۔ آپ فرماتے جو شخص ظاہری طور پر قرآن کی عزت نہیں
کرتا، تو خدا بھی آسمان پر اس کی عزت نہیں کرتا۔

گھر میں داخل ہوتے وقت زور سے السلام علیکم کہتے اور ہر جگہ سلام
میں پہل کرتے۔ محلے کی عورتوں کا خیال تھا کہ حضرت مولوی صاحب عورتوں کو
بالکل نہیں دیکھتے۔ غضِ بصر سے کام لیتے ہیں۔ اس لئے ان کے سامنے سے
گذر جاتی تھیں، یا جب کبھی گھر میں ہماری والدہ صاحبہ کے پاس بیٹھی ہوتیں،
تو اٹھ کر نہیں جاتی تھیں۔ کہ حضرت مولوی صاحب کسی عورت کو نہیں دیکھتے۔

آپ فرماتے تھے کہ میں نے سوائے اپنی بیوی اور بیٹیوں کے اور کسی
عورت حتیٰ کہ اپنی بہو کو کھلی آنکھ سے نہیں دیکھا۔ اور مجھے نہیں معلوم کہ اس
کے خد و خال کیسے ہیں؟

ہمارے گھر جو مہترانی کام کرتی تھی، جب کبھی والدہ صاحبہ مستونگ سے

ایک دن کے لئے باہر جائیں تو آپ مہترانی کو فرماتے کل سے بی بی گھر پہ نہیں
ہوں گی۔ اس لئے کام کرنے جمعدار آئے۔ تمہیں نہیں آنا۔ اسی طرح ایک دفعہ
مستونگ کے تحصیلدار کی بیوی اپنے خاوند کی زیادتی کے متعلق علیحدگی میں آپ
سے گفتگو کرنا چاہتی تھی، تو آپ نے فرمایا کہ عبدالسلام کی والدہ کو بلاؤ اور پھر
بات کرو۔ میں علیحدگی میں کسی عورت سے ملنا پسند نہیں کرتا۔

آپ ۱۹۴۶ء میں جبکہ آپ کی عمر ۷۶ سال تھی، میرے پاس پشاور آئے،
تو جب کبھی ہماری والدہ صاحبہ گھر سے باہر ہوتیں اور میری بیوی اکیلی گھر پہ ہوتی
تو جب تک میں دفتر سے گھر واپس نہ آجاتا حضرت مولوی صاحب گھر سے باہر
کسی دوست کے ساتھ تبلیغی گفتگو میں مصروف ہوتے۔ جب میں گھر آجاتا تو
آپ بھی گھر کے اندر آجاتے۔ ورنہ باہر ہی رہتے۔ گھر میں اکیلے اپنی بہو کے
ساتھ رہنا پسند نہ فرماتے تھے۔

آپ پردہ کا بہت خیال رکھتے تھے، مگر مستورات کو چار دیواری میں محصور
بھی نہیں رکھتے تھے۔ ہر مہینے رات کو گھر کی تمام مستورات کو ساتھ لیکر مستونگ
میں قریبی پارک کو چلے جاتے تھے۔ یا کبھی دور شاہی باغ لے جاتے اور پھر واپس
گھر آجاتے۔ لوگ جب دیکھتے کہ اس طرح حضرت مولوی صاحب مع مستورات
کے پھر رہے ہیں، تو وہ اس جگہ سے بہت دُور چلے جاتے اور مولوی صاحب
کا بہت احترام کرتے تھے۔

آپ اپنی تمام اولاد اور خاص کر اپنے دامادوں کی بہت عزّت کرتے تھے
دامادوں کا نام بہت احترام سے پکارتے تھے۔ کبھی بھی آدھا نام یا مختصر نام
نہیں لیتے تھے۔

آپ چھوٹے سے چھوٹے اور ادنیٰ سے ادنیٰ آدمی کی بھی عزّت کرتے تھے۔ راستہ

چلتے جب مہتر سڑک پر جھاڑو دے رہا ہوتا، تو آپ دُور سے زور سے کہتے
"جمعدار سلام" مہتر جھاڑو رکھ کر ایک طرف کھڑا ہو جاتا اور کہتا "بحضور سلام"۔

ایک دفعہ سنتو مہتر سے چند اہل کاروں نے پوچھا کیا بات ہے، جب ہم
راستے پر چلتے ہیں، تو تم برابر جھاڑو دیئے جاتے ہو اور ہم پر دھول ڈالتے
جاتے ہو، مگر جب مولوی صاحب کو دُور سے دیکھ لیتے ہو تو ایک طرف کھڑے
ہو کر ادب سے ان کو سلام کرتے ہو؟ تو سنتو نے جواب دیا: یہ مولوی صاحب
کے اپنے اخلاق ہیں کہ وہ مجھے انسان سمجھتے ہیں۔ میری پشت کے پیچھے مجھے معلوم
بھی نہیں ہوتا کہ کون آرہا ہے، وہ مجھے سلام کرتے ہیں۔ میں اُن کی عزت کیوں
نہ کروں؟ وہ تو اوتار ہیں، اوتارا۔

آپ بہت متقی انسان تھے۔ آپ عرائض نویس تھے اور عرائض نویسی میں
بعض اوقات لوگ آپ کو کھوٹے سکّے بھی دے جاتے۔ جب آپ کو علم ہوتا کہ یہ
سکّہ کھوٹا ہے، تو ایک پتھر اوپر رکھ کر دوسرے پتھر سے اس کو توڑ دیتے تھے
تاکہ یہ کھوٹا سکّہ کسی اور کے ہاتھ نہ لگے۔

مولوی صاحب گھر میں کام بھی کرتے تھے۔ مستونگ میں چونکہ سردی زیادہ
پڑتی ہے اور سردیوں میں برف بھی پڑتی ہے۔ اس لئے وہاں پر لوگ گرمیوں میں لکڑیوں
کا اسٹاک کر لیتے ہیں۔ مولوی صاحب بھی گرمیوں میں بیس تیس اونٹوں کے بار کی
لکڑی جمع کر لیتے تھے۔ چونکہ وہ لکڑیاں موٹی موٹی ہوتی تھیں تو ان لکڑیوں کو خود پھاڑا
کرتے تھے جس کے لیے ایک تیز اور وزنی بھاری کلہاڑا رکھا ہوا تھا۔

آپ بہت باغیرت احمدی تھے۔ ایک دفعہ مستونگ میں خان بہادر نوابزادہ
گل محمد خان آف ڈیرہ غازیخان نے جو ریاست قلات میں وزیر مال تھے، ایک
پشاوری تحصیلدار حبیب اللہ خان کے ذریعہ حضرت مولوی صاحب کو پیغام بھیجا کہ

آپ مجھے اپنی دامادی میں لے لیں، تو یہ میری بڑی سعادت ہوگی۔ مَیں اپنی بیوی کو پچاس ہزار روپیہ نقد ادا کروں گا اور مَیں اپنی نصف جائیداد ان کے نام لگا دوں گا۔ اس کے علاوہ جو شرائط مولوی صاحب مقرر کریں وہ سب مجھے قبول ہوں گی۔ حضرت مولوی صاحب نے تحصیلدار صاحب کو فرمایا کہ نوابزادہ صاحب کو مَیں خود جواب دوں گا۔

دوسرے دن شام کے وقت حضرت مولوی صاحب نوابزادہ صاحب کے بنگلے پر گئے اور ان سے کہا کہ آپ نے ایسا پیغام بھیجا ہے۔ وہ بہت خوش ہوا اور کہا ہاں مَیں نے یہ پیغام بھیجا ہے اور وہ میری خوش بختی ہوگی اگر میرے جیسا انسان آپ کی دامادی کا فخر حاصل کر لے۔

حضرت مولوی صاحب نے نوابزادہ صاحب کو جواب دیا کہ شاید آپ کو علم نہیں ہم شاہی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں اور شادی اپنے شاہی خاندان ہی میں کرتے ہیں۔ ہم باہر رشتہ نہیں دیتے۔ آپ نے فرمایا ہم احمدی ہیں اور شاہی خاندان سے ہیں۔ ایک غریب شخص کو لڑکی دوں گا، بشرطیکہ وہ احمدی ہو کیونکہ وہ ہمارے شاہی خاندان کا فرد ہے۔ مگر دنیادی نواب کو نہیں دونگا۔ نوابزادہ صاحب کو فرمایا۔ آپ نے فرمایا ہے کہ مَیں پچاس ہزار مہر اور نصف جائیداد وغیرہ دوں گا۔ لیکن اگر امیر کابل مجھے اپنی نصف حکومت دے اور کہے کہ آپ اپنی لڑکی کا رشتہ مجھے دیدیں، تو چونکہ وہ احمدی نہیں ہے۔ اور مَیں اس کو شاہی خاندان کا فرد بھی نہیں سمجھتا ہوں۔ اس لئے مَیں اس کو لڑکی نہیں دوں گا۔

اس پر نوابزادہ صاحب نے کہا کہ مولوی صاحب مجھ سے غلطی ہوئی ہے، معافی چاہتا ہوں۔ مجھے معلوم نہ تھا کہ آپ اتنے عظیم انسان ہیں۔

ایک دفعہ مستونگ میں حضرت مولوی صاحب سخت بیمار ہو گئے۔ بچیوں کی

شادیاں ہو گئی تھیں، نوجوان لڑکے فوت ہو گئے تھے۔ خاکسار اور برادرم عبدالقدوس بھی ملازمت کے سلسلے میں باہر تھے، والدہ صاحبہ اکیلی تھیں۔ گھر کے قریب ہی جامع مسجد تھی۔ جس کا امام پٹھان تھا اور حضرت مولوی صاحب سے اکثر مذہبی گفتگو ہوتی رہتی تھی۔ آپ نے والدہ صاحبہ کو بھیج کر امام مسجد کو بلایا۔ امام مسجد بہت خوش ہوا کہ مولوی صاحب کا آخری وقت ہے۔ اب احمدیت سے توبہ کرنے والے ہیں۔ جب امام مسجد آ گئے تو مولوی صاحب نے فرمایا۔ کہ ملّا صاحب میرا آخری وقت ہے۔ بطور پٹھان میرا آپ پر ایک حق ہے۔ وہ یہ کہ جب مَیں مر جاؤں، تو میری لاش کو کفن پہنانے کے بعد دفن کر دیں۔ جنازہ پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے، کیونکہ مَیں احمدی ہوں اور مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام کو مسیح موعودؑ مانتا ہوں۔ میرا جنازہ فرشتے پڑھیں گے۔ میری اہلیہ اپنے بچوں کے آنے تک آپ کے گھر رہے گی۔ اور میرے بچے کفن دفن پر جو خرچ ہوگا ادا کر دیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت مولوی صاحب کو صحتیاب کیا۔ مگر وہ ملّا کہتا تھا۔ مَیں نے ایسا انسان کبھی نہیں دیکھا، جو اتنا مستقل مزاج ہو اور موت کی حالت میں بھی تبلیغ کرتا ہو۔

جب ١٩٤٦ء میں آپ میرے پاس پشاور تشریف لے آئے تو اس وقت آپ کافی بوڑھے تھے، مگر میرے گھر واقع سول کوارٹرز سے مسجد احمدیہ پشاور شہر تک سخت گرمیوں میں بھی نماز جمعہ پڑھنے کے لئے پیدل جاتے کہ اس میں ثواب زیادہ ہے۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نمازی کو ہر قدم کا ثواب ملتا ہے۔ مَیں یہ ثواب ٹانگہ پر جانے سے ضائع نہیں کرتا۔ حالانکہ ہمارے گھر اور مسجد احمدیہ پشاور شہر کے درمیان ڈیڑھ میل کا فاصلہ ہے۔

جلسہ سالانہ کے موقع پر ایک دفعہ مَیں اور مولوی صاحب ریتی چھلّا کے پاس سے گزر رہے تھے۔ وہاں پر ایک غریب احمدی پکوڑے تل رہا تھا۔ آپ نے مجھے ایک روپیہ دیا کہ اس سے پکوڑے لاؤں، جب مَیں پکوڑے لایا تو مَیں نے کہا کہ اَباجی اتنے زیادہ پکوڑوں کو ہم کیا کریں گے؟ آپ نے فرمایا یہ پکوڑے اپنے پاس رکھو۔ آگے بڑھے تو کچھ فقیر بھیک مانگنے والے تھے، تو تمام پکوڑے ان کو دے دیئے۔ فرمایا کہ یہ غریب احمدی ہے جو پکوڑے بیچ رہا تھا۔ اگر ہم اس سے پکوڑے نہ خریدیں گے تو کون خریدے گا؟ دیکھو دونوں کا کام بن گیا۔ اس احمدی کا بھی اور ان فقیروں کا بھی۔

جماعت کے احباب سے بڑی محبّت تھی۔ بستی میں ایک پہاڑی کے اوپر ریلوے کالونی کے لئے واٹر ریزر وائر تھا اس کے اپریٹر ایک نہایت ہی مخلص احمدی، صوفی منش متقی، معمولی پڑھے لکھے، جہلم کے رہنے والے عین علی شاہ صاحب تھے۔ حضرت مولوی صاحب دورانِ قیام ہر دوسرے تیسرے دن شام کا کھانا کھا کر ۲ دو میل پیدل چل کر پہاڑی پر چڑھ کر عین علی شاہ کے پاس پہنچ جاتے تھے اور کافی دیر تک اُن سے پیار اور محبت کی باتیں ہوتیں (عین علی شاہ صاحب کے لڑکے سیّد قربان علی شاہ صاحب ریٹائرڈ D.S.P بلوچستان ہیں) اور کافی رات گذرنے کے بعد واپس گھر تشریف لاتے۔

آپ کمزور احمدی کی تربیت بھی بہت عمدہ طریق سے فرماتے۔ ایک دفعہ جب حسبِ معمول کوئٹہ تشریف لے گئے، تو وہاں پر ایک احمدی دوست تھے جو چندہ نہیں دیا کرتے تھے۔ حضرت ڈاکٹر عبداللہ صاحب امیر جماعت کوئٹہ نے حضرت مولوی صاحب سے اس کا ذکر کیا۔ اتفاق سے وہ دوست بھی شام کی نماز مسجد میں مولوی صاحب کی اقتدا میں پڑھنے کے لئے آئے ہوئے تھے۔ اس

دوست نے حضرت مولوی صاحب کو چائے کی دعوت دی۔ جس میں ڈاکٹر عبداللہ صاحب بھی شامل تھے۔ دوسرے دن جب چائے کی میز پر بیٹھے اور چائے حضرت مولوی صاحب کے سامنے پیش کی، تو مولوی صاحب نے چائے کی پیالی کو ہاتھ نہ لگایا اور اس دوست سے کہا کہ مَیں پٹھان ہوں اور تم پنجابی مجھ میں اور تم میں قدرِ مشترک سوائے احمدیت کے اور کیا ہے؟ مَیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک ادنیٰ غلام جب آپ کے گھر آتا ہوں، تو آپ اتنا پُر تکلف انتظام کرتے ہیں۔ مگر جب میرے آقا حضرت مسیح موعود علیہ السلام خود آپ کے گھر آتے ہیں تو وہ خالی ہاتھ جاتے ہیں۔ مَیں کیسے یہ چائے کی پیالی پی سکتا ہوں؟ وہ شخص بہت حیران ہوا اور کہا کہ مجھ میں یہ جرأت کہ میں ایسی گستاخی کروں؟ اس پر حضرت مولوی صاحب نے فرمایا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نظام کے مقرر کردہ نمائندے آپ کے پاس ہر ماہ اسلام کی اشاعت کے لئے نہ کہ اپنے ذاتی کام کے لئے آپ سے آمد کے ۱/۱۶ حصّہ کا مطالبہ کرتے ہیں تو آپ ہر ماہ اُس کو خالی ہاتھ واپس کر دیتے ہیں اور جب حضورؑ کا ایک ادنیٰ غلام جو سلسلے کے کارندوں سے بھی حقیر تر ہے، آپ کے مکان پر آتا ہے، تو آپ پُر تکلف دعوت کا انتظام کرتے ہیں۔ یہ بہت شرم کی بات ہے۔ چونکہ امیر جماعت بھی موجود ہیں، جو حضرت مسیح موعود کے نمائندے ہیں۔ مَیں آپ کی طرف سے یہ دس روپے چندہ ادا کرتا ہوں۔ تاکہ مسیح موعودؑ کا نمائندہ اس دفعہ تو خالی ہاتھ نہ جائے دس روپے حضرت ڈاکٹر عبداللہ کے ہاتھ پکڑا کر چائے کی پیالی کی طرف ہاتھ بڑھایا وہ دوست فوراً گھر گئے۔ رقم لا کر حضرت ڈاکٹر عبداللہ صاحب امیر جماعت کو دی اور حضرت مولوی صاحب کی رقم واپس کی اور وعدہ کیا کہ آئندہ انشاءاللہ باقاعدہ باشرح چندہ دیا کروں گا۔ اور اس کے بعد وہ دوست چندوں میں باقاعدہ ہو گئے۔

آپ اپنے بچوں کو فرمایا کرتے تھے کہ جب بھی مرکز سے کوئی تحریک ہو تو حسبِ توفیق

اس میں حصّہ لو۔ آپ فرماتے تھے ۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آکر
جنّت کو جانے کے دروازے کھولے ہیں ۔ پتا نہیں اللہ تعالیٰ کس در سے
رحم فرمائے اور مغفرت کا سامان کرے ۔ اس لئے اپنے ہاتھ سے جنت کے اس
دروازہ کو بند نہ کرو ۔ اللہ تعالیٰ رقم کی مقدار کو نہیں دیکھتا وہ نیت کو دیکھتا ہے ۔
اس لئے ہر تحریک میں حسب حیثیت حصّہ لو ۔

فرمایا لوگ اس امر کے لئے ترس ترس کر مر گئے ہیں کہ ہم وہ کون سا عمل
کریں ، جو مقبولِ الٰہی ہو؟ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے آنے سے یہ معما حل
ہوگیا ہے ۔ اب عملِ صالح وہ عمل ہے جس کی خلیفۂ وقت اور مرکز تحریک کرے
آج اسلام غریب و بیکس ہے ۔ اسلام کو دوبارہ زندہ کرنے کی ضرورت ہے ،
جس کے لیے اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بھیجا ہے ۔ وہ ہمیں اس
کارِ خیر میں شمولیت کی دعوت دیتے ہیں ۔ ہم بڑے بدقسمت انسان ہوں گے
اگر ہم اپنی اس محدود زندگی میں اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل نہ کرسکیں جس کو حضرت
مسیح موعود علیہ السلام نے ہمارے لیے آسان کر دیا ہے ۔

قادیان جب جلسۂ سالانہ پر تشریف لے جاتے ، تو اپنے بیٹوں کو لے کر
بزرگانِ سلسلہ حضرت مولوی سرور شاہ صاحبؓ ، حضرت میر محمد اسحٰق صاحبؓ ،
حضرت مولوی یعقوب علی عرفانی صاحبؓ ، حضرت مولوی شیر علی صاحبؓ ، حضرت
مرزا بشیر احمد صاحبؓ اور حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ کے ساتھ ضرور ملاقات
کرتے ۔

ایک دفعہ حضرت مولوی شیر علی صاحب کی ملاقات کے لیے جا رہے تھے تو
ان کے متعلق ایک دلچسپ واقعہ سنایا ۔ آپ نے بتلایا کہ میں اور چارسدہ کے خان
محمد اکرم خان قادیان میں پھر رہے تھے کہ خان محمد اکرم خان ۔ نے حضرت مولوی شیر علی

صاحب کو دیکھا جو خان صاحب موصوف کے B.A میں کلاس فیلو تھے اور کہا
اچھا شیر علی تم ۔ اور ان کو پکڑ کر بغلگیر ہوگئے ۔ اور خان صاحب روتے جاتے تھے
اور یہ شعر کہتے جاتے تھے ؎

ما و مجنون ہم سبق بودیم در مکتبِ عشق
اُو بہ صحرا رفت و من در کوچہ ہا رسوا شدم

اور کہا شیر علی تم نے مجھے پہلے کیوں نہ بتایا کہ مَیں بھی تمہاری طرح مسیح موعود
علیہ السلام کے زمانہ میں بیعت کر لیتا اور اس نعمت سے حصہ پاتا ۔ دونوں دوست
بہت دیر تک روتے رہے ۔

مستونگ میں ایک احمدی دوست تھے ، جو اعلیٰ عہدہ پر پہنچنے کی وجہ سے
احمدیت سے روگردان ہوگئے تھے ۔ مگر یہاں بھی ان کی خلاصی نہ ہوئی اور ان پر احمدی
ہونے کا الزام لگا کر ملازمتِ ریاستِ قلات سے فارغ کر دیا گیا ۔ انہوں نے بعد
میں کوئٹہ میں ایک ہوٹل خرید لیا ۔ مَیں اور برادرم عبدالقدوس کوئٹہ سنڈیمن
سکول میں پڑھتے تھے اور کبھی کبھی اس دوست کے ہوٹل میں چائے پینے جاتے
تھے ۔ کیونکہ وہ کافی عرصہ مستونگ میں تحصیل دار رہے تھے ، وہ ہمیں دیکھ کر بہت
خوش ہوتے تھے اور بار بار کہتے تھے کہ جب بھی مولوی صاحب کوئٹہ آئیں ، تو ان کو
ضرور میرے ہوٹل لائیں ۔ تاکہ برکت بخشیں ۔

ایک دن کوئٹہ مشن روڈ سے مَیں اور مولوی صاحب گزر رہے تھے ۔ میں
نے والد صاحب سے کہا یہ اس احمدی کا ہوٹل ہے اور اکثر آپ کا پوچھتے رہتے
ہیں ۔ ادھر شیشوں سے اُس دوست نے بھی حضرت مولوی صاحب کو دیکھ لیا اور
باہر نکل کر آواز دی ۔ مولوی صاحب ! مولوی صاحب ! مگر حضرت مولوی صاحب
اگر پانچ میل کی رفتار سے جا رہے تھے ، تو اپنی رفتار کو دس میل کر دیا اور مجھے

کہا: اَلْبُغْضُ لِلّٰہِ وَالْحُبُّ لِلّٰہِ ۔

مَیں اگر اس شخص سے محبت کرتا تھا، تو احمدیت کی وجہ سے کرتا تھا۔ اب جب اس نے احمدیت چھوڑ دی ہے، تو میرا ان سے کیا تعلق ہے؟ وہی دوست چند سال بعد قادیان میں حضرت مولوی صاحب کو ملے اور اسی طرح سے پھر آواز دی، مگر حضرت مولوی صاحب نے توجہ نہ دی۔ اُس نے آواز دی، مولوی صاحب! مَیں نے بیعت کر لی ہے اس پر حضرت مولوی صاحب واپس مڑے اور اس دوست سے بغلگیر ہُوئے اور دونوں کافی دیر تک روتے رہے۔ آپ نے فرمایا: ملک صاحب، آپ کو معلوم نہیں مَیں آپ کو احمدیت میں دوبارہ لانے کے لئے کتنی دعائیں کرتا تھا۔

مستونگ میں جمعہ کی نماز حضرت مولوی صاحب کے مکان پر ہوتی تھی۔ آپ کا معمول تھا کہ نماز جمعہ کے بعد احباب جماعت میں بیٹھ کر سلسلہ کے متعلق گفتگو فرماتے اور تمام دوستوں کی چائے اور شیرینی سے تواضع فرماتے۔

حضرت مولوی صاحب بہت دُعا گو انسان تھے اور اپنی اولاد کے حق میں خاص طور پر بڑی دعائیں فرماتے تھے۔ ایک دفعہ گھر میں ہمارے کسی عزیز کا ذکر چل پڑا کہ ان کے لڑکے ان کی طرح احمدیت کے رنگ میں رنگین نہیں ہیں تو والد صاحب نے ہمارے بڑے بھائی عبدالحی خان سے کہا کہ تم ان بزرگ سے خط لکھ کر حلفاً پوچھو۔ کیا تم نے چالیس دن رو رو کر اپنے بچوں کے حق میں دُعا کی ہے؟ اگر وہ خود اتنا غافل اور بے پرواہ ہے، تو قرآن پاک کی سورۃ فرقان کی آیت:۔

قُلْ مَا یَعْبَؤُا بِکُمْ رَبِّیْ لَوْلَا دُعَاؤُکُمْ

کی قرآنی دفعہ کی زد میں آتا ہے، اور فرمایا میری تو یہ حالت ہے جب مَیں اپنے کسی بیٹے کو دیکھتا ہوں کہ وہ غلط قدم اُٹھا رہا ہے، تو اس کو سمجھانے سے پہلے اپنے

خدا کے حضور رو رو کر دعائیں کرتا ہوں اور پھر اپنے بیٹے سے کہتا ہوں کہ تمہارا فلاں فعل مجھے پسند نہیں ہے، تو وہ بچہ فوراً درست ہو جاتا ہے۔ فرماتے تھے جو شخص اپنی اولاد کے لئے تضرع سے دعائیں نہیں کرتا، وہ بڑا مغرور انسان ہے، اس کو اپنی فکر کرنی چاہیئے۔

آپ بہت باغیرت اور باحیا انسان تھے۔ ایک دفعہ سبّی میں صاحبزادہ خورشید وزیراعظم ریاست قلات دائیں ہاتھ میں شدید درد کی وجہ سے بیمار ہو گئے۔ صاحبزادہ صاحب نے آپ سے درخواست کی کہ آپ میرے پاس رہیں تاکہ آپ کی صحبت سے مستفید ہوتا رہوں اور دینی باتوں سے درد کا احساس بھی جاتا رہے گا۔

صاحبزادہ صاحب ۱۹۳۵ء کے زلزلہ میں مستونگ میں افسر بکارِ خاص (OFFICER ON SPECIAL DUTY) مقرر ہُوئے تھے۔ اور حضرت مولوی صاحب سے قرآن پاک باتفسیر پڑھتے تھے۔ وہ آپ کے بہت معتقد تھے۔ ایک رات دَورانِ گفتگو صاحبزادہ صاحب نے فرمایا۔ مولوی صاحب یہاں پر کیا علاج ہوتا ہے، علاج تو یورپ میں ہوتا ہے۔ جب خوبصورت نرم نرم نرسیں مریض کو ہاتھ لگاتی ہیں، تو مریض کا آدھا درد تو وہیں ختم ہو جاتا ہے۔ حضرت مولوی صاحب نے اس گفتگو کو سخت محسوس کیا اور خاموشی سے صاحبزادہ صاحب کے بنگلہ سے چلے گئے اور پھر باوجود کئی پیغامات کے ان کے پاس نہیں گئے۔

صاحبزادہ صاحب تندرست ہُوئے، تو خود آپ کے دفتر کی طرف آئے۔ لوگ حیران تھے کہ وزیراعظم یہاں پر کیا کرنے آئے ہیں۔ آپ سیدھے حضرت مولوی صاحب کے کمرے میں گئے اور مولوی صاحب کو ساتھ لے کر سیدھے اپنے بنگلے گئے اور کہنے لگے۔ مولوی صاحب! مجھے معلوم ہے آپ کس وجہ سے مجھ سے ناراض

ہُوئے ہیں۔ مَیں معافی چاہتا ہوں۔ مجھے معلوم نہ تھا کہ آپ اتنے عظیم انسان ہیں۔

مستونگ میں آپ ریاست قلات کے نائب وزیر اعظم، نواب ارباب کرم خان کے پاس تقریباً روزانہ جایا کرتے تھے اور وہاں پر ملنے سردارانِ قوم، ارباب صاحب کے پاس ہوتے سب کو تبلیغ کرتے۔ اور کبھی کبھی یہ نشست بہت لمبی ہو جاتی تھی۔

ایک دن حضرت مولوی صاحب، ارباب صاحب کے بنگلہ گئے۔ آپ اپنے بنگلہ کے خوبصورت چمن میں چند سرداروں کے ساتھ بیٹھے تاش کھیل رہے تھے جونہی حضرت مولوی صاحب کو دُور سے آتے ہُوئے دیکھا، تو اپنے نوکر کو آواز دی کہ یہ تاش کے پتے جا کر چھپا دو۔ حضرت مولوی صاحب آ رہے ہیں وہ تاش کے پتے دیکھیں گے تو ناراض ہو جائیں گے۔

حضرت مولوی صاحب کی تربیت کی وجہ سے آپ کے شاگرد بھی بڑے دلیر تھے۔ مستونگ میں ایک صاحب شیخ نورالدین صاحب بہت مخلص احمدی تھے۔ جو ہندو سے احمدی ہوئے تھے۔ ان کو حضرت مولوی صاحب نے نواب ارباب کرم خاں کے پاس نوکر کرا لیا۔ اور انہوں نے اسے اپنے باورچی خانہ میں مقرر کر دیا۔ ایک دن نواب صاحب نے شیخ صاحب کو یاد کیا۔ شیخ صاحب نہیں تھے۔ بعد میں غیر حاضری کی وجہ پوچھی، تو شیخ صاحب کہنے لگے۔ نواب صاحب، مَیں ترکھان کے پاس سیڑھی بنوانے گیا تھا۔ نواب صاحب نے پوچھا سیڑھی کی کیا ضرورت پیدا ہو گئی تھی۔ شیخ صاحب کہنے لگے کہ مَیں آسمان پر چڑھ کر عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھنا چاہتا تھا۔ تاکہ اگر وہ زندہ ہوں، تو ان سے کہوں، جلد آئیں آپ کے تخت پر مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام نے قبضہ کر لیا ہے۔

نواب صاحب نے کہا! تم بڑے شرارتی ہو اور حضرت مولوی صاحب کی

وجہ سے بہت دلیر ہو گئے ہو۔

آپ ارذل العمر سے بچنے کے لیے بہت دُعا کیا کرتے تھے۔ اور ہماری والدہ صاحبہ سے فرماتے تھے کہ میری یہ دُعا ہے کہ جب میری موت آئے، تو تم سے پہلے آئے۔ والدہ صاحبہ فرماتیں۔ یہ کیوں؟ تو فرماتے: عورت مرد کا ستر ہے۔ تمہارے بعد اس عمر میں دوسری شادی کے قابل نہیں اور کسی عورت کو چاہے وہ میری بچی ہی کیوں نہ ہو مَیں اپنے وجود کو ہاتھ لگانے کی اجازت نہیں دیتا۔ اگر تم میرے بعد جاؤ، تو بیماری میں تمہاری بچیاں تمہاری خدمت کر سکتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت مولوی صاحب کی یہ خواہش اور دُعا پوری کی اور آپ والدہ صاحبہ سے دس سال پہلے فوت ہُوئے۔

ایک وقت ایسا آیا کہ حضرت مولوی صاحب اور والدہ صاحبہ اکیلے رہ گئے۔ ایک دن مَیں کوئٹہ سے، جہاں پر مَیں ملازمت کرتا تھا چند دن کی چھٹی لے کر مستونگ آیا۔ ایک صبح والدہ صاحبہ باورچی خانہ میں چائے تیار کر رہی تھیں حضرت مولوی صاحب نے والدہ صاحبہ کو آواز دی، جب وہ آئیں تو کہا اشرف بی بی تمہیں یاد ہے جب ہم نے شادی کی تھی تو ہم دو تھے۔ پھر ایک وقت ایسا آیا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے بطن سے ہمیں تیرہ بچے دیئے۔ اب ان کی شادیوں اور موت کے بعد ہم پھر دو رہ گئے ہیں اور اب ضعیف اور کمزور ہیں۔ آؤ دُعا کریں کہ اللہ تعالیٰ عاقبت بخیر کرے اور ہمیں جسمانی و مالی لحاظ سے کسی کا محتاج نہ کرے اور پھر ایک لمبی دُعا کی۔

ایک دفعہ حضرت مولوی صاحب اور والدہ صاحبہ اکیلے تھے۔ والدہ صاحبہ بیمار ہوئیں انہیں سخت بخار تھا۔ گرمی کے دن تھے۔ حضرت مولوی صاحب جب دفتر سے واپس آئے، تو والدہ صاحبہ نے چائے کے لئے خواہش کی۔

حضرت مولوی صاحب نے ہرچند آگ جلانے کی کوشش کی، مگر ان سے آگ
نہ جلی۔ باہر گئے اور ایک بڑا تربوز لائے اور ہماری والدہ صاحبہ سے کہا کہ چائے
تو میں پکا نہ سکا، یہ تربوز کھائیں اس سے آرام آجائے گا۔ اور خود نفل پڑھنے شروع
کئے۔ والدہ صاحبہ فرماتی ہیں کہ میں نے وہ تربوز کھایا اور مجھے آرام ہوگیا۔

سفر میں حضرت مولوی صاحب فرمایا کرتے تھے کہ ہرچہ گیرد مختصر گیرد۔
جو بھی سفر میں سامان لینا ہے، مختصر لیں اور فرماتے تھے سفر میں مندرجہ ذیل
چیزوں کا ہونا ضروری ہے۔ سوئی دھاگہ، صابن، ٹارچ وغیرہ۔ زادِ راہ یعنی
سفر خرچ اپنے اندازہ سے کچھ زیادہ ساتھ لے جانا چاہیئے۔ ریلوے سٹیشن پر
گاڑی کے جانے سے آدھ گھنٹہ پہلے پہنچنا چاہیئے۔ سفر کے دوران گفتگو کم اور
درود شریف زیادہ پڑھنا چاہیئے۔ فرماتے تھے کہ مسافر کی دعا اللہ تعالیٰ بہت
قبول کرتا ہے۔ اس لیئے دورانِ سفر دعاؤں میں مصروف رہنا چاہیئے۔

حضرت مولوی صاحب کے چار نوجوان اعلیٰ تعلیمیافتہ لڑکے اور دو لڑکیاں
نوجوان شادی شدہ آپ کی زندگی میں فوت ہوئیں۔ مگر ہر موت پر کامل صبر کا نمونہ
دکھایا۔ آپ کے چہرہ سے کبھی غم کے آثار نمودار نہ ہوئے۔ بلکہ ہر وقت راضی
برضاءِ الٰہی کا نمونہ تھے۔ اگر کسی شخص کو علم نہ ہوتا کہ حضرت مولوی صاحب کو
اتنے صدمات اُٹھانے پڑے ہیں، تو وہ کبھی بھی آپ کی گفتگو اور طریقِ زندگی
سے محسوس نہ کرتے کہ حضرت مولوی صاحب کے اتنے بچے فوت ہوئے ہیں۔

۳۱ مئی ۱۹۳۵ء کو کوئٹہ میں سخت زلزلہ آیا۔ پلک جھپکنے میں پچاس ہزار
آدمی مر گئے۔ شہر ملبے کا ڈھیر بن گیا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے فضل کیا۔ احمدی احباب
کی موت ایک فی صد سے بھی کم تھی۔ غالباً گنتی کے دو چار دوست شہید ہوئے
زلزلہ کی رات مولوی صاحب مستونگ سے کوئٹہ تشریف لائے تھے اور ڈاکٹر

عبدالمجید صاحب رضی اللہ عنہ کے ہاں قیام تھا۔ فرماتے تھے کہ جب میں نے زلزلہ
کا پہلا جھٹکا محسوس کیا، تو مجھے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث
یاد آگئی کہ زلزلہ کے وقت گھر کے دروازہ کی چوکھٹ میں کھڑے ہو جاؤ۔ میں دروازہ
کی چوکھٹ میں کھڑا ہوگیا۔ تمام مکان گر گیا مگر میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے سلامت رہا۔

ہم دونوں بھائی یعنی میں اور برادرم عبدالقدوس خاں بورڈنگ ہاؤس میں
تھے۔ ہم بھی خدا تعالیٰ کے خاص فضل وکرم سے بال بال بچ گئے تھے جبکہ بورڈنگ
میں موجود ۷۰ میں سے ۶۰ کے قریب لڑکے مر گئے تھے۔ زلزلہ میں میرا بھائی عبدالجلیل
خاں بھی کوئٹہ میں حضرت مولوی صاحب کے ساتھ آیا ہوا تھا۔ اس کے سینہ پر کافی
ملبہ گرا جس سے اس کا سینہ زخمی ہوا۔ بعد میں وہ زخمی سینہ T.B کی صورت اختیار
کر گیا۔ اور وہ ۱۹۳۶ء میں فوت ہوگئے۔

حضرت مولوی صاحب ہمارے پاس بورڈنگ ہاؤس تشریف لائے اور ہم
دونوں کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ اور ہم کو لے کر
مستونگ کی طرف جانے کے لیئے کوئی صورت نکالنے کی کوشش کرنے لگے۔ راستہ
میں خان بہادر مولوی منیر احمد خان ملے، جو A.G.G کے پرسنل اسسٹنٹ تھے۔
خان بہادر صاحب بعد میں ریاست قلات کے وزیر اعظم بھی رہے ہیں۔

حضرت مولوی صاحب نے خان بہادر صاحب کو دیکھا اور پوچھا کیا حال ہے،
تو اس نے کہا۔ کیا پوچھتے ہیں، سارے کنبہ میں سے صرف ایک میں ہی بچ گیا ہوں
اور کہنے لگا خدا کو تو بگاڑنا آتا ہے بنانا تو نہیں آتا۔ اور میں کفن ڈھونڈنے جا رہا
ہوں۔ حضرت مولوی صاحب نے فرمایا کہ یہ حشر کا سماں ہے۔ تمام افراد خاندان کو
بغیر کفن کے اپنے ہی لباس میں اکٹھا کر کے ایک گڑھا کھود کر ان کو دفن کر دو۔ بعد
میں حضرت مولوی صاحب فرمانے لگے کہ یہ دربھنگہ کے پیر کا مرید ہے اور مجھ سے

ہر وقت صداقتِ مسیح موعود پر بحث کرتا تھا جس کا خدا سے تعلق نہ ہو، تو دیکھ لیا اس کی کفر کے الفاظ۔ یہ روحانیت سے دوری اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوسی کا نتیجہ ہے۔

ہم کچھ اور آگے چلے، تو دیکھا کہ ٹھنڈی سڑک پر A.G.G. مسٹر گولڈ گورنمنٹ ہاؤس کے سامنے کھڑے ہیں۔ حضرت مولوی صاحب کو دیکھ کر ان کی طرف لپکے اور کہنے لگے بابا! یہ کیا ہو گیا ہے، میں کیا کروں مجھے مشورہ دیں۔ میرے تمام مشیر اور اہلکار بھی مر گئے ہیں۔ حضرت مولوی صاحب نے فرمایا۔ ایک تو آپ یہ کریں کہ جو لوگ بچ گئے ہیں، ان کو ٹرین میں باہر جانے کے لئے فری پاس دیں۔ دوم کوئٹہ سے باہر ایک کیمپ لگائیں تاکہ جو لوگ بچ گئے ہیں وہ مُردوں کے تعفن کی وجہ سے بیمار نہ ہو جائیں۔ مسٹر گولڈ نے کہا کہ آپ ٹھہر جائیں۔ مجھے مزید مشورہ دیں۔ مولوی صاحب نے کہا کہ میرے بچے مستونگ میں ہیں میں جلد از جلد وہاں پہنچنا چاہتا ہوں تاکہ اپنے بچوں کی حالت معلوم کروں۔ مسٹر گولڈ نے کہا ابھی ابھی پولیٹیکل ایجنٹ مسٹر سکرین مستونگ سے آئے ہیں اور کہا:

WORSE THAN QUETTA

کہ کوئٹہ سے بھی بُری حالت ہے۔ حضرت مولوی صاحب نے کوئٹہ سے باہر ایک جھونپڑی کے پاس ایک ٹانگے والے کو دیکھا اور اس سے ۳۰ روپیہ پر مستونگ تک ٹانگہ کرائے پر لیا۔ تمام راستہ زلزلہ کی وجہ سے خراب ہو گیا تھا۔ اور صبح کے چلے شام کو ۳۰ میل کا سفر طے کر کے مستونگ پہنچ گئے۔

مستونگ میں بھی اللہ تعالیٰ نے فضل کیا تھا۔ سوائے ہمارے ایک دس سالہ بھائی عبدالرحمٰن کے باقی سب بچ گئے تھے۔ الحمدللہ۔ عبدالرحمٰن مکان کے ملبہ کے نیچے دب کر مر گئے تھے۔

زلزلہ کے بعد مستونگ میں پولیٹیکل ایجنٹ قلات کی طرف سے زلزلہ زدگان کو ٹینٹ ملنے شروع ہوئے۔ مولوی صاحب کو بھی ایک ٹینٹ ملا مگر چھوٹا۔ مولوی صاحب مسٹر سکرین پولیٹیکل ایجنٹ کے پاس گئے اور کہا میرا کنبہ بڑا ہے، مجھے بڑا ٹینٹ دیا جائے۔ مسٹر سکرین نے کہا۔ کہ بڑا ٹینٹ ہمارے پاس نہیں ہے (اگرچہ بڑے ٹینٹ تھے)، اسی چھوٹے ٹینٹ سے گزارہ کریں۔ مولوی صاحب نے فرمایا۔ اگر مجھے آپ بڑا ٹینٹ نہیں دیتے، تو میں آپ کی شکایت کروں گا۔ انگریز پولیٹیکل ایجنٹ نے کہا کہ آپ کس سے شکایت کریں گے میں اس معاملہ میں خود مختار ہوں۔ حضرت مولوی صاحب نے انگلی آسمان کی طرف اٹھائی اور اشارہ کیا۔ کہ میں اس ہستی سے آپ کی بے نیازی کی شکایت کروں گا۔ مسٹر سکرین نے کہا: بابا! اوپر والی ہستی کے پاس میری شکایت نہ کریں آپ بڑا ٹینٹ لے لیں۔

بعد میں یہ مسٹر سکرین ہمالیہ کی ریاست سکم میں ریذیڈنٹ ایجنٹ مقرر ہوئے اور وہاں سے مسٹر سکرین کی بجائے سر (SIR) سکرین ہو کر ایران کے شہر مشہد میں انگریز حکومت کی طرف سے قونصل جنرل مقرر ہوئے۔

مشہد جاتے ہوئے سر سکرین بجائے نوشکی کے راستہ ایران جانے کے سیدھے مستونگ آئے اور حضرت مولوی صاحب سے ملاقات کی اور کہا میں صرف آپ کی ملاقات کے لئے راستہ بدل کر آیا ہوں۔ تاکہ آپ سے کہوں کہ آپ اس بالا ہستی سے پھر میری شکایت کریں۔ کیونکہ آپ کی نیک دعاؤں کی وجہ سے میں سر (SIR) ہو گیا ہوں۔ اب ایران میں قونصل جنرل مقرر ہوا ہوں، خدا مجھے اور ترقی دے۔

زلزلہ کے بعد صاحبزادہ خورشید افسر خاص برائے امداد زلزلہ زدگان

مستونگ میں متعین ہوئے اور حضرت مولوی صاحب سے ملاقات ہوگئی۔ اور اس
کے بعد انہوں نے حضرت مولوی صاحب سے قرآن کی تفسیر پڑھنی شروع
کی۔ صاحبزادہ صاحب ۱۹۴۵ء میں خیبر میں پولیٹیکل ایجنٹ تھے۔ ایک دن
عید کے دوسرے دن حضرت مولوی صاحب، ان کو عید مبارک دینے خیبر ہاؤس
گئے۔ وہاں پر خیبر ایجنسی کے ملک وغیرہ موجود تھے۔ دورانِ گفتگو صاحبزادہ
صاحب نے پوچھا: مولوی صاحب! یہ کیا بات ہے کہ جب کبھی مامور زمانہ آتا
ہے، تو پہلے پہلے غریب لوگ اس پر ایمان لاتے ہیں اور امیر ایمان لانے
سے محروم رہ جاتے ہیں؟ حضرت مولوی صاحب نے فرمایا: اس موجودہ جرگہ
سے صاف ظاہر ہے کہ امیر کہتا ہے، اگر میں ایمان لایا تو پھر یہ ملک لوگ
کب میرے سلام کے لیئے آئیں گے۔ میں اس عزت سے محروم ہو جاؤں گا
اور غریب کہتا ہے کہ مجھے پہلے کون سلام کرتا تھا کہ اب مامورِ زمانہ پر ایمان
لانے کی وجہ سے کسی کے سلام سے محروم ہو جاؤں گا۔ یہ جواب سُن کر صاحبزادہ صاحب
خاموش ہو گئے۔

حضرت مولوی صاحب نے اس دن صاحبزادہ صاحب سے فرمایا کہ میں نے رؤیا
میں آپ کو بطور گورنر صوبہ سرحد دیکھا ہے۔ ابھی پاکستان نہیں بنا تھا۔ صاحبزادہ
صاحب نے جواب دیا۔ مولوی صاحب یہ پوسٹیں انگریزوں نے اپنے لیئے رکھی
ہیں، مجھے کون گورنر بناتا ہے؟ پاکستان بننے کے چند سال بعد صاحبزادہ
خورشید صوبہ سرحد کے گورنر ہوئے۔ چارسدہ کے محمد اکرم خاں صاحب احمدی
ان کے پاس گورنمنٹ ہاؤس گئے۔ اور صاحبزادہ صاحب سے کہا کہ میں آپ سے
ایک بات کہنے آیا ہوں بشرطیکہ آپ گورنری کی کرسی سے اتر کر بطور صاحبزادہ
خورشید مجھ سے بات کریں۔ صاحبزادہ صاحب نے کہا فرمائیے! اکرم خانصاحب

فرماتے ہیں۔ میں نے ان سے کہا کیا حضرت مولوی صاحب نے آپ کو یہ نہیں کہا
تھا کہ میں نے آپ کو گورنر سرحد دیکھا ہے؟ اور آج آپ گورنر صوبہ سرحد ہیں۔
آپ ایک عرصہ حضرت مولوی صاحب کی صحبت میں رہے ہیں اب احمدیت کی
صداقت میں آپ کو کیا شک ہے؟ صاحبزادہ صاحب نے فرمایا۔ کہ خانصاحب
میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے تمام دعاوی کا مُصدّق ہوں اور دل سے
احمدی ہوں۔ مگر فی الحال اظہار کی جرأت نہیں پاتا۔

پاکستان بننے سے پہلے حضرت قائد اعظم ہز ہائی نس خاں آف قلات
کے ذاتی مہمان کے طور پر مستونگ میں شاہی باغ کے ریسٹ ہاؤس میں فروکش
تھے۔ ایک دن چودھری اسداللہ خانصاحب کوئٹہ کے احباب جماعت کے ساتھ
مستونگ آئے اور سیدھے قائد اعظم سے ملنے شاہی باغ گئے۔ واپسی پر حضرت
مولوی صاحب کے پاس انہوں نے کچھ دیر قیام فرمایا اور چلے گئے۔ مکرم چودھری صاحب
نے فرمایا: میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کا پیغام قائد اعظم کو دینے آیا تھا کہ آنیوالے
الیکشن میں پاکستان بنانے کے لیئے جماعتِ احمدیہ مسلم لیگ کا ساتھ دے گی
اور مسلم لیگ کو ووٹ بھی دے گی۔

دوسرے دن حضرت مولوی صاحب قائد اعظم کے پاس گئے اور ان سے
کہا کہ آپ عرصہ ایک ماہ سے یہاں پر مقیم ہیں، مگر چونکہ نہ مجھے سیاست سے تعلق
ہے اور نہ سیاسی آدمی ہوں۔ اس لیئے میں نے آپ سے ملاقات کرنی مناسب
نہ سمجھی۔ آج صرف اس لیئے آیا ہوں کہ کل جماعتِ احمدیہ کا وفد آپ کے پاس
آیا تھا اور آپ کو حضرت امام جماعت احمدیہ کا یہ پیغام دیا ہے کہ احمدی آنے
والے الیکشن میں مسلم لیگ کو ووٹ دیں گے۔ تاکہ آپ پاکستان بنانے میں
کامیاب ہو جائیں۔ سو میں آپ کو مبارکباد دینے آیا ہوں کہ اب آپ کامیاب

ہوں گے اور پاکستان ضرور بن کر رہے گا۔ کیونکہ خلیفۂ وقت کی دُعا اور توجہ آپ کے ساتھ ہے۔ اس پر قائدِاعظم کرسی سے اُٹھے اور بڑے تپاک اور جوش سے حضرت مولوی صاحب سے ہاتھ ملایا اور کہا کہ بابا تم نے ہمارا دل خوش کر دیا ہے۔

موسم سرما میں سبّی میں مکانات ایک سال کے کرایہ پر ملتے تھے۔ ایک سال جب حضرت مولوی صاحب سبّی گئے تو ایک مکان خالی تھا جس کو لوگ آسیب زدہ کہتے تھے۔ کوئی بھی اس کو کرایہ پر لینے کے لئے تیار نہ تھا کہ اس مکان میں جنّ رہتے ہیں۔ حضرت مولوی صاحب نے فرمایا۔ مَیں جنّوں کا پیر [illegible]ں سب جنّ میرے مرید ہیں۔ آپ نے وہ مکان کرایہ پر لیا اور تمام سیزن اسی مکان میں مع بچوں کے رہے۔ لوگ جن کو جنّ کا وہم تھا، حیران تھے کہ یہ جنّ مولوی صاحب کو کیوں ضرر نہیں پہنچاتے؟ حضرت مولوی صاحب کی دھاک بیٹھ گئی کہ مولوی صاحب جنّ والے مکان میں رہتے ہیں اور جنّ ان کو کچھ بھی نہیں کہتے۔ آپ فرماتے تھے کہ مسیح موعود علیہ السلام کا الہام ہے:-

"آگ سے ہمیں مت ڈراؤ! آگ ہماری غلام، بلکہ غلاموں کی غلام ہے"۔

جنّ اگر آگ سے پیدا ہوئے ہیں تو ہم احمدیوں کے غلام ہیں۔ اس طرح سے وہ مکان تبلیغ کا ایک اچھا ذریعہ بنا۔

حضرت مسیح موعودؑ اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضؓ سے محبّت

حضرت مولوی صاحب کو حضرت مسیح موعودؑ سے عشق کے مقام تک محبت تھی۔ آپ کا معمول تھا اگر دورانِ گفتگو بیسؔ دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ذکر آتا تو مکمل طور پر نہایت ادب سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کہتے۔ کبھی بھی خالی مسیح موعود نہیں کہا۔ فرماتے تھے حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السَّلام خدا کے

نبی ہیں اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو سلام بھیجا ہے اس لیے ہر بار جب بھی ان کا نام لو، تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر درود وسلام بھیجا کرو۔

لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ

رسولوں میں ایمان لانے میں کوئی تمیز نہیں ہے۔

آپ کا معمول تھا کہ آپ اپنے خطوط میں حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلّم پر درود بھیجتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر بھی درود وسلام بھیجتے تھے۔ حضرت مولوی صاحب کے خط کا نمونہ مَیں نے پہلے درج کر دیا ہے۔ آپ ہر خط پر اپنے قلم سے سرِ خط یہ لکھا کرتے تھے:-

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ۔ وَعَلٰى عَبْدِهِ الْمَسِيْحِ الْمَوْعُوْدِ اَحْمَدَ

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہٗ سے بھی بے حد محبت تھی۔ جب بھی جلسہ سالانہ پر تشریف لاتے تو ہر بار آپ کی یہ کوشش ہوتی کہ جتنی بار ہو سکے حضور کی زیارت کریں۔ آپ جلسہ سالانہ میں حضور سے تین ملاقاتیں ضرور کیا کرتے تھے۔ ایک کوئٹہ کی جماعت کے ساتھ۔ ایک پشاور کی جماعت کے ساتھ اور ایک پھر ایک دن ٹھہر کر انفرادی ملاقات کرتے تھے۔

جب بھی ملاقات کے لئے جاتے، تو صاف اور اُجلے کپڑے پہنتے اور فرماتے کہ روحانی شہنشاہ سے ملاقات ہے۔ اس لئے لباس صاف ہونا چاہیئے۔ اس مقصد کیلئے قادیان جاتے ہوئے تین جوڑے کپڑے خرید کر اپنے ساتھ لے لیتے تھے۔ ایسا بھی موقع آیا کہ آج حضور سے ملاقات ہوئی۔ کل پھر ملاقات کے لئے جا رہے ہیں، تو پھر دوبارہ صاف کپڑے پہنے اور کل کے پہنے ہوئے کپڑے اتار دیئے۔

سنہ ۱۹۴۸ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہٗ پشاور تشریف لائے اور تین دن یہاں قیام فرمایا۔ آپ ہر روز پیادہ حضور کی مجلسِ عرفان میں شامل ہونے

کے لئے جاتے اور جب حضور پشاور سے رخصت ہونے لگے تو پشاور کی جماعت کے ساتھ مل کر حضور سے مصافحہ کیا۔ پشاور سے حضور چارسدہ تشریف لے گئے حضرت مولوی صاحب چارسدہ بھی گئے۔

چارسدہ میں حضور نے پہلے سے ہی عبدالغفار خان سرحدی گاندھی سے ملاقات کا وقت مقرر کیا ہوا تھا۔ حضور عبدالغفار کے گاؤں شاہی باغ ان سے ملنے بہ ہمراہی خان محمد اکرم خاں درانی صدر جماعت احمدیہ چارسدہ تشریف لے گئے اکرم خاں صاحب نے مجھے بتلایا کہ حضور نے ہر چند کوشش کی کہ سرحدی گاندھی کو پاکستان کی حمایت کے لئے تیار کریں۔ مگر ہر بار عبدالغفار خاں یہ کہتے: مرزا صاحب! آپ نہیں دیکھتے کہ حکومتِ پاکستان میرے ساتھ کیا سلوک کر رہی ہے؟ اس پر حضرت صاحب نے ان سے فرمایا: پاکستان کو بچانے کی کوشش کریں کسی ایک شخص کے ناروا سلوک کی وجہ سے سب پاکستان کو غرق مت کریں۔ حضور نے فرمایا کہ آپ حکومتِ پاکستان سے نالاں ہیں۔ میرا اور میری جماعت کا تمام پاکستان مخالف ہے۔ لیکن میرا ایمان ہے اگر کبھی پاکستان کو قربانی دینے کی ضرورت پیدا ہوئی تو میرے گیارہ لڑکے ہیں میں اپنے گیارہ کے گیارہ لڑکے پاکستان کی بقا کے لئے پیش کر دونگا۔ اور اس چیز کی پرواہ نہیں کروں گا کہ پاکستان کے لوگ مجھے کیا سمجھتے ہیں یا میرے ساتھ کیا سلوک کرتے ہیں؟ پھر خان صاحب سے فرمایا کیا اگر ہندو کانگرس کی حکومت سرحد یا پاکستان کے کسی حصہ میں ہو جائے تو کیا یہاں مشرقی پنجاب والا نظارہ نہیں ہوگا؟ کیا یہاں پر مسلمانوں کا قتل عام نہیں ہوگا؟ خان صاحب نے جواب دیا: مجھے اس چیز کی پروا نہیں۔ اس کے بعد حضور واپس چارسدہ تشریف لے گئے۔ اور راستہ میں محمد اکرم خاں صاحب سے فرمایا کہ یہ شخص اب مر گیا ہے۔ اب اس میں کوئی حس مسلمانوں کی حمایت کی باقی نہیں ہے۔ واقعی اس دن کے بعد روز بروز

خان عبدالغفار خان کی وقعت صوبہ سرحد میں کم ہونی شروع ہو گئی۔

چارسدہ سے رخصت ہوتے ہوئے حضور انور نے چارسدہ کے احباب سے مصافحہ کیا، تو صف میں حضرت مولوی صاحب نے بھی کھڑے ہو کر مصافحہ کیا۔ چارسدہ سے حضور مردان تشریف لے گئے اور ایک رات مردان میں گزاری۔ مردان سے رخصت ہوئے تو حضرت مولوی صاحب نے مردان کی جماعت کے احباب کے ساتھ کھڑے ہو کر حضور سے مصافحہ کا شرف حاصل کیا۔

مردان سے حضور رسالپور تشریف لائے۔ یہاں پر سب فوجی لوگ تھے۔ یہاں پر حضرت مولوی صاحب، ان فوجیوں سے ایک طرف کھڑے ہو گئے۔ حضور انور نے جب فوجیوں سے مصافحہ کیا، تو چونکہ مولوی صاحب قریب ہی کھڑے تھے۔ اس لئے ان سے بھی مصافحہ کیا۔

نوشہرہ جب حضور پہنچے تو میں نے کسی شخص کو یہ کہتے ہوئے سُنا کہ یہ بوڑھا عجیب آدمی ہے، ہر جگہ اس جماعت کے لوگوں کے ساتھ مل کر حضور سے مصافحہ کرتا ہے۔ میں نے حضرت مولوی صاحب سے اس کا ذکر کیا، تو حضرت مولوی صاحب نے فرمایا۔ کہ پشاور پہنچ کر میں تم کو اس کا جواب دونگا نوشہرہ میں بھی سب دوستوں کے ہمراہ حضور کے ساتھ آخری مصافحہ کیا۔

پشاور پہنچ کر مجھے گھر میں فرمانے لگے: تم نے میرے اس فعل پر اعتراض کیا ہے کہ میں نے ہر جگہ حضرت خلیفۃ المسیح سے کیوں کھڑے ہو کر مصافحہ کیا؟ تمہیں تو یہ معلوم ہے کہ ریاست قلات میں بڑے لوگ نواب اور سرداروں سے میری ملاقات رہی ہے۔ میں آداب مجلس سے خوب واقف ہوں۔ مگر یہاں پر تو عشقِ محمودؔ آداب مجلس پر فوقیت لے گیا ہے۔ کیا تمہیں معلوم ہے کہ ہمارا یہ خلیفہ کتنا عظیم انسان ہے۔ اس کے متعلق الہام ہے ؎

"بد درانش رسولاں ناز کردند"

ایسے انسان بار بار پیدا نہیں ہوتے اور اس بات کی کیا گارنٹی ہے کہ مَیں اگلے سال زندہ رہوں گا اور حضور سے مصافحہ اور ملاقات کرسکوں گا۔ یہ کہہ کر رو پڑے اور اسی سال حضرت مولوی صاحب کا انتقال ہوا اور حضور اقدس سے پھر ملاقات اس دنیا میں نہ ہوسکی۔

حضور اقدس بھی حضرت مولوی صاحب کو ذرہ نوازی کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ ایک دفعہ جب حضرت صاحب بیمار تھے۔ ہمارے خاندان کی چند مستورات حضور انور کی ملاقات کے لیے گئیں۔ جب حضرت کو بتلایا گیا کہ حضرت مولوی صاحب کی بہو اور بیٹی ہیں، تو چھوٹی آپا کو حضور نے مخاطب کیا اور فرمایا، کیا تم نے کبھی مولوی محمد الیاس کا نام سنا ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ نہیں۔ تو حضور نے فرمایا کہ وہ ہمارا آنریری مبلّغ ہے۔ کوئٹہ میں جو نواب اور سردار میری ملاقات کے لئے آیا تو ہر ایک نے یہی جواب دیا کہ ہمیں مولوی محمد الیاس نے احمدیت کے متعلق بہت کچھ بتلایا ہے۔ اس کے بعد ہماری مستورات سے پوچھا کہ اب مولوی صاحب کا کیا حال ہے؟ تو میری بیوی نے جواب دیا۔ کہ حضور وہ تو کئی سال ہُوئے فوت ہو چکے ہیں۔ اس پر حضور آبدیدہ ہو گئے تو چھوٹی آپا نے ہماری مستورات کو اشارہ کیا کہ اب آپ چلی جائیں۔

تبلیغ وغیرہ

حضرت مولوی صاحب واقعی ایک گونا آنریری مبلّغ تھے۔ آپ کا اٹھنا بیٹھنا احمدیت کی تبلیغ تھی۔ مرکز سے اخبار الفضل، ریویو آف ریلیجنز اور دیگر رسالہ جات منگواتے اور لوگوں کو پڑھنے کے لئے دیتے تھے۔

آپ اپنا مؤقف پیش کرنے میں بڑے سے بڑے آدمی سے مرعوب نہیں ہوتے تھے۔ آپ کا معمول تھا کہ مہینے میں ایک دفعہ مستونگ کے چیدہ چیدہ علماء اور اہل کاروں کو دعوتِ طعام دیتے اور ان کو تبلیغ کرتے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا فارسی کلام نہایت خوش الحانی سے پڑھ کر سناتے جس میں اسلام کے ضُعف اور مسلمانوں کی بے حسی کا ذکر ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے جب پہلی جلد تفسیر کبیر کی شائع فرمائی، جو سورۂ کہف اور آٹھ دیگر سورتوں پر مشتمل ہے، تو آپ نے جلد کو الگ کر کے ہر ایک سورت کی جدا جدا جلد کروائی اور مختلف لوگوں کو پڑھنے کے لئے دی تاکہ اس طرح سے بیک وقت بہت سارے لوگوں کے پاس صحیح تفسیر قرآن پہنچ سکے۔

حضرت مولوی صاحب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب بھی برائے مطالعہ غیر احمدیوں کو دیتے تھے۔ ایک دفعہ آپ نے براہین احمدیہ حصّہ پنجم، خان بہادر سر بلند خاں وزیر اعظم قلات کو مطالعہ کے لیئے دی۔ چند ماہ بعد خان بہادر صاحب براہین احمدیہ کو ختم کیے بغیر حضرت مولوی صاحب کے پاس کتاب واپس کرنے آئے۔ حضرت مولوی صاحب نے پوچھا خان بہادر صاحب کیا آپ نے کتاب ختم کرلی ہے؟ تو اُنہوں نے جواب دیا کہ مَیں نے اس کتاب کو نصف تک پڑھا ہے اور باقی پڑھنا چھوڑ دیا ہے۔ حضرت مولوی صاحب نے وجہ پوچھی تو بتلانے لگے کہ اس کتاب میں ایسی کشش ہے، جو دل کو کھینچتی ہے۔ اگر مَیں اس کتاب کو ختم کردوں تو ضرور احمدی ہو جاؤں گا۔ اور چونکہ مَیں اپنے آپ میں اتنی جراُت نہیں پاتا۔ اس لیئے یہ کتاب ختم کیئے بغیر آپ کو واپس کر رہا ہوں۔

۱۹۳۵ء کے زلزلۂ عظیم کے بعد مستونگ میں بھی زلزلہ زدگان کیلیئے سرکاری

طور پر چھوٹے چھوٹے HUTS بن گئے تھے انہی HUTS میں سے ایک ہٹ حضرت
مولوی صاحب کو الاٹ ہُوا تھا اور ساتھ ہی دوسرا ملحقہ ہٹ عبدالکریم پٹواری کو ملا تھا
ایک دن ہز ہائی نس میر احمد یار خاں والیٔ ریاست قلات اپنے انگریز وزیر اعظم
مسٹر ویکفیلڈ کے ساتھ ان HUTS کے معائنے کے لیئے اچانک تشریف لائے۔
حضرت مولوی صاحب اندر اپنے ہٹ میں کچھ مطالعہ فرما رہے تھے۔ پٹواری عبدالکریم
نے خیال کیا کہ شاید ہز ہائی نس حضرت مولوی صاحب کی طرف آ رہے ہیں۔ حضرت مولوی صاحب
اسی وقت اپنے ہٹ سے باہر تشریف لائے۔ ہز ہائی نس نے جب حضرت مولوی
صاحب کو دیکھا، تو آپ کی طرف تشریف لائے اور آپ کی خیریت دریافت کی۔
ہز ہائی نس بہت اعلیٰ پشتو میں گفتگو کر سکتے تھے۔ ہز ہائی نس کی نظر جونہی مولوی
صاحب کے ہاتھ میں کتاب پر پڑی تو دریافت کیا یہ کیا کتاب ہے؟ حضرت مولوی
صاحب نے فرمایا۔ حضور یہ ایک ایسا بیش قیمت موتی ہے، جو آپ کے تمام خزانوں
میں ڈھونڈے سے نہیں ملے گا۔ ہز ہائی نس نے سوال کیا: مولوی صاحب وہ
کیا موتی ہے، جو اتنا بے بہا ہے، جو میرے خزانہ میں بھی نہیں ہے؟ حضرت
مولوی صاحب نے وہ رسالہ ہز ہائی نس کے ہاتھ میں پکڑا دیا اور کہا یہ سورۃ الکوثر
کی تفسیر ہے۔ جونہی مولوی صاحب نے ہز ہائی نس کے ہاتھ میں وہ رسالہ
پکڑایا، تو انگریز وزیر اعظم نے وہ رسالہ ہز ہائی نس سے لے کر فائل میں رکھ
دیا اور ہز ہائی نس سے کہا۔

"HE LOOKS LIKE BIBLICAL PROPHET"

یہ شخص تو بنی اسرائیل کے نبی کی طرح دکھائی دیتا ہے۔ اس پر ہز ہائی نس نے کہا
IT IS TRUE یہ سچ ہے اور کہا HE IS A GREAT MAN یہ بہت عظیم
آدمی ہے۔

ہز ہائی نس میر احمد یار خاں، والیٔ ریاست قلات کے والد بزرگوار میر اعظم
جان ہز ہائی نس خان خداداد خان کے زمانہ میں برٹش بلوچستان میں جلاوطنی
کی زندگی گزار رہے تھے۔ موسم سرما میں وہ بھی سبّی تشریف لے آتے تھے اور
وہاں پر حضرت مولوی صاحب سے ان کی ملاقات ہوتی رہتی تھی۔ اور حضرت
مولوی صاحب ان کو تبلیغ کیا کرتے تھے۔

خان خداداد خاں لاولد تھے۔ ایک دن میر اعظم جان نے جو خان خداداد
خان کے بھائی تھے۔ حضرت مولوی صاحب سے پوچھا۔ کیا خیال ہے کہ خداداد خان
کے مرنے کے بعد کون والیٔ ریاست ہوگا۔ مولوی صاحب نے فرمایا: کم از کم
آپ نہیں ہوں گے۔ انہوں نے پوچھا کیوں؟ فرمایا: آپ بہت زیرک اور ہوشیار
اور قابل انسان ہیں اور انگریز ایک ہوشیار اور لائق آدمی کو والیٔ ریاست نہیں
بنائے گا۔ ہز ہائی نس خان خداداد خان کی وفات کے بعد میر اعظم جان کو والیٔ
ریاست بنایا۔ ان کے والیٔ ریاست مقرر ہونے پر ریاست کے تمام سرکاری
افسر اور ملازمین بھی ان کو مبارکباد دینے گئے۔ جن میں حضرت مولوی صاحب بھی
تھے۔ جب ہز ہائی نس کے قریب پہنچے، تو ہز ہائی نس نے کہا کہ آپ جیسی
بزرگ ہستی کے لئے کھڑا ہونا چاہیئے۔ مگر موجودہ کرسی اس کی اجازت نہیں
دیتی، مجھے آپ کی پرانی صحبت اور باتیں یاد ہیں۔

ایک دفعہ ہز ہائی نس میر احمد یار خاں کے چچا زاد بھائی میر حاجی خان نے
مجھ سے بیان کیا کہ ہم شاہی خاندان کے لوگ ہز ہائی نس کے ساتھ ایک ڈنر
میں شامل تھے۔ ہز ہائی نس نے کہا۔ میری ریاست میں ایسے شخص کی نشاندہی
کریں، جو عالم بھی ہے، پارسا بھی اور خوش پوش بھی ہے مگر لالچی نہیں ہے۔ ایک
خاص عقیدہ کا ماننے والا ہے اور اپنے موقف کو بیان کرنے میں نڈر بھی ہے۔ وہ

میری بھی پرواہ نہیں کرتا کبھی میرے سلام اور کسی غرض کے لئے نہیں آیا۔
میر حاجی خان نے فرمایا کہ ہم میں سے ہر ایک کہتا فلاں مولوی صاحب فلاں، پیر صاحب فلاں سجادہ نشین وغیرہ ہوگا۔ مگر ہز ہائی نس ہر نام کو رد کرتے۔ اخیر میں ہز ہائی نس نے کہا: مستونگ میں مولوی محمد الیاس ہے اور ہز ہائی نس کو ایک موقع پر کتاب پیش کرنے کا واقعہ بیان کیا۔

ایک مولوی عرض محمد صاحب، جو مستونگ کا باشندہ تھا دیوبند سے مولوی فاضل کا امتحان پاس کر کے مستونگ آیا اور آتے ہی حضرت مولوی صاحب کے خلاف زہر اگلنا شروع کیا اور لوگوں کو مولوی صاحب کے خلاف خوب بھڑکایا مگر مولوی صاحب خاموش رہے۔

موسم سرما میں جب دفاتر سبی میں منتقل ہو گئے تھے اور مولوی صاحب بھی سبی میں تھے۔ مولوی عرض محمد بھی سبی آیا ہوا تھا اور جامع مسجد میں فروکش تھا۔ ایک رات حضرت مولوی صاحب مجھے لے کر مولوی عرض محمد کے پاس جامع مسجد پہنچے اور رات کو دیر تک بحث ہوتی رہی۔ دورانِ گفتگو مولوی عرض محمد کبھی کبھی سخت الفاظ بھی مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق استعمال کرتا اور ہر ممکن طریقہ سے اشتعال دلانے کی کوشش کرتا، تاکہ فساد ہو جائے۔ مگر مولوی صاحب خندہ پیشانی اور صبر سے یہ سب کچھ برداشت کرتے جاتے تھے۔ آدھی رات کے وقت جب مولوی عرض محمد سے رخصت ہونے لگے، تو مولوی عرض محمد کہنے لگا میں آپ کی دو چیزوں کی داد ضرور دوں گا۔ ایک یہ کہ آپ کو قرآن پاک پر بڑا عبور حاصل ہے، جو مجھے نہیں۔ اور کمال ہے کہ آپ نے دورانِ گفتگو ایک بھی حدیث پیش نہیں کی ورنہ مجھے حدیث پر بڑا عبور حاصل ہے۔ دوسرے میں آپ کی تربیت کی داد دیتا ہوں۔ میں ہر بار سخت گفتگو کر کے اشتعال پیدا

کرنے کی کوشش کرتا تھا۔ تاکہ اگر آپ نہیں تو آپ کا یہ لڑکا طیش میں آکر کچھ فساد کر لے اور مجھے آپ کے خلاف ایک اچھا موقع ہاتھ آجائے گا۔ مگر آفرین ہے اس بچہ پر یہ ہر بار آپ کی طرف دیکھتا تھا اور خاموش تھا۔ مولوی صاحب نے فرمایا یہ سب کچھ احمدیت کی تعلیم ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں ؎

گالیاں سن کے دعا دیتا ہوں ان لوگوں کو
رحم ہے جوش میں اور غیظ گھٹایا ہم نے

حضرت مولوی صاحب فرماتے کہ ملا اور مولوی سے بحث کرتے وقت ان کو قرآن کی طرف لاؤ اور دائرہ تنگ کرو۔ ملا کو قرآن قطعاً نہیں آتا۔ اور احادیث ایک سمندر ہے، جس میں بعض موضوع احادیث بھی ہیں۔ جن کو غلط اور صحیح ثابت کرنا اس وقت مشکل ہوتا ہے اور ویسے بھی قرآن مومن بہ ہے جس سے ملا کو انکار نہیں۔

مولوی عرض محمد نے ریاست قلات میں دورہ کر کے حضرت مولوی صاحب کے خلاف خوب گند اچھالا اور کافی میمورنڈم ہز ہائی نس کے پاس بھجوائے کہ محمد الیاس احمدیت کی وجہ سے ریاست بدر کیا جائے ورنہ ریاست میں فساد ہو جائے گا۔ مولوی عرض محمد نے اور ملاؤں کو بھی اپنے ساتھ ملایا اور ہز ہائی نس سے ملاقات کی۔ اور اس کو بتلایا کہ حالات سخت خطرناک ہیں اگر تم نے محمد الیاس کو ریاست سے نہ نکالا، تو تمہاری ریاست میں بہت بڑا فساد ہو جائے گا۔ جس کو بعد میں قابو کرنا آپ کے لیے مشکل ہو جائے گا۔

ہز ہائی نس ملاؤں کے اس وفد سے مرعوب ہوئے اور وزیر اعظم (جو ان دنوں صاحبزادہ خورشید صاحب تھے) کو لکھا اور دو اور افسروں کے نام بھی لکھے کہ ان کی ملازمت ختم کی جاتی ہے ان کو ریاست بدر کیا جائے۔ اور

مولوی محمد الیاس کو احمدیت کی وجہ سے ریاست بدر کیا جائے ۔ صاحبزادہ خورشید نے کچھ عرصہ بعد ہز ہائی نس کو لکھا کہ ان دو افسروں کو تو فارغ کر کے ریاست بدر کر دیا گیا ہے ۔ مگر محمد الیاس کا مسئلہ چونکہ بہت پیچیدہ ہے ، اس لئے مجھے پولیٹیکل ایجنٹ سے بھی مشورہ کرنا پڑا ۔ پولیٹیکل ایجنٹ نے مجھے ہدایت کی ہے کہ مَیں آپ کی خدمت میں تحریر کروں کہ آپ وائسرائے ہند سے درخواست کریں کہ پولیٹیکل ایجنٹ عیسائی ہے ، اس کو بھی ریاست قلات سے نکالا جائے ۔ اور نیز مَیں خود وہابی خیالات رکھتا ہوں ۔ اس لئے مَیں بھی آپ کی ریاست میں نہیں رہ سکتا ۔ بہتر ہے کہ آپ برٹش گورنمنٹ سے دوسرا وزیراعظم مانگیں ۔ مَیں مخالف مذہبی خیالات رکھنے کی وجہ سے آپ کی ریاست میں نہیں رہ سکتا ۔ آپ جب ہم دونوں کے متعلق وائسرائے کو لکھیں گے تو ایک اصولی فیصلہ ہو جائے گا ۔ پھر محمد الیاس کا نکالنا کوئی مشکل امر نہیں ہے پھر ہز ہائی نس کو نصیحت کی کہ مذہب کی بنیاد پر کوئی کسی کو سرکاری ملازمت سے نہیں نکال سکتا ۔ اور عقیدہ کی بنا پر کسی کو ریاست بدر کرنا برٹش گورنمنٹ کے نزدیک بہت بڑا جرم ہے ۔ آپ اس طرح سے اپنے آپ کو بدنام مت کریں ۔ باقی رہی بات ریاست میں فساد کی ، تو اس کے لیے ہم ہر طرح سے تیار ہیں ۔ گھبرانے کی کوئی بات نہیں ۔ یہ باتیں صاحبزادہ خورشید نے حضرت مولوی صاحب کو بتلائی تھیں ۔

ڈاکٹر عبدالمجید خان رضی اللہ عنہ جو ہز ہائی نس کے فیملی ڈاکٹر تھے انہوں نے حضرت مولوی صاحب کو بتلایا کہ صاحبزادہ خورشید کے اس جواب سے ہز ہائی نس کافی دن تک پریشان رہے ۔ اس طرح سے حضرت مولوی صاحب کا ریاست بدر ہونے کا حکم ٹھپ ہو گیا ۔

اسی طرح مولوی عوض محمد سے ایک دفعہ کسی جگہ ملاقات ہوئی تو آپ نے مولوی

صاحب سے فرمایا : اب تم نے میری مخالفت کیوں چھوڑ دی ہے ؟ خدا کیلئے پھر اسی زور شور سے مخالفت شروع کرو ۔ کیونکہ جن دنوں تمہاری مخالفت عروج پر تھی ، تو میرے مولا کے پیار اور محبت کا سلوک بھی میرے ساتھ عروج پر تھا ۔ میرا خدا مجھ سے ہمکلام ہوتا تھا اور بہت پیار اور محبت کی باتیں ہوتی تھیں ۔ اس لئے تم پھر زور شور سے مخالفت کرو ۔ کیونکہ تمہاری مخالفت میری تبلیغ کا ذریعہ بن گئی تھی ۔ لوگ آکر مجھ سے پوچھتے تھے کہ آپ کا عقیدہ کیا ہے اور مولوی عوض محمد آپ کو کیوں کافر کہتا ہے ؟ تم نے مجھے خوب شہرت دی ہے ۔ مَیں کافی رقم خرچ کر کے بھی لوگوں کو اتنی کثرت سے اپنی طرف متوجہ نہیں کر سکتا تھا ۔ یہ تو تمہارا مجھ پر بڑا احسان تھا ۔

چارسدہ میں ایک دن حضرت مولوی صاحب اور خان محمد اکرم خان کا ایک مولوی صاحب سے مباحثہ تھا ۔ دورانِ گفتگو مُلّا بہت بدزبانی کرتا اور حضرت مولوی صاحب خندہ پیشانی سے برداشت کرتے جاتے ۔ مگر محمد اکرم خان سے برداشت نہ ہو سکا اور مُلّا کو بُرا بھلا کہا اور مارنے کو تیار ہوئے ۔ مُلّا صاحب کے رخصت ہو جانے کے بعد حضرت مولوی صاحب خان محمد اکرم خان کو نصیحت کرنے لگے کہ تبلیغ اور مذہبی گفتگو کے دوران مخالف کی سختیوں کا بالکل نوٹس نہیں لینا چاہیئے ۔ وہ لوگ تو یرقان کے بیمار ہیں ، ان کو تو ہر چیز زرد نظر آتی ہے ان پر غصہ کھانے کے بجائے ، ان کے یرقان کا علاج کرنا چاہیئے ۔ خان محمد اکرم خان اور حضرت مولوی صاحب ہم عمر تھے اور آپس میں بہت بے تکلف تھے اور ایک ہی گاؤں کے رہنے والے تھے ۔ خان صاحب مجھے کہنے لگے : تمہارے والد عجیب آدمی ہیں ۔ مجھے بھی اپنی طرح پرانا احمدی سمجھتے ہیں جس کا زہر مارا گیا ہے مَیں تو ابھی نیا نیا احمدی ہوں مَیں تو آہستہ آہستہ ان اخلاقِ فاضلہ کا حامل بنوں گا ۔

پھر مجھے ایک قصہ سنایا کہ ایک دفعہ ایک پوپ مر گیا۔ کارڈینلز میں سے
ایک کارڈینل پوپ بنا۔ پوپ جب اپنے تخت پر بیٹھا تو سب کارڈینلز
باری باری اس کے سامنے سے گزرتے اور کورنش بجالاتے۔ بعض کارڈینل
پوپ کے ذاتی دوست تھے۔ وہ ان کے لیے کھڑا ہو جاتا، اور ہاتھ ملاتا، تو
سیکرٹری صاحب ان کو بتلاتے یور ہولی نس آپ کا اس طرح سے کارڈینل
کے لئے کھڑا ہونا پوپ شپ کے آداب اور روایات کے خلاف ہے۔ دو تین
دفعہ جب سیکرٹری نے پوپ کی توجہ اس طرف مبذول کرائی تو پوپ جھنجلا اُٹھا،
اور کہا کہ مجھے ابھی پوپ بنے ہوئے اتنا عرصہ نہیں گذرا کہ میں ان سب اخلاقِ
فاضلہ کو بھول جاؤں۔ اس کے لیے ایک عرصہ کی ضرورت ہے۔ اسی طرح
فرمایا۔ مجھے بھی ان کمزوریوں کو دُور کرنے کے لیے ایک وقت کی ضرورت ہے۔
تمہارا والد تو ان امتحانات کو پاس کر چکا ہے اور کہتا ہے کہ ہر ایک محمد الیاس بنے۔

ریاست قلات میں ریاست کے چیف جسٹس "قاضی القضاۃ" عبدالعلی اخوند
زادہ صاحب جو بوستان (بلوچستان) کے رہنے والے تھے، مستونگ میں ایک
بڑے مجمع میں حضرت مولوی صاحب سے مخاطب ہوئے اور کہا: مولوی صاحب!
آپ کتنے خوبصورت آدمی ہیں۔ کتنے بڑے عالم انسان ہیں۔ خوش پوشاک اور
خوش گفتار ہیں۔ مجھے صوبہ سرحد کا علم تو نہیں، مگر میں یقین کرتا ہوں کہ کسی
اچھے خاندان سے تعلق رکھتے ہوں گے۔ میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ کیا سرحد میں
آپ کو کوئی روحانی پیر نہ ملا، جو آپ نے پنجاب جا کر ایک پنجابی مرزا غلام احمد
قادیانی کی بیعت کر لی؟

مولوی صاحب نے فرمایا: دراصل بات یہ ہے اخوندزادہ صاحب، مجھ
سے میرا خدا گم ہو گیا تھا۔ میں ہر مذہب میں اس کو ڈھونڈتا رہا۔ ہر مذہب

مجھے پُرانے قصّوں کی طرف لے جاتا۔ میں ہر ایک سے پوچھتا کیا وہ خدا اب
بھی بولتا ہے؟ تو وہ کہتے اب نہیں بولتا۔ میں مسلمانوں کے بہتر فرقوں میں
سے ہر ایک کے پاس گیا، تو انہوں نے بھی مجھے یہی جواب دیا کہ حضرت
محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اب خُدا نہیں بولتا۔ وحی کا دروازہ مطلق
بند ہے۔ تب میں اس نتیجے پر پہنچا کہ خُدا حقیقت نہیں ہے۔ بلکہ ایک
فلسفہ ہے، جو پرانے قصّوں پر منحصر ہے! ورنہ اللہ تو وہ ہونا چاہیئے، جس
کی تمام صفاتِ حسنہ کی کان ہو، کوئی صفت بھی معطّل نہ ہو۔ یہ کیسے ہو سکتا
ہے کہ پہلے بولتا تھا اور اب اس کی صفتِ تکلّم پر مہر لگ جائے۔ میں
عنقریب دھریہ ہونے والا تھا۔ پیچھے سے ایک نرم ہاتھ نے میرے کندھے
کو پکڑا اور کہا: کیوں محمد الیاس کیا بات ہے، کیوں پریشان ہے، میں نے
کہا کہ خدا کی حقیقت معلوم ہو گئی، وہ ایک فلسفہ ہے۔ حقیقت میں نہیں
ہے۔ کیونکہ جس سے پوچھتا ہوں وہ یہی کہتا ہے کہ خُدا پہلے بولا کرتا تھا، اب
نہیں بولتا۔ اس نے میرا ہاتھ پکڑا اور یہ شخص حضرت مرزا غلام احمد قادیانی
تھے۔ اور کہا آؤ میں تمہیں خُدا بتلاتا ہوں، وہ اب بھی بولتا ہے۔ شرط یہ ہے
کہ تم میرے ہاتھ پر بیعت کرو۔ کیونکہ میں خدا کی طرف سے مسیح اور مہدی ہوں
وہ خدا تم پر بھی نازل ہو جائے گا۔ اگر چاہے تو تم سے بھی کلام کرے گا۔
اب عبدالعلی اخوند زادہ صاحب، میں خُدا کی ذات کی قسم کھاتا ہوں، جس کی
جھوٹی قسم کھانا لعنتیوں کا کام ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کا خُدا مجھ سے
بھی کلام کرتا ہے۔ میں آپ سے پوچھتا ہوں کوئی ہے جو دعویٰ سے کہے کہ
خُدا اس سے بولتا ہے؟ تمام مجمع پر سناٹا چھا گیا اور کچھ دیر خاموشی رہی اور
کسی طرف سے کوئی جواب نہ آیا، تو مولوی صاحب نے فرمایا: میں ایسے مسلک

اور ایسے فرسودہ اسلام کو جو صرف رسوم و بدعات کا اسلام رہ گیا ہے کیا کروں؟ جس میں خدا کلام نہیں کرتا۔ اور کیوں نہ مرزا غلام احمد قادیانی کے اسلام کو قبول کروں جو حقیقی اسلام ہے، جسے خدا ملتا ہے اور پیار اور محبت کے کلام سے نوازتا ہے۔ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی نے ہمیں اصل اسلام دیا۔ رسول پاک محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارفع اور اعلیٰ مقام بتایا، جن کا روحانی فیض اب بھی جاری ہے اور اس کی ادنیٰ مثال اس کا غلام، مرزا غلام احمد قادیانی ہے اور پھر مرزا غلام احمد قادیانی کا ادنیٰ غلام یہ خاکسار ہے جس سے خدا کلام کرتا ہے۔

عیسیٰؑ کا جنازہ غائب پڑھانا

ایک موسم سرما میں سبّی میں جبکہ تمام شاہی جرگہ کے ممبران نواب اور سردار آئے ہوئے تھے۔ کوئٹہ کے نواب ارباب خداداد خان کانسی، جو نواب ارباب کرم خان نائب وزیر اعظم کے بڑے بھائی تھے اور وقتاً فوقتاً حضرت مولوی صاحب ان سے ملاقات فرماتے رہتے تھے اور احمدیت پر بحث ہوتی رہتی تھی۔ انہوں نے شاہی جرگہ کے متعدد ممبران کی دعوت کی، جس میں عبد العلی اخوندزادہ صاحب بھی مدعو تھے اور حضرت مولوی صاحب بھی۔ دعوت کے بعد نواب ارباب خداداد خان مدعوئین سے یوں مخاطب ہوئے: ہم شاہی جرگہ کے ممبران ہیں، بڑے بڑے اہم مقدمات کا فیصلہ کرتے ہیں۔ آؤ آج ایک اور اہم مقدمے کا فیصلہ کریں۔ جب اخوندزادہ صاحب نہیں ہوتے، تو مولوی صاحب فرماتے ہیں: عیسیٰ علیہ السلام مر گئے ہیں اور جب اخوندزادہ صاحب سے پوچھتے ہیں، تو اخوندزادہ صاحب فرماتے ہیں: عیسیٰ علیہ السلام زندہ آسمان پر موجود ہیں اور دوبارہ اس جہان میں آئیں گے۔ دونوں عالم اخوندزادہ صاحب اور مولوی صاحب آمنے سامنے موجود ہیں۔ آج فیصلہ ہو جائے کہ عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں یا مر گئے ہیں؟ جب

نواب صاحب اپنی تقریر ختم کر چکے، تو حضرت مولوی صاحب نے صرف اتنا فرما کر خاموشی اختیار کی کہ نواب صاحب کو غلط فہمی ہوئی ہے۔ میں نے ہرگز نہیں کہا کہ عیسیٰ مر گیا ہے، یہ مجھ پر ایک بہتان ہے۔ نواب صاحب حیران ہوئے کہ مولوی صاحبؓ نے یہ کیا جواب دیا۔ اخوندزادہ صاحب نے فرمایا: نواب صاحب جب ہم نہیں ہوتے، تو مولوی صاحب کہتے پھرتے ہیں: دیکھا جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے۔ آج مولوی صاحب اپنے موقف سے بالکل منکر ہو گئے ہیں۔ مولوی صاحب نے فرمایا: اصل بات یہ ہے کہ میری حقیقت کیا ہے، جو میں کہوں کہ عیسیٰ علیہ السلام مر گیا ہے۔ نہ میں نے ان کو مرتے دیکھا نہ میرے باپ دادوں نے اس کو مرتے دیکھا نہ تاریخ میں اس کی موت کی کوئی گواہی ہے۔ مگر ایک اور عینی شاہد، جو بہت مضبوط شاہد ہے، یعنی خدا تعالیٰ اس نے قرآنِ پاک میں فرمایا کہ عیسیٰ مر گیا ہے، تو میں نے خدا کی بات نواب صاحب سے کہی تھی۔ اپنی ذاتی رائے نہیں بتائی تھی۔ میں نے یہ اس لئے کہا کہ نواب صاحب کو غلط فہمی ہوئی ہے۔ کیونکہ وہ بات میری طرف منسوب کر رہے تھے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ عیسیٰ مر گیا ہے اس لئے میں کہتا ہوں کہ عیسیٰ مر گیا ہے۔ پھر مندرجہ ذیل آیات پیش کیں: ۔

فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنْتَ أَنْتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ۔

اور اس کی تشریح فرمائی۔ پھر

يَا عِيسَىٰ إِنِّي مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ

کی تشریح فرمائی۔ پھر

مَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ

کی تشریح فرمائی۔ اور فرمایا اگر عبد العلی اخوندزادہ صاحب نے عیسیٰ کو آسمان پر چڑھتے

دیکھا ہو یا ان کے باپ دادوں کی گواہی ہو کہ انہوں نے آسمان پر چڑھتے دیکھا تو بتلا دیں یا اُن کے پاس میرے خلاف قرآن کی کوئی آیت بطور سند ہو تو پیش کریں؟۔ چلو اگر کوئی حدیث ایسی ہو جس سے عیسٰی علیہ السلام کا آسمان پر جانا ثابت ہو تو پیش کریں۔ اگر عبد العلی اخوند زادہ صاحب کے پاس کوئی دلیل نہیں تو یونہی باتیں نہ بنائیں۔ عبد العلی اخوندزادہ صاحب وفات عیسٰی علیہ السلام کی بجائے نزول عیسٰی علیہ السلام کی طرف آئے اور کئی احادیث پیش کیں۔ مولوی صاحب نے تمام اراکین جرگہ سے کہا: دیکھا اخوندزادہ صاحب کے ساتھ قرآن نہیں ہے۔ حدیث نہیں ہے۔ صرف نزولِ عیسٰی کی احادیث ہیں۔ یہ عیسٰی علیہ السلام کے آسمان پر چڑھنے پر انحصار کر رہے ہیں اور اس کے بعد لفظ نزول کی وضاحت خوب شرح وبسط سے فرمائی اور اس کے علاوہ مزید قرآنی آیات وفاتِ عیسٰی علیہ السلام پر پیش کیں۔ جب اخوندزادہ صاحب اپنی ہر چند کوشش سے عیسٰی علیہ السلام کا آسمان پر جانا ثابت نہ کر سکے، تو نواب صاحب نے اپنے نوکر کو آواز دی کہ ایک لوٹا میں پانی لاؤ۔ لوگوں نے پوچھا نواب صاحب لوٹا پانی کو کیا کریں گے؟ فرمایا: وضو کرتا ہوں، آؤ عیسٰیؑ کا جنازہ پڑھتے ہیں کہ عیسٰی علیہ السلام فوت ہو گئے ہیں۔ اخوندزادہ صاحب امام ہوں گے۔ مولوی صاحب نے فرمایا: مَیں تو اخوندزادہ صاحب کے پیچھے نماز نہیں پڑھوں گا۔ کیونکہ وہ قرآن کو نہیں مانتے۔ اس دعوت کے بعد ایک دن نواب صاحب مولوی صاحب سے فرمانے لگے کہ جب پہلی دفعہ آپ نے انکار کیا، تو مَیں سخت گھبرایا۔ بعد میں مجھے آپ کا طرزِ استدلال بہت پسند آیا اور آپ نے اخوندزادہ صاحب کو خوب لتاڑا۔

۱۹۲۸ء میں افغانستان کے بادشاہ امیر امان اللہ خان، براستہ کوئٹہ

ہندوستان سے گزرتے ہوئے بمبئی سے سوار ہو کر یورپ کی سیر کے لئے جا رہے تھے۔ کوئٹہ شہر کو دلہن کی طرح سجایا گیا تھا۔ اور خاص ٹرین امیر کابل کے لئے تیار کی گئی تھی اور انگریز ان کو بڑی شان وشوکت سے کوئٹہ سے بذریعہ ٹرین رخصت کر رہے تھے۔ ریلوے اسٹیشن پر بڑے بڑے سرداروں اور نوابوں کے لیے خاص دعوتی ٹکٹ جاری ہوئے تھے۔ سخت حفاظتی انتظام تھے۔ ملّا نور الحق جو مستونگ کے ایک رئیس تھے۔ وہ مولوی صاحب کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ مولوی صاحب امیر کابل کی روانگی کا یہ نظارہ دیکھنا چاہیئے۔ حضرت مولوی صاحب نے جواب دیا کہ ریلوے اسٹیشن پر جانے کے لئے خاص لوگوں کو دعوتی ٹکٹ جاری ہوئے ہیں۔ ہم وہاں پر کیسے جا سکتے ہیں؟ مگر ملّا نور الحق نے بہت اصرار کیا اور کہا کہ آپ سے کوئی ٹکٹ نہیں پوچھتا اور آپ کی برکت سے ہم بھی یہ نظارہ کریں گے۔ مستونگ سے ملّا نور الحق کی موٹر میں سوار ہو کر ملّا نور الحق اور مولوی صاحب سیدھے کوئٹہ کے ریلوے اسٹیشن پہنچے۔ جونہی کار اسٹیشن کے پورچ میں پہنچی تو D.S.P صاحب نے بڑھ کر آپ کی کار کا دروازہ کھولا اور آپ کو سلوٹ کیا جیسے کہ آپ بھی کسی جگہ کے نواب ہیں۔ آپ کو اور ملّا نور الحق کو لے کر سیدھا ان لوگوں کی صف میں کھڑا کر دیا، جہاں پر معززین امیر کابل کو رخصت کرنے کے لیئے کھڑے تھے، حالانکہ مولوی صاحب D.S.P صاحب کو نہیں جانتے تھے، یہ الٰہی تصرّف تھا۔ امیر امان اللہ خان قطار میں کھڑے نوابوں اور سرداروں سے مصافحہ کرتے جاتے تھے، جب آپ کے پاس پہنچے تو نہایت عاجزی کے ساتھ پشتو زبان میں درخواست کی کہ میرے سفر میں خیر وعافیت کے لئے دعا کریں اور جب ٹرین روانہ ہوئی، تو امیر امان اللہ خان گاڑی کے دروازہ

میں کھڑے لوگوں کے سلام کا جواب دے رہے تھے۔ جونہی امیر صاحب کا ڈبا مولوی صاحب کے قریب سے گزرا، تو امیر صاحب نے دوبارہ آپ کو جھک کر سلام کیا۔

بعد میں لوگ حضرت مولوی صاحب سے پوچھنے لگے: کیا امیر امان اللہ خان آپ کو جانتے تھے؟ تو آپ نے فرمایا کہ میں نے اس سے پہلے امیر امان اللہ خان کو دیکھا تک نہیں۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کا تصرّف، اس کا فضل اور احسان تھا، ورنہ میں تو ایک غریب انسان ہوں۔

پنجاب کے ایک ڈاکٹر خواجہ محمد سبّی ریلوے میں ڈاکٹر تھے، وہ غیر مبائع تھے۔ ایک دفعہ ان سے گفتگو میں فرمایا: جس شخص کو آپ مسیح موعودؑ اور مجدّد کہتے ہیں، وہ اپنے دعویٰ میں صادق نہیں ہے۔ کیونکہ ان کی اپنی اولاد کے متعلق پیشگوئیاں سب غلط نکلیں۔ ان کی کوئی دعا اپنی اولاد کے حق میں قبول نہیں ہوئی۔ ان کو الہام ہوا تھا کہ میں تجھے تیرے محبّوں کی ایک بڑی جماعت دوں گا اور اب حالت یہ ہے کہ مرزا صاحب کے فوت ہونے کے وقت مریدوں کی تعداد تین لاکھ بتلاتے تھے اور اب آپ غیر مبائعین جو کہ اپنے آپ کو مسیح موعودؑ کے اصلی جانشین بتلاتے ہیں کی تعداد تین لاکھ سے گھٹ کر چند ہزار رہ گئی ہے اور روحانی حالت یہ ہے کہ آپ لوگوں سے اللہ تعالیٰ نے محبت کا سلوک بھی چھوڑ دیا ہے! ورنہ آپ غیر مبائعین میں سے ایسے اشخاص کی نشاندہی کریں جو دعوے سے کہہ سکیں کہ اللہ تعالیٰ ان سے کلام کرتا ہے۔ جب حالت یہ ہے، تو ایسے شخص کو مان کر ہم کیوں اپنے آپ کو دین اور دنیا دونوں میں رسوا کر لیں؟ اب میرے مرزا غلام احمد قادیانی کو دیکھو، جن کو ہم مسیح موعودؑ اور امتی نبی مانتے ہیں، اس کی تمام پیشگوئیاں اپنی اولاد کے حق میں سچی ثابت ہوئیں۔ مسیح موعود علیہ السّلام

فرماتے ہیں:۔ (درِّ ثمین ڈاکٹر صاحب سے منگوائی اور حضور کا مندرجہ ذیل کلام پیش کیا)۔

میری اولاد جو تیری عطا ہے — ہر اک کو دیکھ لوں وہ پارسا ہے
تری قدرت کے آگے روک کیا ہے — وہ سب دے ان کو جو مجھ کو دیا ہے
وہ ہوں میری طرح دیں کے منادی — فسبحان الذی اخزی الاعادی
کہا ہرگز نہیں ہوں گے یہ برباد — بڑھیں گے جیسے باغوں میں ہوں شمشاد
خبر مجھ کو یہ تُو نے بارہا دی — فسبحان الذی اخزی الاعادی

کر ان کو نیک قسمت دے ان کو دین و دولت
کر ان کی خود حفاظت ہو ان پہ تیری رحمت
دے رشد اور ہدایت اور عمر اور عزّت
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی
اے میرے بندہ پرور کر ان کو نیک اختر
دنیا میں ہوں یہ برتر اور بخش تاج افسر
شیطاں سے دُور رکھیو اپنے حضور رکھیو
جاں پر زِ نُور رکھیو دل پُر سرور رکھیو
لختِ جگر ہے میرا محمود بندہ تیرا
دے اس کو عمر و دولت کر دُور ہر اندھیرا

میرے مرزا صاحب کی یہ تمام دعائیں اور پیشگوئیاں ان کے حق میں قبول ہوئیں۔ جہاں حضرت مرزا صاحب فرماتے ہیں: "کہا ہرگز نہیں ہوں گے یہ برباد" اور تعداد کے لحاظ سے جماعت تین سے بڑھ کر کئی لاکھ تک پہنچ گئی ہے۔ اور

روحانی حالت یہ ہے کہ مبائعین میں سے کثرت سے اللہ تعالیٰ کلام کرتا اور محبت کا سلوک کرتا ہے۔ اب آپ بتائیں کہ آپ کس مسیح موعودؑ کو دنیا کے سامنے پیش کر رہے ہیں؟ اور معترضین کے اس اعتراض کا آپ کے پاس کیا جواب ہے کہ اور تو اور مرزا صاحب کی اپنی اولاد ان کے بعد گمراہ ہو گئی۔ روحانیت ان سے جاتی رہی۔ مرزا صاحب کی سب دعائیں اور پیشگوئیاں اپنی اولاد کے حق میں جھوٹ ثابت ہوئیں۔ ذرا گریبان میں جھانک کر دیکھیں کہ آپ لوگ کدھر جا رہے ہیں؟۔ خدا کا فضل ہوا مولوی صاحب کی چند دن کی ملاقات کے بعد ڈاکٹر صاحب نے بیعت کر لی اور مبائعین میں شامل ہو گئے۔

کوئٹہ ہسپتال میں ایک انگریز ڈاکٹر تھے، جو پادری بھی تھے۔ جن کا نام میں اس وقت بھولتا ہوں۔ وہ آنکھوں کے امراض کے ماہر تھے اور بعد میں سر کا خطاب بھی ان کو ملا تھا۔ ایک دن حضرت مولوی صاحب اپنی بھتیجی کی (جو کہ مشن ہسپتال میں زیرِ علاج تھی)، بیمار پُرسی کو گئے۔ وہاں پر اسی انگریز پادری ڈاکٹر نے آپ کو افغانستان کا ملّا خیال کیا اور آپ کو شام چائے کی دعوت پر بلایا۔ شام کو جب مولوی صاحب ڈاکٹر صاحب کے بنگلے گئے، تو وہ بہت تپاک سے ملا۔ اور خیریت وغیرہ دریافت کرنے کے بعد یوں گفتگو شروع کی کہ آپ کے قرآن میں عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق آیا ہے کہ وہ مُردے زندہ کیا کرتے تھے، مادرزاد اندھوں کو بینائی عطا کرتے تھے، مبروص کو ٹھیک کرتے تھے اور علم الغیب سے بتلاتے کہ تم نے کل کیا کھایا ہے اور کل کے لئے کیا جمع کرو گے۔ بن باپ پیدا ہُوئے اور پھر زندہ خدا کی طرف اُٹھائے گئے۔ اور آسمان پر خدا کے داہنے ہاتھ بیٹھے ہیں۔ یہ تمام صفات خدا کی ہیں۔ اب ان کو خدا اور خدا کا بیٹا ماننے میں کیا حرج ہے؟ آپ کے پیغمبر حضرت محمد صاحب میں یہ صفات نہیں تھیں۔ اور ہماری

اناجیل میں بھی لکھا ہے کہ میں خُدا کا بیٹا ہوں۔

حضرت مولوی صاحب نے قرآن میں عیسیٰ علیہ السّلام کی جو صفات بیان ہُوئی ہیں؟ ان کی تشریح کی۔ اور پھر کہا تورات میں تو یعقوبؑ کو خُدا کا پہلوٹھی بیٹا لکھا ہے وہ تو پھر عیسیٰ علیہ السّلام سے بڑھ کر خُدا کا بیٹا ہوا۔ پھر اناجیل کی بات چلی تو حضرت مولوی صاحب نے فرمایا۔ آپ کونسی اناجیل پیش کرتے ہیں، جن کا خود آپس میں اختلاف ہے۔ کوئی دو۲ اناجیل مسیح کے شجرہ نسب نامہ بیان کرنے میں ایک نہیں ہیں اور شدید اختلاف ہے۔ بلکہ موجودہ اناجیل تو چند لوگوں کی تحریر کے سوا کچھ نہیں اور جن لوگوں نے یہ تحریر کی ہیں، ان کی زندگی کے حالات کا بھی پتا نہیں کہ وہ ثقہ ہیں یا نہیں ان کی دماغی حالت اور یادداشت کی حالت کیا تھی؟ کیا آپ تاریخ کی کتاب سے یسوع کی خدائی ثابت کر تے ہیں؟ یسوع کی اپنی کوئی تحریر پیش کریں۔ پھر مسیح کے صلیب اور کفّارہ پر بحث چھڑی۔ تو مولوی صاحب نے فرمایا: آپ کی اناجیل میں لکھا ہے کہ جب ایک سپاہی نے مسیح کے جسم میں برچھی ماری، تو اس کے جسم سے خون اور پانی نکلا۔ اب آپ ڈاکٹر ہیں۔ آپ کے ہسپتال میں مریض مرتے بھی ہوں گے۔ میں کچھ دن ٹھہر جاتا ہوں، جب کوئی مریض مر جائے تو آپ میرے سامنے اس کے بدن میں نشتر ماریں اور دیکھیں کہ خون اور پانی نکلتا ہے۔ یہ خون تو صرف زندہ جسم سے نکلتا ہے۔ پھر صلیب کے واقعہ کو شرح و بسط سے پیش کیا اور کہا کہ عیسیٰؑ تو ایک انسان تھے اور انسان کی طرح فوت ہوئے۔ جب ڈاکٹر پادری سے کوئی جواب بن نہ پڑا، تو کہنے لگا معلوم ہوتا ہے کہ ملّا صاحب، آپ نے قادیانیوں کا لٹریچر پڑھا ہے۔ اس وقت مجھے کسی اور سے ملنا ہے، کافی دیر ہو گئی ہے اس لیے پھر کسی دن ملاقات کریں گے۔ اس ملاقات میں حضرت مولوی صاحب کے بڑے بھائی مولوی رحمان الدین

صاحب بھی ساتھ تھے، جو غیر احمدی تھے۔ مگر دورانِ گفتگو بالکل خاموش رہے۔
کبھی بھی نہ کہا کہ ہمارا بھی عقیدہ ہے کہ عیسیٰ آسمان پر زندہ ہے۔

ڈھاڈر ریاست قلات کے موسم سرما کا ہیڈ کوارٹر ہے اور سبّی ۱۰/۱۵ میل کے فاصلہ پر ہے۔ جس واقعہ کا مَیں ذکر کر رہا ہوں، اس سال ریاست قلات کی وزارت میں کچھ تغیر و تبدل ہونے والا تھا اور ہر وزیر اس انتظار میں تھا کہ کون رہتا ہے اور کون برطرف ہوتا ہے؟ انہی دنوں میں حضرت مولوی صاحب ڈھاڈر سے سبّی آئے اور کسی کام سے خان بہادر محمد نواز خان نائب وزیر اعظم سے ملنے گئے۔ وہاں پر سردار بہادر سردار بہرام خان وزیر عدلیہ بھی موجود تھے۔ ایک دو اور وزیر بھی تھے۔ خان بہادر صاحب نے مولوی صاحب کو آتے دیکھ کر کہا کہ یہ لو مولوی صاحب ڈھاڈر سے آئے ہیں، کوئی خبر لائے ہوں گے۔

مولوی صاحب سے جب نئی خبر کے لئے دریافت کیا، تو مولوی صاحب نے خان بہادر صاحب سے فرمایا کہ سبّی اور ڈھاڈر کے درمیان، جو لق و دق صحرا ہے وہ تو آپ نے دیکھا ہے۔ اس صحرا میں بڑا ہجوم تھا۔ ہر طرف رونا پیٹنا تھا۔ مَیں قریب گیا، تو دیکھا کہ شیطان مع اپنی ذرّیت کے رو رہا اور خاک سر پر ڈال رہا ہے جیسے کوئی بڑی مصیبت پیدا ہو گئی ہو۔ مَیں نے شیطان سے پوچھا کیا بات ہے یہ کیسی جزع و فزع ہے؟ شیطان نے کہا: دو ہزار سال سے مَیں ایک بُت بنا رہا تھا۔ عیسیٰ جو خُدا کا عاجز بندہ ہے، اس کو زندہ آسمان پر خدا کے پاس بٹھا دیا اور لوگوں سے کہا اس کی عبادت کرو یہ تمہارا خدا ہے۔ قادیان کے مرزا غلام احمد نے آکر ایک ہی گرز سے میرا وہ بت توڑ دیا اور اس کو زمین میں دفن کر دیا۔ اب مَیں اپنی دو ہزار سال کی محنت کے رائیگان جانے پر رو رہا ہوں۔ پھر خان بہادر سے فرمایا: خان بہادر صاحب! جس امر کی تشویش کی

ضرورت ہے، اس طرف تو توجہ نہیں دیتے۔ وزارت کے رہنے یا جانے کی طرف سارا دھیان ہے۔ جس کا کوئی اعتبار نہیں کہ رہتی ہے یا جاتی ہے؟ کبھی عاقبت کا خیال کریں اور اس بادشاہ کی وزارت حاصل کرنے کی کوشش کریں جو دائمی ہے۔ اب صحیح ایمان وہ ہے، جو حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام دوبارہ ثریّا (ستارہ) سے لائے ہیں۔ اس کی طرف توجہ کی ضرورت ہے، تاکہ عاقبت محمود ہو۔ ابھی پاکستان نہیں بنا تھا۔ پاکستان بننے کے کچھ عرصہ بعد میر احمد یار خاں کی ریاست پاکستان میں شامل ہو گئی۔ اور ان کی بادشاہت ختم ہو گئی۔ مولوی صاحب نے صحیح فرمایا کہ اس شخص کی حکومت کا بھی پتا نہیں کہ وہ رہتی بھی ہے یا نہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی باتوں کی لاج رکھتا ہے۔

افغانستان میں احمدیت کے فروغ کے متعلق مولوی صاحب فرماتے تھے کہ قرونِ اُولیٰ میں بھی ایسا ہوا ہے کہ افغانوں نے من حیث القوم اسلام کو قبول کیا ہے۔ تاریخ سے کہیں بھی ثابت نہیں کہ افغانوں نے ایک ایک کر کے اسلام قبول کیا ہو۔ یعنی انفرادی طور پر نہیں بلکہ قبائل در قبائل اسلام میں داخل ہوئے تھے اور اب بھی انشاءاللہ ایسا ہی ہو گا کہ افغانستان میں احمدیت من حیث القوم قبول کی جائے گی۔

اس موقع پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک صحابی مولوی غلام نبی رضی اللہ عنہٗ (والد محترم مرزا عبدالرحمٰن صاحب ریٹائرڈ اکونٹنٹ جنرل کوئٹہ) جو ضلع گجرات کے رہنے والے تھے یاد آئے۔ اُنہوں نے پشاور میں اپنا ایک رؤیا پاکستان بننے سے پہلے سنایا، فرمایا: مَیں نے رؤیا میں دیکھا کہ جمعے کا دن ہے، مَیں نماز جمعہ پڑھنے کے لئے ایک جامع مسجد گیا ہوں، جو کافی وسیع ہے۔ دیکھا کہ وہاں پر ایک بادشاہ ہے، جو خطبے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام

کا خطبہ الہامیہ پڑھ رہا ہے ۔ مَیں وضو کرنے بیٹھ گیا۔ جب وضو کر چکا اور مسجد
میں داخل ہوا، تو خطبہ ختم ہو چکا تھا۔ مَیں نے اللہ تعالیٰ سے بہت دُعا کی کہ اے
میرے اللہ یہ کیا ماجرا ہے۔ یہ کون بادشاہ تھا؟ تو اللہ تعالیٰ نے مجھے بتایا کہ یہ
افغانستان کا بادشاہ ہے۔ جس کا ہیڈ کوارٹر غزنی ہے۔ اس کا نام عبداللہ
ہے، یہ احمدی ہے۔ آٹھ پشت تک اس کے خاندان میں بادشاہت ہوگی۔
اور اس کی حکومت تمام شمالی ہندوستان تک ہوگی۔ اور یہ جو آپ نے
وضو کیا اور وضو کے بعد مسجد پہنچے اور خطبہ ختم ہو گیا تھا، تو اس کی تفہیم
یہ ہے کہ یہ واقعہ تمہاری موت کے بعد ہوگا۔ ہمارے ایک دوست چودھری
فضل الرحمٰن صاحب نے مولوی غلام نبی صاحب رضی اللہ عنہٗ سے دریافت کیا۔
کیا کابل ہیڈ کوارٹر نہیں ہوگا؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ کابل اللہ تعالےٰ کی
نظروں سے گر چکا ہے۔ اس بادشاہ کا ہیڈ کوارٹر غزنی ہوگا۔ مولوی صاحب نے
پھر کہا ذرا ہندوستان کا نقشہ لائیں جب نقشہ ان کو دیا گیا، تو انہوں نے انگلی
پھیر کر کہا کہ یہاں تک اس کی بادشاہی ہوگی، جس میں دہلی بھی شامل تھا اور
فرمایا۔ احمدیوں کی ایک حکومت بنگال میں ہوگی اور ایک جنوب میں دکھن
میں ہوگی۔

پشاور کے عجائب گھر میں ایک غریب درویش صفت مگر بالکل اَن پڑھ
بوڑھا احمدی بطور چوکیدار ملازم تھا۔ جس کا نام سید امیر تھا۔ اُس وقت
چوکیدار کی تنخواہ بیس روپے ماہوار ہوتی تھی۔ سید امیر بابا پشاور کے
مضافات میں بازید خیل گاؤں کا باشندہ تھا۔ حضرت مولوی صاحب کی معمولات
میں سے ایک یہ بھی تھا۔ کہ کبھی کبھی سید امیر بابا کے پاس عجائب گھر چلے جاتے
تھے اور بہت دیر تک ان سے احمدیت کے مختلف مسائل پر گفتگو فرماتے۔

اور سید امیر بابا بھی اپنے گاؤں بازید خیل اتوار کی چھٹی گزارنے سول کوارٹرز
سے ہو کر آتے اور جاتے ہوئے حضرت مولوی صاحب کے پاس کچھ دیر
کے لئے ٹھہر جاتے تھے اور حضرت مولوی صاحب ہر بار ان کی خوب
خاطر مدارات فرماتے اور کبھی اس چیز کا تأثر گھر میں نہیں دیا۔ کہ سید امیر
بابا ایک بیس۲۰ روپیہ ماہوار کا چپڑاسی ہے۔ بلکہ اس طرح سے پیش آتے
تھے جیسے کہ ایک معزز مہمان آیا ہو۔

سید امیر بابا بازید خیل میں صاحبزادہ سیف الرحمٰن صاحب کے ذریعہ
احمدی ہوئے تھے۔ صاحبزادہ صاحب کا خاندان اس علاقہ میں اپنے علم و
فضل اور تقویٰ کے لحاظ سے بہت مشہور ہے۔ ایک وقت حضرت صاحبزادہ
عبداللطیف صاحب شہید رضی اللہ عنہٗ نے بھی ان صاحبزادگان صاحبان
کی آبائی مسجد میں اپنی نوجوانی میں چلّہ کاٹا تھا۔ اور وہ مسجد اور وہ جگہ مَیں نے
خود دیکھی ہے۔ صاحبزادہ سیف الرحمٰن نے خلافت اُولیٰ میں بیعت کی تھی مگر
خلافتِ ثانیہ میں جماعت لاہور کے ساتھ شامل ہو گئے تھے۔ اور کافی عرصہ
تک ان کے سرگرم مبلّغ رہے۔ اور پشاور میں جماعت غیر مبائعین کا اثر اور
رسوخ میں زیادہ تر ہاتھ حضرت مولوی غلام حسن خاں صاحب نیازی رضی اللہ
عنہٗ کے علاوہ صاحبزادہ سیف الرحمٰن صاحب کا بھی تھا۔

سید امیر بابا اپنی خلافت ثانیہ کی بیعت کا واقعہ جو بہت دلچسپ ہے
اس طرح سے بیان فرماتے تھے۔ کہ ہم ہر سال جلسہ سالانہ پر لاہور جاتے تھے
یا لے جائے جاتے تھے۔ ایک دفعہ مجھے خیال پیدا ہوا۔ کہ قادیان کا جلسہ سالانہ
بھی دیکھنا چاہیئے۔ قادیان جلسہ سالانہ لاہور کے جلسہ سالانہ سے ایک دن
بعد میں ختم ہوتا تھا۔ یعنی لاہور والوں کا جلسہ ۲۵ سے ۲۷ دسمبر تک ہوتا تھا۔

اور قادیان کا جلسہ سالانہ ۲۶ر سے ۲۸ر دسمبر تک۔ جب مَیں نے اس خیال کا اظہار کیا۔ تو جھٹ صاحبزادہ صاحب نے میری رپورٹ مولوی محمد علی صاحب کے پاس کر دی۔ مولوی صاحب نے مجھے بلایا اور صاحبزادہ صاحب ترجمان بنے اور پوچھا۔ کہ بابا آپ کو یہاں پر کیا تکلیف ہوئی ہے۔ کہ آپ قادیان جانا چاہتے ہیں۔ یا یہاں پر کیا کچھ نہیں ہے جو آپ اس کو ڈھونڈنے قادیان جانا چاہتے ہیں۔ سید امیر بابا کہتے ہیں۔ کہ مَیں نے کہا۔ کہ تین چیزیں ہیں جن کو یہاں پر گم پاتا ہوں۔ اس کے لئے قادیان جانا چاہتا ہوں۔ ایک حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مزارِ مقدس قادیان میں ہے یہاں پر نہیں ہے۔ مَیں اس مزار مقدس پر حاضری دینے جاتا ہوں۔ دوسرا وہ گلیاں اور کوچے جس پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے قدم مبارک پڑے ہیں وہ قادیان میں ہیں۔ وہ یہاں پر نہیں ہیں مَیں ان کوچہ کے خاک کو آنکھوں کا سرمہ بنانا چاہتا ہوں۔ تیسرا مسیح موعود علیہ السلام کی مبشر اولاد سب کی سب قادیان میں ہے۔ یہاں لاہور میں کوئی بھی نہیں ہے جب میں نے یہ کہا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مبشر اولاد یہاں پر نہیں ہے تو مولوی صاحب نے صاحبزادہ صاحب سے فرمایا۔ کہ یہ اب ہمارے ہاتھ سے گیا۔ اس کو جانے دیں مگر اس کو کہیں کہ کسی اور کو اپنے ہمراہ نہ لے جائے سید امیر بابا کہتے ہیں۔ کہ مَیں اکیلے قادیان گیا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ تقریر فرما رہے تھے۔ ۲۵/۳ ہزار کا مجمع تھا۔ لاؤڈ سپیکر نہیں تھا حضرت قاضی محمد یوسف صاحب رضی اللہ عنہ نے دُور سے مجھے دیکھا اور اسٹیج سے نیچے اتر کر مجھے اسٹیج پر لے گئے۔ وہاں پر عبدالوحد خان کابلی حضرت صاحب کے لئے قہوہ چائے تیار کر رہے تھے۔ قاضی صاحب نے ان سے ایک پیالی چائے لے کر مجھے پلائی۔

شام کو قاضی صاحب فرمانے لگے۔ کہ سید امیر آؤ مَیں تم کو بتاؤں کہ حضرت صاحب نے اپنی تقریر میں کیا فرمایا۔ مَیں نے قاضی صاحب سے کہا کہ مجھے بتانے کی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ حضرت پشتو میں تقریر فرما رہے تھے اور مَیں نے حضور کی تقریر کا لب لباب بیان کر دیا۔ جس کو سُن کر قاضی صاحب حیران رہ گئے۔ مَیں نے کہا کہ میری بیعت کرائیں۔ اور مَیں نے اسی رات بیعت کر لی۔ اور مبائع احمدی ہو کر پشاور آیا۔ اس کے بعد وہ صاحبزادہ صاحب کے ساتھ بحث مباحثہ کرتے تھے۔ حضرت قاضی صاحب نے بھی کافی کوشش کی۔ آخر کار صاحبزادہ سیف الرحمٰن صاحب نے بھی قادیان جا کر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی بیعت کر لی۔

سید امیر بابا بتلاتے کہ صاحبزادہ صاحب نے پہلے مجھے احمدی بنایا مگر غیر مبائع۔ اور مَیں نے اس کو احمدی بنایا مگر مبائع احمدی اور اس پر بہت خوش تھے۔

سید امیر بابا کا ایک لڑکا تھا باز میر۔ وہ بھی کسی دفتر میں چپڑاسی تھا۔ دونوں باپ بیٹے ہر ماہ ایک ایک روپیہ پس انداز کرتے تھے۔ ایک سال باپ جلسہ سالانہ پر قادیان جاتا اور ایک سال بیٹا۔ دونوں باپ بیٹے بہت مخلص احمدی تھے۔ سید امیر بابا موصی تھے اور اپنا چندہ باقاعدہ ادا کرتے تھے۔ ان کی وفات پر مَیں نے خواب میں دیکھا کہ دو فرشتے ان کو اللہ تعالیٰ کے حضور لے جا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو دیکھتے ہی فرمایا، ان کو جنّت میں لے جاؤ ان کے ذمّہ کوئی بقایا نہیں ہے۔ اور فرشتے ان کو جنت کی طرف لے گئے۔ یہ واقعہ مَیں نے ایک دفعہ ان کے پوتے پروفیسر محمد اقبال خان ایم اے کو جو کہ مخلص احمدی ہیں سے بیان کیا تو انہوں نے کہا۔ بالکل ایسا ہی سلوک دفتر بہشتی مقبرہ والوں نے مجھ سے کیا جبکہ مَیں نے اُن کو کہا۔ کہ مَیں اپنے دادا صاحب کا کتبہ مقبرہ بہشتی میں لگانا چاہتا

ہوں تو انہوں نے رجسٹر دیکھ کر کہا۔ کہ بے شک لگ گئی۔ ان کے ذمہ کوئی بقایا نہیں ہے۔ غرضیکہ سید امیر بابا ایک ولی اللہ انسان تھے اور حضرت مولوی صاحب کے دوست تھے۔

حضرت قاضی محمد یوسف صاحب رضی اللہ عنہ امیر جماعت ہائے احمدیہ صوبہ سرحد نے حضرت مولوی صاحب کے متعلق مندرجہ ذیل مضمون اخبار الفضل میں شائع فرمایا تھا:۔

حضرت مولوی محمد الیاس احمدی علیہ الرحمۃ کے مختصر سوانح حیات

۱۔ حضرت مولوی محمد الیاس احمدی علیہ الرحمۃ جو ایک مومن، موحد اور ولی اللہ تھے، بروز دوشنبہ (پیر کے دن) صبح ۵ بجے ۲ شوال ۱۳۶۷ھ کو بمقام شہر پشاور سول کوارٹرز میں بعمر ۷۶ سال وفات پاکر اپنے محبوب حقیقی سے جاملے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن ۝

۲۔ حضرت قبلہ مولوی صاحب قریباً ۱۲۹۱ھ یا ۱۸۷۴ء میں بمقام چارسدہ ضلع پشاور علاقہ ہشت نگر میں متولد ہوئے۔ آپ کے بڑے بھائی محترم مولوی رحمان الدین صاحب، جو اہل قرآن ہیں پشین بلوچستان میں مقیم ہیں۔ آپ سے چھوٹے آپ کے تین بھائی اور ہیں، جو دوسری والدہ سے ہیں۔ اپنے خاندان میں آپ ہی صرف حضرت احمد جری اللہ کے خدام میں داخل تھے۔

۳۔ اخی محترم محمد اکرم خان احمدی ساکن چارسدہ، جو ان سے عمر میں قریباً تین چار سال چھوٹے تھے۔ فرماتے ہیں کہ بچپن اور جوانی میں بھی حضرت مولوی صاحب

بڑے متقی اور پرہیز گار اور باحیاء اور بااخلاق انسان تھے۔ آپ نے ابتدائی عمر میں قرآن پاک باترجمہ پڑھا۔ اور علم دین کی طرف توجہ رکھی۔ آپ بیس برس کی عمر میں مدرسہ میں داخل ہوئے۔ تین سال میں ورنیکلر مڈل پاس کیا اور پھر نارمل سکول میں داخل ہو کر مدرس کا امتحان پاس کیا۔ معاً بعد چارسدہ میں مدرس مقرر ہوئے۔ ۱۸۹۶ء میں موضع اسماعیلہ تحصیل صوابی علاقہ یوسف زئی میں تبدیل ہوئے۔

۴۔ خانزادہ امیر اللہ خاں صاحب پسر خان خداداد خاں اسماعیلہ ۱۹۰۳ء میں بیمار ہوئے بغرض علاج پشاور آئے اور حضرت مولانا حسن رضی اللہ عنہ احمدی کے مردانہ مکان میں قیام پذیر ہوئے۔ خاکسار قاضی محمد یوسف احمدی نے ان کو احمدیت کی تبلیغ کی اور رفتہ رفتہ امیر اللہ خان داخل احمدیت ہوئے، جب امیر اللہ خان قدرے صحتیاب ہوئے، تو واپس اسماعیلہ گئے، تو اپنے نام اخبار الحکم قادیان اور رسالہ ریویو آف ریلیجنز جاری کرایا۔

۵۔ حضرت قبلہ مولوی محمد الیاس صاحب چونکہ مدرس تھے اس واسطے وہ ڈاکخانہ کے کام پر بھی مامور تھے۔ اس طرح ان کو خانزادہ امیر اللہ خان کے نام آمدہ اخبار الحکم اور ریویو اردو کے مطالعے کا موقع ملتا رہا۔ نیز کتب حضرت احمد جری اللہ کے مطالعہ کا بھی موقع ملتا رہا۔ گویا ان کے احمدیت کا ذریعہ امیر اللہ خاں صاحب ہیں۔ بالفاظ دیگر ان کے احمدیت کا بالواسطہ ذریعہ خاکسار ہوا فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

۶۔ خان خداداد خاں کی وفات کے بعد ان کا بھتیجا اور داماد خان محمد اکبر خان خان اسماعیلہ مقرر ہوا تھا۔ صبح اور عصر کے بعد ان کے حجرہ یا مردانہ مہمان خانہ میں معززین و خواتین اسماعیلہ کا اجتماع ہوتا اور باہم ہر قسم کی گفتگو کا موقع ملتا تھا۔

اس سلسلۂ گفتگو میں امیر اللہ خان کے احمدیت اختیار کرنے کی وجہ سے احمدیت
کے مسائل پر گفتگو رہتی۔ بالآخر چند معززین کی خواہش پر گرد و نواح کے علماء
جمع کئے گئے اور احمدیوں سے تبادلۂ خیالات کی محفل منعقد کی گئی۔ یہ واقعہ
۱۹۰۴ء کا ہے۔

۷۔ جماعتِ احمدیہ کی طرف سے جناب محترم میاں محمد یوسف صاحب احمدی
اپیل نویس مردان مقرر، مقرر ہوئے۔ اور علماء کی طرف سے مولوی قطب شاہ
صاحب، ساکن شامت پور طورو مقرر منتخب ہوئے۔ چونکہ گفتگو حیات و وفات
حضرت عیسیٰ ناصریؑ پر تھی اور دلائل صرف آیاتِ قرآنیہ سے دینے تھے، اس واسطے
مولوی قطب شاہ صاحب اور ان کے ساتھی از روئے قرآن کریم حضرت عیسیٰ ناصریؑ
کی حیات کا ثبوت پیش نہ کر سکے۔ مولوی صاحبان ناچار ہو کر اپنی ندامت کو چھپانے
کی غرض سے اپنے مشہور ہتھیار فتویٰ کفر پر اتر آئے۔ اس مباحثہ میں حضرت مولوی
محمد الیاس صاحب علیہ الرحمت ثالث مقرر ہوئے تھے، انہوں نے فریقین کے دلائل
سن کر جماعت احمدیہ کے حق میں ڈگری دی اور علماء کو ناکام بتایا۔ اسی مباحثہ
کے اثر سے حضرت مولوی صاحب احمدیت کے بہت قریب ہو گئے۔

۸۔ اس مباحثہ کے بعد حضرت مولوی صاحب ۱۹۰۶ء میں اسماعیلہ سے
چارسدہ تبدیل ہوئے۔ حضرت احمد جری اللہ مئی ۱۹۰۸ء میں وفات پا گئے اور
حضرت نور الدین اعظم رضؓ خلیفۃ المسیح مقرر ہوئے۔ حضرت مولوی صاحب نے ۱۹۰۹ء
میں ان کے ہاتھ پر احمدیت کی بیعت کی۔ آپ کی بیعت کرنے سے حلقۂ احباب
ہشت نگر میں ایک شور پڑ گیا اور دوست احمدیت کے بارہ میں مسائل دریافت
کرنے آتے۔ جن لوگوں کو حضرت مولوی صاحب سے کچھ عناد تھا ان کو آپ کے خلاف
شورش اور فتنہ انگیزی کا موقع بھی ہاتھ آ گیا۔

۹۔ احمدیت کی بیعت کرنے سے قبل آپ کے پاس محترم میاں محمد زمان خان صاحب
ساکن قاضی خیل چارسدہ جو آپ کے پاس قرآن کریم کا ترجمہ اور تفسیر پڑھا کرتا تھا
کہنے لگا کہ حضرت مولانا یہ عجیب بات ہے کہ آپ کا ترجمہ اور تفسیر سب احمدیت کی
تائید میں جاتی ہیں۔ مگر آپ ابھی احمدی نہیں ہوئے۔ یہ کیا بات ہے؟ حضرت مولانا
نے جواب دیا کہ مجھے تو کوئی امر سوائے اسکے مانع نہیں ہے کہ حضرت احمد
جری اللہ نے دعوئے نبوت کیا ہے۔ جب آپ نے مزید تحقیق کر کے اطمینانِ
قلب حاصل کر لیا تو آپ نے احمدیت قبول کر لی۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

کہتے ہیں کہ میاں محمد زمان خان صاحب نے حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضؓ سے
بذریعہ خط دریافت کیا تھا اور حضرت مولانا نور الدین رضؓ نے جواب میں دعوئے نبوت
کے دعویٰ کی تصدیق فرمائی۔ افسوس ہے کہ خلافتِ ثانیہ کے قیام پر بعض وجوہ کی
بناء پر میاں صاحب موصوف کو غیر مبائعین کا ساتھ دینا پڑا۔

چند سال ہوئے ہیں کہ ایک دن مولانا محترم میاں محمد زمان خان صاحب
کو یہ واقعہ یاد دلایا۔ مگر محترم میاں صاحب نے ذہول و نسیان کا عذر پیش کر کے
اس واقعہ سے انکار کیا۔ ہاں خط لکھنے کا اقرار کیا، مگر جواب کی نوعیت سے لاعلمی
ظاہر کی۔

۱۰۔ چارسدہ میں تین مخالف آپ کے خلاف کھڑے ہوئے۔ ایک مکرم خان
نمبردار، دوسرا ملا محمود صاحب کتب فروش، معروف بہ اخی کتب فروش اور
تیسرا اکبر شاہ۔ انہوں نے حاجی صاحب ترنگ زئی کو جس کا نام عبدالواحد تھا۔
حضرت مولانا صاحب کے خلاف اکسایا اور عامۃ الناس میں غلط باتیں مشہور کر کے
آپ کے خلاف شر و فساد برپا کیا۔ مگر مولانا صاحب ایک جری اور قوی الجثہ
اور طاقتور انسان تھے اور مشہور پہلوان بھی تھے، اس طرح علم قرآن اور علوم

مروجہ کے بھی ماہر تھے ، اس واسطے کوئی مولوی آپ سے مباحثے پر آمادہ نہ ہو سکا۔

۱۱ - ۱۹۱۲ء میں ایک دن حکیم عبدالجلیل صاحب ساکن چارسدہ نے بذریعہ خط حضرت مولانا کو اطلاع دی کہ آپ عیدگاہ میں عید کے دن تشریف لائیں، مَیں نے کچھ باتیں دریافت کرنی ہیں ۔ حضرت مولوی صاحب اکیلے ہی عیدگاہ میں وقت مقررہ پر پہنچے۔ جب آپ عیدگاہ میں پہنچے جہاں کثرت سے لوگ موجود تھے ، تو حکیم عبدالجلیل نے از راہِ شرارت اعلان کر دیا۔ مولوی محمد الیاس صاحب کہتے ہیں کہ مَیں احمدی ہوں ۔ اور ہم لوگ محمدی ہیں اور جو شخص محمدّی نہیں ہے ، اس کو کافر خیال کرتے ہیں ۔ لہٰذا مولوی محمد الیاس کافر ہے ۔ حضرت مولانا نے کھڑے ہو کر تقریر فرمائی ۔ ہمارے عقائد وہی ہیں ، جو ایک موحّد مومن بالقرآن کے ہوتے ہیں اور جو شخص احمدی ہے ، وہی شخص حقیقی محمدی ہے اور جو شخص احمدی ہو کر قرآن کریم کو اپنی شریعت نہیں مانتا اور نہ امورِ دینیہ امر و نہی میں اس کو حَکَم ٹھہراتا ہے ، وہ از روئے قرآن خود منافق اور کافر ہے :-

مَنْ لَّمْ یَحْکُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْکٰفِرُوْنَ

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا ہے کہ جو مومن کو کافر کہتا ہے وہ خود کافر ہو جاتا ہے ۔

اس پر اس شخص نے کہا ۔ آپ ہمارے ساتھ نماز پڑھ لیں ، تو ہم آپ سے کوئی تعرض نہیں رکھیں گے ۔ حضرت مولانا نے فرمایا کہ نماز تو مَیں ضرور پڑھوں گا ، مگر تمہارے ساتھ نہیں ۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کے فرستادہ کے منکرین کے ساتھ نماز کیونکر ہو سکتی ہے ؟ اس پر اس شخص نے حاضرین سے شرارۃً کہا : لوگو سنو! مولوی محمد الیاس نے اقرار کر لیا ہے کہ وہ مسلمان ہو گیا ہے ۔ لوگ اس جھوٹی افواہ پر خوش ہوئے ۔ اس طرح حضرت مولوی صاحب کی وجہ سے ہشت نگر کے علاقہ میں

احمدیت کی خوب شہرت ہوئی ۔

۱۲ - حضرت مولوی صاحب کی زوجہ محترمہ فرماتی ہیں کہ چارسدہ کے لوگ ہمارے گھر میں اپنی عورتیں سمجھا بجھا کر بھیجتے کہ چونکہ مولوی صاحب کافر ہو گیا ہے ۔ اس واسطے آپ کا نکاح ان سے ٹوٹ گیا ہے ۔ آپ ان کو چھوڑ کر اپنی والدہ کے گھر چلی جائیں ۔ مَیں ان کو جواب دیتی تھی کہ پہلے تو مولوی صاحب صرف پانچ وقت نماز پڑھتے تھے اور اب وہ رات کو تہجد بھی پڑھتے ہیں ۔ اور پہلے سے زیادہ قرآن کریم کی تلاوت کرتے رہتے ہیں ۔ تو یہ کیسے کافر ہیں ؟ اگر یہ کافر ہیں ، تو مسلمان کیسے ہوتے ہیں ؟ ۔ جن جن افراد نے حضرت مولوی صاحب اور احمدیت کی مخالفت میں جس قدر مخالفانہ حصّہ لیا اسی قدر زیادہ ذلّت اور عذاب کے تختۂ مشق ہوئے اور خدا تعالیٰ کا وعدہ : اِنِّیْ مُھِیْنٌ مَّنْ اَرَادَ اِھَانَتَکَ ان کے حق میں پورا ہُوا ۔ مکرم خان نمبردار نے وافر حصّہ لیا ۔ اس کی نمبرداری گئی اور محمد اکرم خان احمدی کو مل گئی ۔ احمی کتب فروش پر زنا کا الزام لگا اور اس میں بہت ذلیل ہُوا ۔ اکبر شاہ جو حضرت مولانا کے قتل کی فکر میں رہتا تھا ، فرعون کی طرح دریا میں غرقِ آب ہُوا ۔

۱۳ - خاکسار جب ۱۹۰۱ء کے قریب پانچویں جماعت میں تعلیم پاتا تھا ، حضرت مولانا صاحب کو بحیثیت مدرس اپنے مدرسہ کے طلبہ کے ساتھ پشاور کے ڈسٹرکٹ ٹورنامنٹوں میں اکثر دیکھتا کہ وہ گولا پھینکنے میں اوّل تھے ۔ رسہ کشی میں آپ کے ساتھیوں سے کبھی کسی نے کامیابی حاصل نہ کی ۔ روپیہ ہاتھ میں لے کر انگلیوں میں دبا کر توڑ دیا کرتے تھے ۔ حتّٰی کہ تانبے کے ڈبل پیسے کو دہرا کر دیتے تھے ۔

۱۴ - حضرت مولانا کو ان کے بڑے بھائی ۱۹۱۲ء کے قریب بلوچستان لے گئے ۔ آپ کوئٹہ میں اسلامیہ مڈل سکول میں ہیڈ ماسٹر مقرر ہوئے ۔ انہی ایام میں آپ نے عرائض نویسی کا امتحان پاس کیا اور مستونگ میں ، جو ریاست قلات میں ہے

عرائض نویس مقرر ہوئے۔ آپ نے ۱۹۱۳ء لغایت ۱۹۴۶ء تینتیس سال مستونگ میں گزارے۔ وہاں کے حکمران اور رؤسا اور امراء اور عوام الناس اور حکام بڑی عزت اور ادب سے پیش آتے اور یہ صرف آپ کے اعلیٰ اخلاق، علم اور عملِ صالح کا اثر تھا۔ آپ کے مخالفین ہمیشہ آپ کے خلاف نامراد و ناکام رہے۔

۱۵۔ آپ کی کثیر اولاد ہوئی۔ عبدالحی خان بڑا لڑکا ایف اے پاس کر کے جے۔ اے، وی ہو کر صوبہ سرحد میں سکول ماسٹر تھے۔ اور عبدالقیوم خان نے بی۔ ایس سی۔ اسلامیہ کالج پشاور سے پاس کیا۔ عبدالجلیل خان نے بی۔ اے اسلامیہ کالج پشاور سے پاس کیا۔ عبدالسلام خان نے انٹرنس پاس کیا، اور عبدالقدوس خان نے میٹرک پاس کیا، عبدالرحمٰن خان ساتویں میں پڑھ رہا تھا کہ زلزلہ ۱۹۳۵ء میں مستونگ میں ان کے گھر پہ ایک مندر گرا اور نیچے دب کر فوت ہوا۔ ان چھ فرزندان کے علاوہ چھ۶ لڑکیاں بھی ہیں۔

عبدالقیوم خان ۴۲ سال اور عبدالجلیل بہ عمر بائیس سال اور عبدالحی خان بعمر تیس ۳۰ سال مرضِ سل سے یکے بعد دیگرے فوت ہوئے۔ اب صرف عبدالسلام خان اور عبدالقدوس خان زندہ ہیں۔ خدا تعالیٰ ان نوجوانوں کو والدِ محترم کا مخلص جانشین بنائے۔ آمین۔

چھ۶ لڑکیوں میں سے بڑی لڑکی برادرم مکرم خان دانشمند خان احمدی ساکن محب باندہ ضلع پشاور کے نکاح میں ہے اور دوسری لڑکی خاکسار کے نکاح میں ہے اور تیسری خانزادہ عبدالرحمٰن خان ساکن اسماعیلہ کے نکاح میں ہے اور چوتھی لڑکی خانزادہ محمود خان ساکن اسماعیلہ کے نکاح میں تھی، جو جوان فوت ہوئی۔ اور پانچویں لڑکی محمد رستم خان صاحب خٹک احمدی ساکن موضع جلوزئی ضلع پشاور کے نکاح میں ہے اور چھٹی لڑکی محمد ہاشم خان صاحب احمدی درانی کے نکاح میں تھی

جو جوان ہی فوت ہو گئیں۔

لڑکوں کی اولاد سے چار فرزند اور چار لڑکیاں ہیں۔ لڑکیوں کی اولاد میں سے آٹھ فرزند اور گیارہ لڑکیاں ہیں۔ کل اولاد زندہ مع نواسوں اور پوتوں کے تین درجن ہیں۔ خدا کے فضل سے سب احمدی ہیں۔

۱۶۔ آپ کو پشاور کے ضلع میں مدرسی میں ۲۰/- روپیہ مشاہرہ ملتا رہا، تو بلوچستان میں جا کر مبلغ دو صد ۲۰۰ روپیہ اوسط آمد رہی۔ گویا آپ کو دس۱۰ گنا اجر یہاں ملا۔ خدا تعالیٰ آخرت میں بھی بے حد و حساب اجر دے۔ آمین

آپ کو علمِ قرآن سے بڑا شغف تھا۔ ہر مجلس میں اور ہر شخص سے مسائل دینیہ میں گفتگو کرتے رہتے۔ آپ خدا کے سلسلہ کے آنریری مبلغ تھے اور اکثر تنخواہ دار مبلغ سے بڑھ کر اخلاص اور شوق سے تبلیغ کرتے۔ آپ گفتگو میں صرف دلائل تک محدود رہتے۔ سختی برداشت کرتے، مگر سخت جواب نہ دیتے۔ بامذاق، خوش اخلاق اور ہر دلعزیز شخص تھے اور اظہارِ حق میں دلیر تھے۔ آپ ہر چھوٹے اور بڑے سے ادب سے پیش آتے اور لطیفہ گو اور نکتہ رس تھے۔ مہمان نوازی کا بڑا شوق تھا۔ خوش خوراک اور خوش پوشاک تھے۔ اپنے دامادوں کی بڑی عزت کرتے اور اُٹھ کر ملتے۔ آپ کو جھوٹ سے بڑی نفرت تھی۔

۱۷۔ چار جوان فرزندان اور دو۲ جوان لڑکیوں کے فوت ہونے کے صدمات دیکھے لیکن آپ نے صبر اور استقامت کا وہ اعلیٰ نمونہ دکھایا کہ اس کا آپ کی زوجۂ محترمہ اور لڑکیوں میں بھی اثر تھا۔ اور اس قسم کے صدمات میں وہ صبر کا نمونہ بنیں۔ آپ کی اولاد پر آپ کی دینداری کا اثر موجود ہے۔ یہ خاندان راضی برضائے الٰہی رہا۔

۱۸۔ حضرت مولانا موصی تھے اور باقاعدہ چندہ وصیت ادا کرتے تھے۔ قرآن کا اس قدر ادب کرتے تھے کہ اگر کوئی شخص گھر میں غلطی سے قرآن کریم پہ کوئی اور کتاب

رکھ دیتا اور آپ کو علم ہو جاتا، تو آپ رنج و غم سے کھانا ترک کر دیتے۔

۱۹۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ؓ سے اس قدر محبت تھی کہ ماہ اپریل ۱۹۴۸ء میں جب حضور پشاور تشریف لائے تو اکثر اوقات آپ کی خدمت میں حاضر رہتے بلکہ پشاور، چارسدہ اور مردان کے دورہ میں ساتھ ساتھ رہے۔ بعض احباب کو آپ کی رفاقت پر رشک آ رہا۔ کہ اس بڑھاپے میں آپ نے جوانوں کا سا ساتھ دیا۔

۲۰۔ وفات تک صحت اچھی رہی۔ بصارت درست رہی۔ کبھی عینک کا شوق نہ کیا۔ اخبار الفضل بڑے شوق سے مطالعہ کرتے۔ دوسری کتب کا بھی ہمیشہ مطالعہ جاری رکھتے۔ بڑا قیمتی کتب خانہ جمع کر رکھا تھا۔

۲۱۔ عید الفطر ۱۳۶۷ھ کے دن مسجد احمدیہ میں حسب معمول بہت قبل از نماز حاضر ہوئے اور بعد نماز حضرت مولوی غلام رسول صاحب راجیکی اور دوسرے احباب سے خوب معانقہ کیا اور بڑے اخلاص سے احباب کو عید مبارک کہی۔ عید کے دوسرے دن اپنے مکان واقع سول کوارٹرز میں احباب سے دیر تک گفتگو کرتے رہے۔ گیارہ بجے کے قریب برادرم محمد الطاف خان احمدی اور برادرم عبد السلام خان، محترم برادرم محمد دانشمند خاں صاحب، داماد کے ساتھ کھانا کھایا بعد فراغت چارپائی پر لیٹ کر مطالعے میں لگ گئے۔ احباب رخصت ہوئے اور عبد السلام خان مع مستوراتِ خانہ سب خورد و کلاں مرزا محمد خواص خان صاحب احمدی کے مکان پر گئے۔ اس وقت تنہائی میں ایک دفعہ قے آئی۔ خود چلمچی لا کر پاس رکھی اور اس میں قے کی۔ سر کی رگ پھٹ گئی جس سے بیہوشی طاری ہوئی۔ سب سے پہلے محمد الطاف خان کو اطلاع ہوئی، انہوں نے عبد السلام خان اور دوسرے احباب کو اطلاع دی۔ ڈاکٹر بلوائے گئے۔ ڈاکٹر فتح دین صاحب احمدی کو اطلاع ہوئی۔ انہوں نے کہا کہ حضرت مولوی صاحب کے دماغ کی رگ پھٹ گئی ہے

اس سے زیادہ اور علاج ان کو نہ سوجھا۔ حالانکہ اگر فصد کھول دیتے، تو غالباً ہوش آ جاتا اور اچھے ہو جاتے۔ مگر چونکہ قضا آ چکی تھی۔ ع

چوں قضا رسید طبیب کور شود

محترم مولوی صاحب صبح تک بے ہوش رہے۔ اور ۳ شوال ۱۳۶۷ھ کو بروز دوشنبہ بمطابق ۹ اگست ۱۹۴۸ء کو اپنے مولا کو روح سپرد کر دی۔ اور اس شام کثرت سے احباب حاضر ہوئے۔ اور شام کو چھ بجے احمدیہ قبرستان واقع پشاور میں سپردِ خاک ہوئے۔

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ

آپ کی عمر شمسی حساب سے ۷۴ سال تھی اور قمری حساب سے ۷۶ سال تھی۔ ایک عالم باعمل ایک مخلص مبلغ احمدیت اور ایک ولی اللہ ہم سے جدا ہو کر خدا سے جا ملے۔

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْهُ وَاجْبُرْهُ وَارْفَعْهُ وَارْضَ عَنْهُ

ع بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والے میں

احباب سے استدعا ہے کہ حضرت مولانا محمد الیاس علیہ الرحمۃ کا جنازہ غائب فرما کر خدا تعالیٰ کے نزدیک اجرِ عظیم کے امیدوار ہوں۔

جن احباب نے عزیزم عبد السلام خان یا ہم سے اظہار تعزیت فرمائی ہے، ہم ان کے تہ دل سے مشکور و ممنون ہیں۔

تاریخ وفات حضرت مولوی محمد الیاس علیہ الرحمۃ

حیف، صد حیف! مولوی الیاس ؛ مومن و متقی خیر الناس
عالم دین و عاملِ قرآن ؛ باوفا، باحیا با ایمان

احمدی پیروِ احمد جری اللہ ؛ صالح و باصفا ولی اللہ

منقضی شد زعمر او ہفتاد ؛ نیز شش سال کن بران ایزاد

بست رختِ سفر زدار فنا ؛ دفعتہً رفت سوئے دار بقا

روزِ دوشنبہ سوئم شوّال ؛ یافت از کردگار حُسنِ مآل

سیزدہ صد گذشت بہ ہجرت ؛ شصت و ہفتاد دگر چو شد رخصت

اے خدا بخش ہر خطایش را ؛ ممکنش کن بہ جنت الماویٰ

رقیمہ ، قاضی محمد یوسف احمدی پشاور

نوٹ :- حضرت مولانا محمد الیاس کی نماز جنازہ حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکی نے جماعت کثیر کے ساتھ پڑھائی اور دیر تک لمبی دُعائے مغفرت مانگی اور بڑی رقّت سے پسماندگان کے لئے صبر و استقامت کی دُعا فرمائی ۔ خدا تعالیٰ جزائے خیر دے ۔

(قاضی محمد یوسف)

جناب ڈاکٹر حامد اللہ خان صاحب کی شادی خانہ آبادی کے موقعہ پر دو یادگار تصاویر۔

حضرت مرزا ناصر احمد خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ دعا کر رہے ہیں۔

جناب حبیب اللہ خان صاحب کی شادی کے موقع پر لی گئی ایک تصویر

عبدالجلیل خان صاحب مرحوم برادر عبدالسلام خان صاحب

خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السّلام
میں
شادی کی مبارک تقریب

ربوہ ۔ ۷را خاء ۔ کل تیسرے پہر محترم صاحبزادہ ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب کی صاحبزادی عزیزہ امۃ الحی درثمین سلمہا اللہ تعالیٰ کی شادی کی مبارک تقریب عمل میں آئی ۔ ان کا نکاح کل مسجد اقصیٰ میں خطبہ جمعہ سے قبل حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز نے مکرم ڈاکٹر حامد اللہ خاں صاحب آف لندن ابن محترم جناب عبدالسلام خان صاحب آف پشاور سے بعوض پندرہ ہزار روپیہ حق مہر پڑھا تھا ۔ اور اُن کیلئے دُعا کی خصوصی تحریک فرمائی تھی ۔

کل پونے چار بجے شام محترم صاحبزادہ ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب کی کوٹھی پر تقریب رخصتانہ عمل میں آئی جس میں افراد خاندان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ۔ صحابہ کرام و بزرگان سلسلہ اور بیرونی جماعتوں کے متعدد احباب کے علاوہ ازراہ شفقت سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایّدہ اللہ تعالیٰ نے بھی شرکت فرمائی ۔ اس مبارک تقریب کا آغاز افریقہ کے مخلص احمدی نوجوان مکرم عبدالوہاب بن آدم صاحب شاہد سابق مبلّغ گھانا نے تلاوت قرآن پاک سے کیا ۔ جس کے بعد مکرم چوہدری شبیر احمد صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اور مکرم عبدالحفیظ صاحب کھوکھر نے حضرت سیّدہ نواب مُبارکہ بیگم صاحبہ مدظلہا العالی کی دعائیہ نظمیں پڑھ کر سنائیں ۔ آخر میں مکرم محمد احمد صاحب انور حیدر آبادی نے ایک نظم حضرت سیّدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کی اور دوسری

نظم جو مکرم چوہدری محمد علی صاحب ایم اے نے صاحبزادہ مرزا لقمان احمد صاحب
سلمہ اللہ ابن حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ کی طرف سے لکھی تھی پڑھ کر سنائیں۔
آخر میں حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے لمبی اجتماعی دُعا کرائی اور اس طرح یہ تقریب بخیر وخوبی
سرانجام پائی۔

ادارہ الفضل اس مبارک تقریب پر حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ
حضور کی بیگم صاحبہ مدظلہا۔ حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ مدظلہا۔ حضرت سیدہ
امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ مدظلہا۔ حضرت سیدہ مریم صدیقہ صاحبہ مدظلہا حضرت سیدہ مہر آپا
صاحبہ مدظلہا۔ محترم صاحبزادہ ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب اور آپ کی بیگم صاحبہ محترمہ۔
دیگر تمام افراد خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور محترم جناب عبدالسلام خان صاحب
اور ان کے خاندان کے تمام افراد کی خدمت میں دلی مبارکباد عرض کرتا ہے اور دُعا کرتا
ہے کہ اللہ تعالیٰ اس تعلق کو ہر لحاظ سے دونوں خاندانوں اور جماعت کیلئے خیر و برکت
اور یمن و سعادت کا موجب بنائے۔ دولہا اور دلہن کو (جو عنقریب لنڈن جارہے
ہیں) اپنی خاص حفاظت اور امان میں رکھے اور زندگی کے ہر پہلو سے دینی اور دُنیوی
دونوں لحاظ سے نیک نصیب بنائے اور ان سے خادم دین اور بااقبال نسل چلائے۔
آمین ثم آمین ٭

(روزنامہ الفضل ربوہ مورخہ ۲ راخاء (اکتوبر ۱۹۷۲ء))

خاندان حضرت بانیٔ سلسلہ
میں
شادی کی مبارک تقریب

احباب کو خوشی سے یہ خبر دی جاتی ہے کہ قدرتِ ثانیہ کے مظہر ثالث سیدنا
حضرت مرزا ناصر احمد صاحب کی نواسی مکرمہ امۃ الاعلیٰ ماہم صاحبہ (جو کہ محترمہ صاحبزادی
امۃ الشکور صاحبہ اور مکرم شاہد احمد پاشا صاحب کی صاحبزادی ہیں) کی تقریب
رخصتانہ مورخہ ۲۴ دسمبر ۱۹۸۶ء کو بیت الکرام دارالصدر شرقی میں عمل میں آئی۔ عزیزہ
مکرمہ حضرت نواب محمد عبداللہ خاں صاحب اور حضرت نواب امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ
کی پوتی ہیں۔ عزیزہ مکرمہ کی شادی عزیز مکرم حبیب اللہ خاں صاحب ابن مکرم عبدالسلام
خان صاحب پشاور سے قرار پائی تھی۔ بارات پشاور سے ربوہ آئی اور ۲۴ دسمبر
۱۹۸۶ء کو بعد از نماز عصر تقریب رخصتانہ منعقد ہوئی۔ تلاوت قرآن کریم مکرم قمر الدین
صاحب طالب علم جامعہ احمدیہ نے کی۔ بعد ازاں مکرم بکر عبید صاحب نے حضرت بانیٔ
سلسلہ عالیہ احمدیہ کے دعائیہ اشعار نہایت ہی خوبصورت ترنم کے ساتھ سنائے
(مکرم بکر عبید صاحب تنزانیہ کے نہایت مشہور اور انتہائی مخلص احمدی مکرم
امری عبیدی صاحب مرحوم سابق وزیر انصاف کے صاحبزادے ہیں) افریقہ کے
ایک ملک کے نوجوان طالب علم کے منہ سے حضرت بانیٔ سلسلہ کے مقدس اشعار نہایت
صحت و خوبی کے ساتھ سُن کر احباب پر وجد طاری ہو گیا۔ بعد ازاں محترم صاحبزادہ

مرزا مبارک احمد صاحب صدر مجلس تحریک جدید نے دُعا کرائی۔ تقریب میں ناظر
صاحبان اور وکلاء صاحبان کے علاوہ خاندان حضرت بانیٔ سلسلہ کے افراد۔ اہلِ
ربوہ اور دور و نزدیک سے آئے ہوئے احمدی احباب نے بڑی کثیر تعداد میں شرکت فرمائی۔
عزیزم مکرم حبیب اللہ خانصاحب اور عزیزہ مکرمہ صاحبزادی امۃ الاعلیٰ ماہم صاحبہ کا
نکاح سیّدنا حضرت امام جماعت احمدیہ نے لندن میں بتاریخ ۱۵ نومبر ۱۹۸۶ء تیس ہزار
روپے حق مہر پر پڑھا تھا۔ حضور نے خطبہ نکاح میں آیات مسنونہ کی تلاوت کے بعد فرمایا۔ کہ
عزیزم مکرم حبیب اللہ خان صاحب ابن مکرم عبدالسلام خان صاحب آف پشاور کا
خاندان جماعتِ احمدیہ میں اپنے اخلاص کے مقام کی وجہ سے معروف ہے۔ یہ صوبہ سرحد
کے ان معزز خاندانوں میں سے ایک ہے جنہوں نے آغاز ہی میں احمدیت قبول کی اور
پھر نسلاً بعد نسلٍ پوری وفاداری سے اس پر قائم رہے۔ یہ خاندان اس لحاظ سے بڑا
خوش نصیب ہے۔ حضور نے فرمایا۔ یہ بات میں اس لئے کہہ رہا ہوں کہ اگرچہ حضرت بانیٔ
سلسلہ کے دعویٰ کے بعد بڑے معروف خاندانوں میں پنجاب کی نسبت سرحد میں احمدیت
کا نفوذ زیادہ ہوا۔ اور اس ابتدائی زمانے میں صوبہ سرحد کا شاید ہی کوئی معروف
خاندان ایسا رہا ہو جس میں احمدیت کا نفوذ نہ ہوا ہو۔ اس کی وجہ بیان
کرتے ہوئے حضور نے فرمایا کہ اس کی وجہ حضرت صاحبزادہ عبداللطیف صاحب
کا اثر و رسوخ اور ان کا نیک اثر تھا۔ خصوصاً بنوں اور کوہاٹ کے علاقے میں
بڑے بڑے معزز خاندانوں نے احمدیت قبول کی۔ اس میں صرف دولت کے
لحاظ سے نہیں بلکہ شرافت علم، مقامی اثر و رسوخ اور روایتاً معزز ہونے کے
لحاظ سے معروف خاندان شامل تھے۔

حضور نے فرمایا کہ بدقسمتی سے اس صورت حال کو پہلا بڑا دھچکا اس وقت
لگا جبکہ پیغامی جماعت کے اختلافات کے نتیجے میں جماعت کے بہت سے لوگوں

نے ٹھوکر کھائی۔ لیکن چونکہ نظام قدرت ثانیہ سے باہر احمدیت کو سنبھالے رکھنے
کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اس لئے جس طرح بھیڑیں گلّے سے باہر نکل
کر ضائع ہو جاتی ہیں اسی طرح سے مسلسل احمدی خاندان ضائع ہوتے رہے اور
اب شاید ایسے خاندانوں کی تعداد انگلیوں پر گنی جا سکے جو پورے خلوص سے پیغامی
ہونے کا دعویٰ کرتے ہوں۔ اور ان میں سے جو ہیں بھی ان کی نسلوں سے خلوص
اور تقویٰ رخصت ہو چکا ہے۔ اور بہت سے ایسے ہیں جو دنیاداری کی وجہ
سے احمدیت کے ساتھ منسوب ہونا عار خیال کرتے ہیں۔ حضور نے فرمایا احمدیت
سے دوری کی دوسری وجہ یہ تھی کہ سرحد کے احمدی مخلصین نے روایتی طور پر اپنی
بیویوں کو جھک کر احمدیت نہیں سکھائی اور جیسا کہ اس معاشرے کا دستور تھا
کہ عورت کو دین سکھانے کی ضرورت ہی نہیں سمجھی جاتی تھی اس لئے عورتیں عملاً
غیر احمدی رہیں۔ ان کا رابطہ گھریلو کاموں کے سلسلے میں روائتی طور پر گاؤں کے
دینی مدرس سے ہوتا تھا جو ان کا لازم خیال کیا جاتا تھا۔ اس غیر احمدی مدرس نے
عملاً غیر احمدی عورتوں پر اثر ڈال کر ان کی اولادوں کے دلوں سے احمدیت کی محبّت
نکال دی۔ حضور نے فرمایا۔ ان سب بلاؤں کے باوجود جو خاندان نسلاً بعد نسلٍ پورے
خلوص سے احمدیت کے ساتھ وابستہ رہے ہیں وہ یقیناً اعزاز کے مستحق ہیں۔
اور اسی لئے میں نے اس خاندان کو خاص طور پر اعزاز یافتہ قرار دیا ہے۔

حضور نے صوبہ سرحد کے اس مخلص خاندان کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ اس
خاندان میں پہلے بھی ایک بچی گئی ہے اور اب دوسری بچی جا رہی ہے۔ عموماً دیکھا
گیا ہے کہ اگر پہلی بچی خوش نہ ہو تو خاندان والے دوسری بچی دینے کو تیار نہیں ہوتے
پہلی بچی یہاں انگلستان کے صفِ اوّل کے مخلص احمدی مکرم ڈاکٹر حامد اللہ خانصاحب
کے گھر میں ہیں۔ ان کا نام امۃ الحیٔ ہے اور یہ میری بھتیجی ہیں۔ (محترمہ صاحبزادی امۃ الحیٔ

صاحبہ محترم صاحبزادہ مرزا منور احمد صاحب کی صاحبزادی ہیں) حضور نے فرمایا۔ اس خاندان کے حالات نیکی، تقویٰ اور اخلاص دیکھ کر اور صلہ رحمی کے تقاضے پورے کرنے کی خوبی دیکھ کر خاندان حضرت بانیٔ سلسلہ کی دوسری بیٹی بھی ان کے چھوٹے بھائی کو دی جا رہی ہے۔

حضور نے فرمایا۔ عزیزہ ماہم قدرت ثانیہ کے مظہر ثالث حضرت مرزا ناصر احمد صاحب کی خاص لاڈلی نواسی تھی اور حضور اکثر سفروں میں اسے ساتھ لے جایا کرتے تھے۔ حضور کے وصال کا اس پر خاص طور پر گہرا اثر تھا اور اس نے یہ صدمہ بہت محسوس کیا۔ مجھے بعض خطوط میں اس نے بہت ہی زیادہ جذباتی کیفیت کا اور احساسِ محرومی کا ذکر کیا۔ اس کو ماں سے بھی زیادہ نانی سے اور باپ سے زیادہ اپنے نانا سے تعلق تھا۔ بہر حال زندگی میں ایسے ابتلاء تو آتے ہی رہتے ہیں۔ شادی نئی زندگی کا آغاز کرتی ہے۔ دُعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اس کی نئی زندگی میں محرومی کے سارے اثرات ختم کر دے اور دینی اور دنیاوی ہر دو اعتبار سے یہ رشتہ بہت بابرکت کرے۔ آمین

بعد میں حضور نے ایجاب و قبول کروایا۔ اور فرمایا کہ لڑکی کے والد کی تحریک پر میں اس کی طرف سے وکیل ہوں اور چونکہ لڑکا بھی یہاں موجود نہیں اس لئے اس نے اپنے بڑے بھائی مکرم ڈاکٹر حامد اللہ خان صاحب کو وکیل مقرر کیا ہے۔

ایجاب و قبول کے بعد حضور نے سب حاضرین سمیت دُعا کرائی اور دُعا کے بعد دولہا کے بھائی مکرم ڈاکٹر حامد اللہ خان صاحب کو مبارکباد دی۔

اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ وہ اس رشتہ کو ہر جہت سے بہت سے فضلوں اور رحمتوں کا مورد بنائے۔ ہر دو خاندانوں کو اس رشتہ کے نتیجہ میں برکات سے نوازے اور ہر لمحہ و ہر آن اپنی محبت کے سائے میں رکھے۔ آمین ☆

پیارے آقا کے خطوط

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

ھو الناصر — خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

پیارے مکرم عبدالسلام خاں صاحب

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

آپ کا خط محررہ ۱۴/۱۰/۸۲ ملا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو صحت کاملہ و عاجلہ عطا فرمائے۔ تمام مشکلات کو دُور کرے۔ دینی و دنیوی ترقیات عطا کرے۔ خدمتِ دین کی توفیق بخشے آپ کے دونوں بیٹے خدا تعالیٰ کے فضل سے سلسلہ کے کاموں میں بڑی محبت اور خلوص سے حصہ لیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں صحت و تندرستی سے رکھے اور اپنے فضلوں سے نوازتا رہے۔ آمین

اس دفعہ عزیزم ڈاکٹر حامد اللہ کے ہاں قیام بہت پُر لطف رہا۔ ماشاء اللہ آپ نے دونوں بچوں کی بہت پیاری تربیت کی ہے۔ ان کی والدہ کو میری طرف سے بہت بہت سلام کہدیں۔

والسلام

خاکسار

مرزا طاہر احمد

خلیفۃ المسیح الرابع

پشاور

۶۶۹۳

۱-۱۱-۸۲

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

ھو الناصر

پیارے مکرم عبدالسلام خاں صاحب

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

آپ کا خط محررہ 14/10/82 ملا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو صحت کاملہ و عاجلہ عطا فرمائے۔ تمام مشکلات کو دور کرے۔ دینی و دنیوی ترقیات عطا کرے۔ خدمت دین کی توفیق بخشے آپ کے دونوں بیٹے خدا تعالیٰ کے فضل سے سلسلہ کے کاموں میں بڑی محبت اور خلوص سے حصہ لیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں صحت و تندرستی سے رکھے اور اپنے فضلوں سے نوازتا رہے آمین والسلام

اس دفعہ عزیزم ڈاکٹر حامد اللہ کے ہاں قیام بہت پر لطف رہا۔ ماشاء اللہ آپ نے دونوں بچوں کی بہت پیاری تربیت کی ہے۔ ان کی والدہ کو میری طرف سے بہت بہت سلام کہدیں

خاکسار

[signature]

پشاور

6693

1.11.82

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ
ھو النّاصر

۱۳-۸-۸۴

پیارے مکرم عبدالسلام خان صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا خط موصول ہوا۔ آپ نے جن جذبات کا اظہار فرمایا ہے اللہ تعالیٰ آپ کو اس کی جزاء دے اور ہر آن آپ کا حامی و ناصر ہو۔ اللہ تعالیٰ آپ کی نیک خواہشات پوری فرمائے اور اسلام کی فتح و نصرت کے دن جلد لے کر آئے۔ آمین

غلبہ اسلام کے لئے دعاؤں میں مصروف رہیں۔

پیارے عزیزان حامداللہ۔ امۃ الحئی اور بچے وقفِ عارضی پر اسپین گئے ہُوئے ہیں۔

اپنے غموں کا بوجھ ہلکا کرنے کے لئے اس طرف بھی نگاہ کریں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو کیسی پیاری مخلص اور دین کی فدائی اولاد عطاء فرمائی ہے۔ جتنا بھی اس پر شکر کریں کم ہے۔ حامداللہ کی امّی کو نہایت محبت بھرا سلام اور بچوں کو پیار۔

والسلام

خاکسار

مرزا طاہر احمد

خلیفۃ المسیح الرابع

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

رب اجعل لی من لدنک سلطانا نصیرا

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ
ھو النّاصر

13-8-84

پیارے مکرم عبدالسلام خان صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا خط موصول ہوا۔ آپ نے جن جذبات کا اظہار فرمایا ہے اللہ تعالیٰ آپ کو اس کی جزاء دے اور ہر آن آپ کا حامی و ناصر ہو۔ اللہ تعالیٰ آپ کی نیک خواہشات پوری فرمائے اور اسلام کی فتح و نصرت کے دن جلد لے کر آئے۔ آمین

غلبہ اسلام کے لئے دعاؤں میں مصروف رہیں

پیارے عزیزان حامداللہ۔ امۃ الحئی اور بچے وقف عارضی پر اسپین گئے ہوئے ہیں

اپنے غموں کا بوجھ ہلکا کرنے کے لئے اس طرف بھی نگاہ کیا کریں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو کیسی پیاری مخلص اور دین کی فدائی اولاد عطاء فرمائی ہے۔ جتنا بھی اس پر شکر کریں کم ہے۔ حامداللہ کی امی کو نہایت محبت بھرا سلام اور بچوں کو پیار

والسلام

خاکسار

مرزا طاہر

خلیفۃ المسیح الرابع

عبدالسلام خان
بیت السلام شاہین ٹاؤن
بالا تہکال P.O.

(۳)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ؕ نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

لنڈن
5-11-84
P 3743

پیارے مکرمی عبدالسلام خان صاحب

اَلسَّلَامُ عَلَیۡکُمۡ وَرَحۡمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

آپ کا خط محررہ ۸۴/۱۰/۱۸ موصول ہوا۔ جزاکم اللہ تعالیٰ۔ اللہ تعالیٰ آپ کی دعاؤں اور نیک خواہشات کو قبول فرمائے۔ آپ کے اخلاص اور ایمان میں برکت دے آپ کو مکمل صحت عطا فرمائے۔ عزیزم حبیب اللہ کی عمر و صحت میں برکت دے۔ امتحانات میں کامیابی اور کامرانی عطا فرمائے۔ آپ کی بچی کو نعم البدل عطا فرمائے۔ اور صحت و تندرستی والی زندگی نصیب کرے۔ نیا مشن ہاؤس خریدنے پر آپ کو بھی مبارکباد ہو۔ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ جن مقاصد کے لئے لیا ہے ان کو پورا کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور بہتوں کو حق کو شناخت کرنے کی توفیق دے۔

عزیز حبیب کی والدہ کو میری طرف سے نہایت محبت بھرا اسلام۔

پچھلے دنوں عزیزہ سعیدہ سے اکثر ملاقات ہوتی رہی۔ اسم بامسمّٰی ہے۔ عزیز حامد اللہ خان اور حبیب وغیرہ بھی یہاں آئے ہوئے تھے۔ آپ کے یہ دونوں بچے ماشاء اللہ نہایت سعید فطرت بلند اخلاق اور دین کے فدائی ہیں۔ مگر عزیزم حامد اللہ کی دینی قد و قامت تو اللہ کے فضل سے ایک امتیازی رنگ رکھتی ہے۔ الحمد للہ ثم الحمد للہ۔ اللّٰھم زد و بارک۔

والسلام

خاکسار

مرزا طاہر احمد

خلیفۃ المسیح الرابع

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

لنڈن
5.11.84
P374

پیارے مکرمی عبدالسلام خان صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا خط محررہ ۸۴/۱۰/۱۸ موصول ہوا۔ جزاکم اللہ تعالیٰ
اللہ تعالیٰ آپ کی دعاؤں اور نیک خواہشات کو قبول فرمائے۔ آپ کے
اخلاص اور ایمان میں برکت دے۔ آپ کو مکمل صحت عطا فرمائے۔ عزیزم
حبیب اللہ کی عمر و صحت میں برکت دے۔ امتحانات میں کامیابی اور کامرانی
عطا فرمائے۔ آپ کی بچی کو نعم البدل عطا فرمائے۔ اور صحت و تندرستی والی زندگی
نصیب کرے۔ نیا مشن ہاؤس خریدنے پر آپ کو بھی مبارکباد ہو
دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ جن مقاصد کیلئے لیا ہے انکو پورا کرنے کی توفیق
عطا فرمائے اور بہتوں کو حق کو شناخت کرنے کی توفیق دے۔
عزیز حبیب کی والدہ کو میری طرف سے نہایت محبت بھرا السلام
پچھلے دنوں عزیزہ سعیدہ سے اکثر ملاقات ہوتی رہی۔ اسم بامسمّٰی ہے۔
عزیز حامد اللہ خان اور حبیب وغیرہ بھی یہاں آئے ہوئے تھے۔ آپ کے یہ دونوں
بچے ماشاء اللہ نہایت سعید فطرت بلند اخلاق اور دین کے فدائی ہیں۔
مگر عزیزم حامد اللہ کا دینی قد و قامت تو اللہ کے فضل سے
ایک امتیازی رنگ رکھتی ہے۔ الحمد للہ ثم الحمد للہ اللھم زد و بارک

والسلام
خاکسار
[signature]
خلیفۃ المسیح الرابع

Abdul salam Khan
Baitus salam
Shahen Town
P.O. Tehkal Bala
Peshawar
PAKISTAN

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿ نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ
هُوَ النَّاصِرُ

زیورخ
۱۳۶۴
۲۷-۹-۱۹۸۵

پیارے مکرم عبدالسلام خان صاحب

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ۔

مختلف ممالک میں اللہ تعالیٰ نے جماعت کی دلجوئی کیلئے جو نئے نئے شاندار مراکز عطا فرمائے ہیں اُن کے افتتاح کی غرض سے آج کل یورپ کے سفر پر ہوں۔ انگلستان سے روانگی سے قبل آپکے چند خطوط ایسے ملے تھے جو اخلاص اور ایثار کی خوشبو سے بطور خاص مہک رہے تھے خصوصاً وہ خط جس میں میرے نہایت پیارے عزیز ڈاکٹر حامد اللہ خان پر حملہ کا ذکر کرکے آپ نے اپنے قلبی تاثرات بیان کئے تھے۔ وہ خط پڑھتے ہوئے میرے جذبات قابو میں نہ رہے اور میں نے آپ کو اور عزیزم حامد اللہ کو اور آپ کی نسلوں کو بہت دعائیں دیں اللہ کی حمد کے موتی میری آنکھوں سے بہنے لگے کہ اس نے اس عاجز کو کیسی پیاری متقی جانثار جماعت عطا فرمائی ہے ایسی جماعت کو دنیا کی ساری طاقتیں مل کر بھی شکست نہیں دے سکتیں الحمدللہ ثم الحمدللہ۔

آپکے ان مرقع ہائے اخلاص کے جواب میں دل نے مجبور کیا کہ خود اپنے قلم سے جواب دوں۔ مگر مصروفیات نے لاچار کر رکھا تھا۔ الحمدللہ کہ آج زیورخ میں کچھ وقت ملا ہے تو جلدی میں یہ چند سطور لکھ رہا ہوں۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء فی الدنیا والآخرہ۔

عزیزم حبیب اللہ کو بہت بہت پیار اور اُن کی والدہ اور ہمشیرگان کو محبت بھرا سلام۔ خدا حافظ!

سب احباب جماعت کو بھی محبت بھرا سلام۔ والسلام خاکسار

مرزا طاہر احمد

برادرم عزیزم قریشی محمد اسلم صاحب کی شہادت پر آپ کی دلگداز تعزیت جہاں دوخانی تسکین بخشتی وہاں زخم تازہ کرکے لذت درد بھی عطا کی۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔

وَاجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْکَ سُلْطٰنًا نَّصِیْرًا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۔ نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ

اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحًا مُّبِیْنًا

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ
هُوَ النَّاصِرُ

خلیفۃ المسیح
امام جماعت احمدیہ

زیورخ
۱۳۶۴
27.9.1985

پیارے مکرم عبدالسلام خان صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

مختلف ممالک میں اللہ تعالیٰ نے جماعت کی دلجوئی
کے لیے جو نئے نئے شاندار مراکز عطا فرمائے ہیں
ان کے افتتاح کی غرض سے آج کل یورپ کے
سفر پر ہوں۔ انگلستان سے روانگی سے قبل آپ کے
چند خطوط ایسے ملے تھے جو اخلاص اور ایثار کی خوشبو
سے بطور خاص مہک رہے تھے خصوصاً وہ خط جس
میں میرے نہایت پیارے عزیز ڈاکٹر حامد اللہ خان
پر حملہ کا ذکر کرکے آپ نے اپنے قلبی تاثرات
بیان کیے تھے۔ وہ خط پڑھتے ہوئے میرے
جذبات قابو میں نہ رہے اور میں نے آپ
کو اور عزیزم حامد اللہ کو اور آپ کی نسلوں
کو بہت دعائیں دیں اللہ کی حمد کے موتی
میری آنکھوں سے بہنے لگے کہ اس نے اس عاجز
کو کیسی پیاری متقی جانثار جماعت عطا فرمائی
ہے۔ ایسی جماعت کو دنیا کی ساری طاقتیں مل کر

بھی شکست نہیں دے سکتیں۔ الحمد للہ ثم الحمد للہ۔

آپ کے ان مدحیہ نامے اخلاص کے جواب
میں دل نے مجبور کیا کہ خود اپنے قلم سے جواب
دوں مگر مصروفیات نے لاچار کر رکھا تھا۔
الحمد للہ کہ آج زیورخ میں کچھ وقت ملا ہے
تو جلدی میں یہ چند سطور لکھ رہا ہوں۔

جزاکم اللہ احسن الجزاء فی الدنیا والآخرۃ۔

عزیزم حبیب اللہ کو بہت بہت پیار اور ان
کی والدہ اور ہمشیرگان کو محبت بھرا سلام۔
خدا حافظ!

سب احباب جماعت کو بھی محبت بھرا سلام۔

والسلام خاکسار

مرزا طاہر احمد

برادرم عزیزم قریشی محمد اسلم صاحب کی شہادت پر آپ
کی دلگداز تعزیت جہاں روح کی تسکین بخشی وہاں
زخم تازہ کر کے لذت درد بھی عطا کی
جزاکم اللہ احسن الجزاء

حیاتِ الیاس

عبدالسلام خان